میں بلبلِ نالاں ہوں، اک اجڑے گلستاں کا

تاثیر کا سائل ہوں، محتاج کو داتا دے

افکارِ پریشاں

(جلد دوم)

افادات

مفکرِ ملت، حضرت اقدس مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم

حواشی وترتیب

اسماعیل کوثر کوساڑی فلاحی

خادم جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

باہتمام

عبدالرحمٰن بن یوسف پٹیل فلاحی

نبیرۂ حضرت اقدس کاپودروی دامت برکاتہم

تفصیلات

نام کتاب	:	افکارِ پریشار (جلد دوم)
افادات	:	مفکرِ ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دام ظلہٗ
مرتب	:	اسماعیل بن یوسف کوثر فلاحی
باہتمام	:	عبدالرحمٰن بن یوسف پٹیل کاپودروی فلاحی
زیرِ انتظام	:	حافظ ابراہیم صاحب پٹیل کاپودروی
سنہ اشاعت	:	۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۴ء
کمپوزنگ وسیٹنگ	:	محمد مہر علی قاسمی (دھنباد، جھارکھنڈ) جامعہ اکل کوا
تزئین	:	قاری وصی اختر صاحب مرکزی
صفحات	:	۳۷۶
تعداد	:	۱۱۰۰
ناشر	:	مجلس معارف کاپودرا، ضلع بھروچ، گجرات
قیمت	:	۱۲۰/روپیہ

کتاب ملنے کے پتے

☆ مجلس معارف کاپودرا، ضلع بھروچ، گجرات 393001 — 09824112521

☆ مولانا عبدالرحمٰن صاحب پٹیل کاپودروی جامعہ اکل کوا — 09687750138

*Hafez Ibrahim Patel — Tel. 00447973473392
27 Tudor Rd. — 07878266307
Eastham
London, E6 1DP (UK)

اجمالی فہرست

فہرست مضامین

کلماتِ بابرکت

داعیٔ سنت، حضرت اقدس مولانا منیر احمد صاحب دامت برکاتہم

خلیفۂ اجل، مرشدامت حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عالمِ ربانی، امت وملت کا خلوص بھرا درد رکھنے والے، جامع صفات گرامی قدر، حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم - جن کی ذات گرامی کو رئیس الجامعہ فلاحِ دارین ترکیسر کے بڑے محترم اور معزز لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے - اس وقت امت اور ملت کے ان خواص میں شمار کئے جاتے ہیں جو یادگارِ زمانہ اور ایک بڑی تاریخ کے مالک ہیں۔ ایسی شخصیات کی فکریں، ارشادات و ہدایات، نصائح اور تجربات، مقالات وتحریرات ان کے قلب وجگر کی تڑپ، باطن کی پاکیزگی، ظاہر کی سلامتی، شریعت وسنت سے مناسبت اور ان سب کے ساتھ ان کی جامعیت ایک عہد ساز شخصیت کی لازمی خصوصیات ہوتی ہیں، جو ان کو ان کے اقران و معاصرین میں نمایاں وعیاں کرتی ہیں؛ اس لیے تاریخ کے سنہرے صفحات پر انہیں رقم

کیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا کے یہ نقوشِ علمیہ اور آثارِ باقیہ، ہدایتِ عالیہ اس امر کی کھلی دلیل اور صاف آئینہ ہے جس میں دیکھنے والا ہر شخص اس امر کا ثبوت پا سکتا ہے۔

’’افکارِ پریشاں‘‘ جلد دوم حضرت مولانا زیدت معالیہ و مدت فیوضہ کی تازہ ترین اہم کتاب ہے، جو مختلف اور متنوع متاعِ گراں قدر پر مشتمل ہے، اور واقعتاً مسمیٰ اپنے مسمیٰ بہ کی کھلی تصویر ہے۔ کتاب میں کل چار ابواب ہیں، پہلے باب میں حضرت مولانا دامت برکاتہم کے بہت قیمتی اور بے حد مفید مقالات اور علمی تحقیقات کو پیش کیا گیا ہے جو علم و تحقیق کی لائن سے خدمتِ دین میں مشغول اربابِ علم و فضل کے لیے بیش قیمت سرمایہ ہے۔ ’’قرآن کریم سرچشمۂ ہدایت‘‘ کے عنوان پر بہت وقیع اور مؤثر مقالے سے جہاں قرآنِ کریم کی شانِ اعجاز کا ظہور ہوتا ہے وہیں ’’محدث کبیر علامہ یوسف بنوریؒ اور خدماتِ حدیث‘‘ اور ’’علامہ قطب الدین نہروالی رحمہ اللہ‘‘ جیسے عنوان پر لکھے گئے علمی و تحقیقی مقالات سے خدمتِ حدیث کے اسلوب اور طریقۂ کار کا ایک روشن باب سامنے آتا ہے۔

’’یورپ اور امریکہ میں رہنے والے مسلمانوں کی مشکلات اور ان کا حل‘‘ جیسے اہم عنوان پر مشتمل مقالے سے آپ کی فکری اور گہری بصیرت بھی عیاں ہوتی ہے جو ایک داعی اور مدبر و مفکر کا اصلی سرمایہ ہے۔ اسی طرح دوسرے باب کو ’’غبارِ کارواں‘‘ کے عنوان سے خاص کر کے وفیات اور سوانحِ اکابر کے تذکرے سے مزین کیا گیا ہے، جسے پڑھ کر اکابر کی شخصیات سے محبت و تعلق اور استفادے کا ذوق و شوق ملتا ہے۔

تیسرے باب کو سفر ناموں کے بیان سے خاص کیا گیا ہے، جس میں ’’آتش

فشاں کے ملک ’’ری یونین‘‘ میں‘‘ اور ’’امریکہ میں چند روز‘‘، ’’متحدہ عرب امارات میں چند دن‘‘ قابل دید اور مفید ہے۔

آخری اور چوتھا باب خصوصاً عربی مضامین پر مشتمل ہے، جس کا مرکزی عنوان ’’نبضات القلب الواعي‘‘ ہے۔ حضرت مولانا مدظلہٗ کو عربی زبان کا خاص ذوق اور اس سے گہرا تعلق ہے، یہ ذوق گویا آپ کے نزدیک ایک طبعی اور فطری ذوق کے درجے میں ہے۔ اس باب کے عنوان اور ’’ما في الباب و العنوان‘‘ کو جب دیکھا جائے تو یقیناً اس میں محسوس ہوگا کہ آپ کے قلب بیدار اور دلِ دردمند کی آہیں پڑھنے والے کے دلوں کو چھوتی ہیں۔

بندہ اس موقع پر جب کہ یہ چند سطریں سپرد قرطاس کر رہا ہے، حضرت مولانا کی عمر مبارک میں بعافیت برکت کی دعا کے ساتھ دل سے دعا کرتا ہے کہ حضرت مولانا کی یہ گراں قدر افاداتی و اشاعتی پیشکش بارگاہِ رب کریم میں مقبول و محبوب ہو، اور امت و انسانیت کے لیے قابل و نافع اور انفع ہو۔ پڑھنے والے اور پڑھانے والے، اشاعت کرنے والے، ترتیب دینے والے، تعاون کرنے والے سبھی مقبول و محبوب ہوں، اور اللہ پاک ہم سب کو اپنے خواص بندوں کے زمرے میں شامل فرمائیں۔ آمین ثم آمین!

(حضرت مولانا) منیر احمد (صاحب مدظلہٗ)

مؤرخہ: ۳۰ رجمادی الثانیہ بروز منگل ۱۴۳۶ھ

عرض ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأمِیْنِ، وَ عَلٰی آلِهٖ وَ أَصْحَابِهِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ.

أمَّابَعْدُ!

میرے لیے یہ انتہائی مسرت وشادمانی کا مقام ہے کہ برصغیر کی عظیم شخصیت، بے مثال معلم ومربی، محبوب العلما والصلحا، مفکرِ ملت حضرت اقدس قبلہ والد صاحب دامت برکاتہم کے مقالات ومضامین کو گوشۂ خمول سے نکال کر منصۂ شہود پر لانے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اس سعادتِ عظمیٰ پر بارگاہِ خداوندی میں جبینِ نیاز خم کرتا ہوں، اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ والد صاحب دام ظلہ کے ظلِ عاطفت کو بعافیت کاملہ قائم ودائم رکھے، اور آپ کے فیض سے امتِ مسلمہ کو تادیر مستفید فرمائے، اور ہم خدام کو حقیقی قدر دانی کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین!

نیز ہم بہت ہی شکر گزار ہیں جناب حاجی شبیر احمد صاحب لولات، مقیم حال ''زامبیا''، مُجاز پیر طریقت حضرت اقدس مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم کے جنھوں نے ہر دفعہ کی طرح اس بار بھی اپنا قیمتی تعاون پیش فرما کر یہ

قیمتی سوغات امت کے سامنے پیش کی، اور ہم سب کے لیے استفادے کو آسان فرمایا۔ اسی طرح حضرت مولانا اسماعیل صاحب ممون کوساڑی والے مقیم ''ری یونین'' کے بہت ہی شکر گزار ہیں جنھوں نے اپنے گرامی قدر تعاون سے ممنون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہر دو حضرات کی ہر طرح نصرت فرمائے، اور دنیا وآخرت کی بھلائیوں سے بہرہ ور فرمائے۔

اس مبارک موقعہ پر میں اپنے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں فاضل مرتب اور عزیز برادرزادہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے تئیں جذبات محبت وتشکر پا رہا ہوں، اور دعا گو ہوں کہ حق تعالیٰ دونوں عزیزوں کو دارین کی حقیقی مسرتوں سے شادکام فرمائے، اور علمی وعملی ترقیات سے نوازے۔ آمین!

ایں دعا از من واز جملہ جہان آمین باد

(حافظ) احقر ابراہیم عفی عنہ (صاحب زید مجدہم)
صاحبزادۂ گرامی حضرت اقدس مفکر ملت دام ظلہ
ومجازِ صحبت حضرت اقدس مولانا
محمد قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم

عرضِ مرتب

مخدوم العلما والصلحا حضرت اقدس مفکرِ ملت دام ظلہٗ کی ذاتِ گرامی آسمانِ علم وفضل کا وہ آفتابِ عالم تاب ہے، جس کی ضیا پاش کرنوں سے ملک و بیرون ملک اور خصوصاً گجرات کا چپہ چپہ درخشاں وتاباں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات عالی کو جن اوصاف وکمالات، اخلاق واقدار اور علمی بلندیوں سے سرفراز فرمایا ہے، وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا وجودِ گرامی دورِ حاضر میں امت کا وہ قیمتی سرمایہ ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔ آپ کا وجود باعثِ خیر و برکت، آپ کا سایہ ابرِ رحمت، آپ کا سراپا دعوتِ فکر وعمل اور آپ کی شخصیت منارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔

صوبۂ گجرات میں ضلع ''بھروچ'' کا چھوٹا سا گاؤں ''کاپودرا'' آپ کا وطن عزیز ہے۔ آخر کون خیال کرسکتا تھا کہ ایک چھوٹے سے گاؤں سے اٹھنے والا یہ ''رجلِ رشید''، علم وفضل، زہد وتقویٰ، سوز وساز، دعوت وفکر، تعلیم وتربیت، نظم ونسق، ادب و صحافت اور مجاہدہ وقربانی کے ریگزاروں میں وہ اَنمٹ نقوش چھوڑے گا جن کی رہبری میں صدہا وجود نشانِ منزل کا سراغ لگائیں گے، اور سیکڑوں نفوس اس قندیلِ رحمانی سے فیضیاب ہوں گے۔ **ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء !**

مبدأ فیاض نے آپ کے وجود کو جن گوناگوں اوصاف سے نوازا ہے وہ بیک وقت کسی ایک شخصیت میں خال خال ہی جمع ہوتے ہیں۔ آپ جیسی جامع ومسلم شخصیات برسوں میں کہیں جاکر پیدا ہوتی ہیں ؎

سالہا باید تا یک سنگِ سرخ ز آفتاب
لعل باشد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

اور کسی نے کتنی پیاری بات کہی ہے ؎

مدت کے بعد پیدا ہوتے ہیں کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

اور یہ صرف ایک دلِ ناداں کی آواز نہیں؛ بلکہ سیکڑوں علما اور اکابر کے دل کی صدا ہے۔ ذیل کی سطور میں انہی میں سے چند بین الاقوامی شخصیات اور اکابر علما کے دل کی آواز صدائے بازگشت کی صورت میں سنی جاسکتی ہے، جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی ہشت پہلو شخصیت کو اپنے معاصر علما واکابر کے درمیان کس عظمت وتقدس سے دیکھا جاتا ہے، اور آپ کی شخصیت گرامی نے اسلام وانسانیت کے حوالے سے کیا لازوال خدمات انجام دی ہیں، جن کے اعتراف میں یہ زبان وقلم رطب اللسان اور نغمہ سنج ہیں۔

برصغیر کی مایۂ ناز شخصیت، محدثِ جلیل، شیخ الحدیث ازہرِ ہند حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

''آپ مفکر، عالی ظرف اور سیر چشم، سراپا زہد وعمل اور دوسروں کی ترقی کے

خواہشمند رہتے ہیں۔عربی اور اردو زبانوں کی مہارت،قوم وملت کی فکرمندی اور نظم وانتظام کی مہارت ایسے جوہر ہیں جن میں ان کا کوئی شریک ومماثل نہیں‘‘۔

جانشینِ فقیہ الامت، مفتیٔ اعظم گجرات و رکنِ شوریٰ ’’دارالعلوم دیوبند‘‘ حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دام ظلہٗ یوں رقمطراز ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک حساس اور دینی وایمانی غیرت اور حمیت سے بھرپور دل عطا فرمایا ہے۔ ماضی قریب کے بہت سے اکابر اور بزرگوں سے استفادے کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو موقع عنایت فرمایا، ان کی توجہات اور خصوصی عنایات سے بہرہ ور فرمایا۔مختلف النوع دینی لٹریچر کے وسیع مطالعے سے نوازا۔تعلیم و تربیت کے میدان میں طویل خدمات کی انجام دہی اور نظم وانتظام اور دنیا کے مختلف ممالک کے علمی وتبلیغی اسفار کے نتیجے میں وسیع تجربات سے مالا مال فرمایا۔اس وقت آپ کا وجود تمام مسلمانوں کے لیے اور بالخصوص اہلِ علم واہلِ مدارس کے لیے بسا غنیمت اور بڑا قابل قدر ہے‘‘۔

حضرت مولانا سید زاہد الراشدی دام ظلہٗ شیخ الحدیث ’’دارالعلوم گوجرانوالہ‘‘، جنرل سیکریٹری پاکستان شریعت کونسل لکھتے ہیں:

’’اللہ رب العزت نے آپ کو دینی علوم پر مہارت کے ساتھ وقت کی ضروریات اور ملی مسائل ومعاملات کے حوالے سے بھی گہری بصیرت سے نوازا ہے، اور امتِ مسلمہ کی بہبودی اور فلاح کے لیے آپ مسلسل مصروفِ عمل ہیں‘‘۔

ماہنامہ ’’حرا کا پیغام‘‘ کے تبصرہ نگار کا قلم یوں گل افشانی کرتا ہے:

’’آپ قدیم وجدید کا سنگم ہیں، ہر مکتبۂ فکر کی اچھائیوں کا عالی ظرفی سے استقبال کرتے ہیں۔انہوں نے قدیم سرمایہ کو بھی کھنگالا ہے، جدید تحقیق کو بھی قریب سے دیکھا ہے، مغربی تمدن سے بھی انہیں واسطہ پڑا ہے اور مشرقی ثقافت تو ان کے گھر کی اصیل ہے۔آپ نے جدید نظریات اور نئے کتب خانوں سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔علم وتحقیق کے میدان میں بھی اُنہوں نے نئے افق تلاش کئے ہیں اور زبان وبیان کی وسعت ورعنائی میں بھی منفرد مقام رکھتے ہیں۔

آپ کا اسلوب سادہ و پُرکشش، جس میں دعوتی میٹھاس، دردانگیزی، فکری شعور اور الفاظ کی آمد آمد ہے۔مضامین چشم کشا، بصیرت افروز اور ان میں دعوت کا درد بھی پنہاں ہے۔اور علمی موشگافیوں وتحقیقی نکتہ سنجیوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔ بہت سی زبانوں پر اُنہیں دسترس ہے۔ فارسی زبان-جس میں ملت کا بیشتر علمی وادبی سرمایہ ہے-اس سے بھی آپ کو حظِ وافر ملا ہے‘‘۔

مشہور محدث، صاحبِ طرز خطیب وقلم کار حضرت رئیس الجامعہ کے ۴۳ رسالہ رفیق حضرت اقدس مولانا سید ذوالفقار احمد صاحبؒ-جو آپ کے معاصر ہیں اور ایک معاصر ’’المعاصرة أصل المنافرة‘‘ کے تحت بہت کم کسی کی ذاتی خوبیوں کا قائل ہوتا ہے؛ مگر حضرتؒ کی تحریروں کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی دلربا شخصیت سے وہ بھی مسحور تھے، سطور ذیل کو ملاحظہ فرماویں کہ یہ صاحب البیت أدری بما فیه کی شہادت ہے۔

''موصوف اردو، عربی زبان کے بہترین اسکالر ہیں، عربی اور اردو میں ان کی کئی مؤلفات ہیں۔ موصوف دوربیں، صائب الرائے اور موجودہ زمانے کے حالات سے بڑی قریبی واقفیت رکھتے ہیں، اللہ رب العزت نے موصوف کے سینے میں امت کی فکر، مسلم نوجوانوں کی اصلاح اور ان کی ترقی کے لیے بڑا درد رکھا ہے''۔

مولانا مختار احمد فاروقی صاحب صدر جمعیۃ علمائے احمد آباد تحریر فرماتے ہیں:

''گجرات میں جب بھی علما اور اہلِ مدارس رئیس الجامعہ کا اطلاق کرتے ہیں تو اس سے مراد حضرت والا کی ذاتِ گرامی ہوتی ہے۔ آپ اپنی گوناگوں علمی صلاحیتوں کی وجہ سے یہاں کے علما میں ممتاز اور عبقری شخصیت کے حامل ہیں۔ گجرات میں ہر علمی مجلس اور ہر اجلاس کے وہ صدر ہوتے ہیں۔ یہاں کا ہر ذی علم ان کے کمالاتِ علمیہ کا معترف اور مداح نظر آتا ہے۔ سب کے دلوں میں ان کا حد درجہ احترام اور ان کے تئیں محبت وعقیدت پائی جاتی ہے۔ علمی جاہ وجلال، عربی، اردو ادب کا صاف ستھرا ذوق، تاریخی عبور، مثالی تفکر وتدبر، اعلیٰ درجے کا حسنِ انتظام، حسنِ اخلاق، جوہر شناسی، معاملہ فہمی، مستقبل کا ادراک، مثالی تربیت، خوابیدہ صلاحیتوں کا ادراک، اصابتِ رائے و دیگر صلاحیتوں اور اوصاف نے حضرت مولانا کو ایسی جامعیت اور مرکزیت عطا کی ہے جس کی مثال گجرات کے ماضی قریب میں ملنی مشکل ہے۔ بالخصوص گجرات کے جنوبی خطے میں علمی بہار اور علمی وقار تو آپ کے فیض یافتہ تلامذہ سے ہی قائم ہے۔ ''جامعہ فلاحِ دارین ترکیسر'' کا آپ کا دورِ اہتمام اس کا زریں عہد ہے۔ آپ نے اس کو شہرت کے آسمانِ ہفتم تک پہنچایا۔ ہر سطح پر اس کو علمی

وقار بخشا اور اس کے نصابِ تعلیم و نظامِ تربیت کو متحرک و زندۂ جاوید بنایا۔ علما کی قدردانی، عزت افزائی کی وجہ سے آپ کے زمانے میں جامعہ بین الاقوامی اساتذہ وفضلا کا مرکز بن گیا تھا۔ فنِ تفسیر، فنِ حدیث، فنِ تجوید، فنِ ادب کے شعبوں میں ہر متعلقہ استاذ یکتائے زمانہ ہوتا تھا۔ اور جس کی مقناطیسیت کی وجہ سے ہر جگہ کا طالب علم یہاں کھینچا چلا آتا تھا''۔

مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی دامت برکاتہم بڑے درد بھرے انداز میں تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ رب العالمین نے موصوف کو جن ظاہری وباطنی خوبیوں سے نوازا ہے، وہ اپنے بزرگوں سے گہرے تعلق کا ثمرہ ہے، ماشاء اللہ موصوف نے بزرگوں سے خوب خوب استفادہ کیا ہے؛ مگر تعجب بھی ہوتا ہے اور افسوس بھی کہ اس عظیم شخصیت سے اتنا استفادہ نہیں کیا گیا جتنا کیا جانا چاہیے تھا''۔

یہ مشتے نمونہ از خروارے اکابر اہلِ علم کے چند تاثرات ہیں؛ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ایک جہاں آپ کے علمی وعملی کمالات کا معترف ہے۔

آپ کے اوصاف وکمالات اور خوبیوں کو کوئی کہاں تک ذکر کرے، کس کس پہلو کو اجاگر کرے، سچ یہ ہے کہ ؎

دامانِ نگاہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار

آپ کا بچپن، کہولت اور بوڑھاپا سب قابلِ عبرت اور قابلِ اقتدا ہے۔ راتوں کو جاگ کر بند کمروں میں چوری چپکے شیخ الاسلام مدنیؒ کے اعمال کا جائزہ لینے

والے اس نوجوان میں ہمیں ابن عباسؓ کی جھلک دکھائی دیتی ہے، تو کہیں دعائے تھانویؒ آپ کی پشت پناہی کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ استاذ کی خدمت کے بہانے کتابوں سے پینگیں بڑھانے والے اس طالب علم کی زندگی میں کتابوں سے بے پناہ محبت ووارفتگی کا مشاہدہ ہوتا ہے، جس نے پھر ہزاروں لوگوں کو کتاب آشنا کردیا۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے اسفار ورحلات میں رفاقت جہاں بزرگوں سے سچی محبت وعقیدت کا پتہ دیتی ہے وہیں آپ کی فکرِ آخرت اور اصلاحِ نفس کی مساعئ جمیلہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ غرض! گلشن گلشن، روش روش، آپ نے علم وعمل کے وہ دیپ جلائے ہیں جن سے مدتِ مدید تک لوگ روشنی پاتے رہیں گے ۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

زیرِ نظر کتاب حضرت والا کے علمی وادبی مقالات ومضامین کا دلآویز مجموعہ ہے، جن میں سے بعض مضامین گرچہ کتابچوں کی شکل میں شائع ہوکر خراجِ تحسین وصول کرچکے ہیں؛ مگر اکثر تحریریں وہ ہیں جو مدت تک گوشۂ خمول میں پڑی رہیں، خدا بھلا کرے حضرت کے حفید محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب زید مجدہم کا کہ موصوف نے ان گنج ہائے گراں مایہ کی نہ صرف رونمائی کی؛ بلکہ ان کے پیچھے اپنی ہر طرح کی قربانی پیش کرنا سرمایۂ سعادت سمجھا۔ اسی طرح صاحب زادۂ محترم حضرت مولانا اسماعیل صاحب زیدت معالیہ خادم خاص حضرت والا دام ظلہٗ، موقع بہ موقع اپنی قیمتی آرا اور مفید مشوروں سے نوازتے رہے؛ بلکہ ان کی قدردانی اور حوصلہ افزائی ہی کے

نتیجے میں یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہر دو حضرات کو دارین کی خوشیاں نصیب فرمائے اور ان کے فیض کو جاری وساری فرمائے۔ آمین!

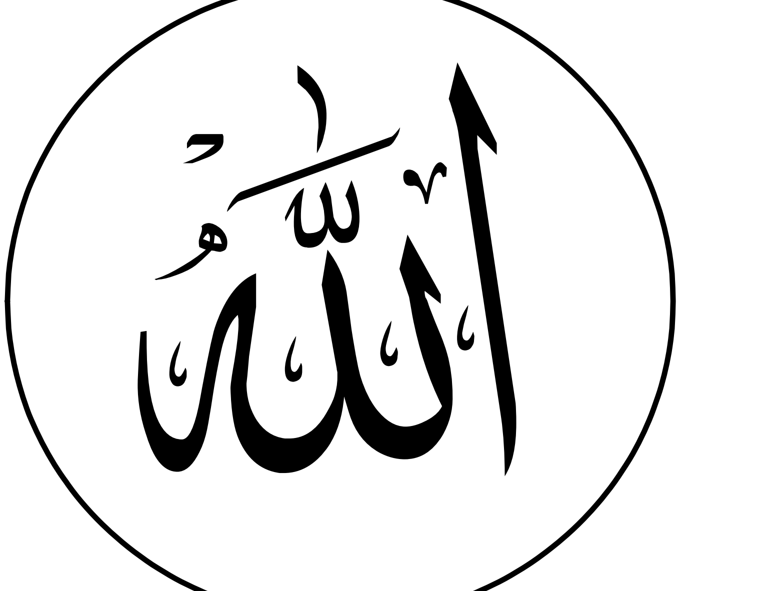
نیز اس مبارک موقع پر کیسے فراموش ہوسکتے ہیں مخدوم زادۂ محترم حضرت حافظ ابراہیم صاحب زید مجدہم جو غریب الوطنی کی حالت میں بھی دینی فکروں سے سرشار رہتے ہیں، اور حضرت کی جملہ تصنیفات وتالیفات کی نشر واشاعت کے لیے اپنی عظیم قربانیاں پیش کرنے میں دریغ نہیں فرماتے۔ اللہ تعالیٰ آں محترم کی جملہ مساعی کو حسنِ قبول سے نوازے، اور آپ کے فیض کو عام وتام فرمائے۔ آمین!

بڑی ہی ناسپاسی ہوگی اگر میں شکریہ ادا نہ کروں جناب مولانا مہرعلی صاحب قاسمی دھنبادی زید مجدہٗ کا، جنہوں نے بڑی دیدہ ریزی سے شکستہ تحریروں کو کمپوز کرکے قابلِ اشاعت بنایا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

جہاں تک اس کتاب کا تعلق ہے تو اس کو سیکڑوں کاغذات سے چھان پھٹک، مراجع ومصادر کی طرف مراجعت، تحقیق وتخریج اور ضروری حواشی سے مزین کرنے کے بعد پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ حواشی میں مشہور ومعروف شخصیات کے تذکرے سے تعرض نہیں کیا گیا، اگرچہ کہیں کہیں قلم چل بھی گیا ہے؛ لیکن زیادہ تر اُنہیں حضرات کے تعارف کی سعی کی گئی ہے جن کا تذکرہ عموماً کتابوں میں نہیں ملتا۔ افسوس ہے کہ بہت سے حضراتِ اکابر کے حالات وقت کی قلت اور ان کی تواضع کی وجہ سے قلم بند نہ ہوسکے۔

بہرحال اپنی تمام تر علمی و عملی کوتاہیوں کے باوجود یہ جواہر پارے امت کے سامنے پیش کرتے ہوئے اپنے دل کو جذباتِ مسرت سے لبریز پا رہا ہوں۔ تمام معاونین اور بہی خواہ حضرات کے شکریے کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کتاب کو حسنِ قبول سے نوازے اور ہم سب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے، اور حضرت صاحبِ افادات دامت برکاتہم کی عمر میں باعافیت برکت عطا فرما کر ہم خردوں پر آپ کے ظلِ عاطفت کو تادیر سایہ فگن رکھے۔

می توانی کہ دہی اشک مرا حسنِ قبول
اے کہ در ساختہ ای قطرۂ بارانی را



اعتذار و گزارش

اکابرین کی تحریروں کی ترتیب و تحقیق مجھ جیسے بے علم شخص کے بس کا روگ نہیں ہے، اس کے باوصف حتی الامکان اس کتاب کے ظاہر و باطن کو سنوارنے کی کوشش کی ہے، پھر بھی نہ معلوم کس قدر اغلاط راہ پا گئے ہوں گے۔ قارئین کرام کی خدمت میں باادب گزارش ہے کہ دورانِ مطالعہ اگر کسی غلطی پر متنبہ ہوں تو اسے اِس سیہ کار کی جانب منسوب فرما کر اصلاح کی زحمت گوارا فرمائیں گے۔ ہم آپ کی اِس عنایت پر تہہ دل سے شکر گزار ہوں گے۔ اور آپ کا یہ تعاون علمی امانتوں کی صحیح نشر و اشاعت کا ذریعہ ہوگا۔

(مرتب عفا اللہ عنہ)

باب اول

مقالات
و
مضامین

قلم گوید کہ من شاہِ جہانم
قلم کش را بدولت می رسانم

مخدوم العلما حضرت اقدس مولانا **عبداللہ** صاحب کاپودروی دامت برکاتہم

کے

رشحات قلم

جومختلف علمی مذاکروں اوررسائل میں پیش کئے گئے۔

قرآن کریم سرچشمۂ ہدایت

ہر صاحبِ عقل پر یہ بات واضح ہے کہ انسان کا وجود جسم اور روح سے مرکب ہے۔ اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے، اس نے انسانی جسم کی نشو ونما اور اس کی پرورش کے لیے جس طرح زمین پر مختلف نباتات پیدا فرمائے، پانی کا نظم فرمایا، سورج کی روشنی اور چاند کی ضیاء عطا فرمائی؛ اسی طرح اس رب العالمین نے اس کی روح کی پرورش کے لیے ہر دور میں اپنے مخصوص بندوں کے ذریعہ وحی کا سلسلہ قائم فرما کر روح کی تازگی کا سامان بھی پیدا فرمایا۔

اس کائناتِ رنگ و بو میں جب بھی انسانی روح دنیوی آلائشوں میں پھنس کر کمزور ہوگئی، تو اس کی رحمتِ عالم جوش میں آئی اور اپنے مقدس بندوں کے ذریعہ آسمانی صحف اور کتابیں نازل فرما کر اس کو راہِ نجات بخشی۔ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت رسولِ پاک محمد بن عبداللہ القریشی الہاشمی خدا تعالیٰ کے وہ آخری پیغمبر ہیں جن پر انسانیت کی ہدایت کا سب سے عظیم اور آخری پیغام آیا ہے؛ جسے ہم قرآنِ کریم کہتے ہیں۔

یہ آخری کتاب جس کو خود قرآنِ کریم ''الکتاب'' سے تعبیر کرتا ہے، قیامت تک کے انسانوں کی ہدایت کے لیے کافی وشافی ہے۔ دنیا میں بسنے والی قومیں ان کا

تعلق کسی خطے سے ہو، وہ کسی نسل و زبان سے نسبت رکھتی ہوں، ان کی نجات اسی کتابِ ہدایت کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے پر منحصر ہے۔

دنیا میں جب بھی انسانوں کا تعلق اس کتابِ ہدایت کے ساتھ مضبوط ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ انسانوں کے اس گروہ کو بلندی عطا فرماتے ہیں۔ اور جب انسان اپنا رشتہ اس ہدایت سے توڑ لیتا ہے تو وہ پستی اور ذلت کی راہ پر پڑ جاتا ہے۔ **یرفع بھذا الکتاب أقوامًا ویضع به آخرین** (۱) اس پر شاہد ہے۔ ہمارے دور کے ایک معروف صاحبِ قلم تحریر فرماتے ہیں:

”قرآن کی یہ خصوصیت حیران کُن ہے کہ اس میں بیک وقت علوم عقلی اور علومِ روحانی واُخروی دو پُر زور دریاؤں کی طرح پہلو بہ پہلو جوش مارتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اس میں سَمُندر کی سی گہرائی اور عمق ہے، اس میں سَمُندر کے موتیوں کی سی نفع رسانی اور آب و تاب ہے۔ اس میں شکوک وشبہات کو بہالے جانے والی روانی اور قوت ہے۔ اس میں بے تکان مسلسل بڑھتے چلے جانے کی رعنائی، خوبی اور لذت ہے“۔

اس عظیم اور بھاری بھرکم کتاب میں حفظ ہو جانے اور دل و دماغ میں اتر کر سرایت کر جانے کی خوبی ہے۔ اس کی ہدایت کسی کے لیے خاص نہیں ہے، سب کے لیے عام ہے، اس کے ارشادات محدود نہیں غیر محدود ہیں۔ یہ فطرتِ انسانی کے عین مطابق اور اس کے پاکیزہ تقاضوں کی حامل ہے۔ اس میں کسی نسل، قوم یا علاقے کی محدودیت نہیں ہے، یہ کسی گروہ کو خدا کی بندگی سے ازلی طور پر خارج نہیں کرتی اور نہ کسی گروہ کو ازلی طور پر خدا کی محبوبیت کا مصداق قرار دیتی ہے۔

(۱) مسلم، باب فضل من یقوم بالقرآن، الرقم: ۱۳۵۳

یہ وہ کتاب ہے جس نے رنگ وقومیت اور ملک وملت کے امتیازات سے بالاتر ہو کر ساری دنیا کو اپنا فیض پہنچایا۔ اس کتاب کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ تمام الٰہی مذہب کی پاکیزہ تعلیمات کی تائید کرتی ہے اور ان کو بہتر صورت سے پیش کرتی ہے“(۱)۔

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے آخری دور میں مسلمانوں کی دینی غفلت اور دنیوی پستی پر جن بزرگوں نے غور وفکر فرمایا، ان میں مجددِ وقت الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی ذاتِ گرامی منفرد حیثیت کی مالک ہے۔ حضرت شاہ صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ انہوں نے امتِ مسلمہ کو رجوع الی الکتاب والسنۃ کی پُر زور دعوت دی، اور باوجود اپنے دور کے بعض کوتاہ فہم علما کی مخالفت کے قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کا عظیم کام شروع فرمایا؛ تاکہ امت کو اس کتاب سے جوڑا جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ ”فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن“ میں رقم طراز ہیں:

”دریں زمانہ کہ ما درانیم، و دریں اقلیم کہ ما ساکنِ آنیم، نصیحتِ مسلمانان اقتضاء می کند کہ ترجمۂ قرآنِ عظیم بزبانِ فارسی سلیس و روز مرۂ اقلیمِ متداول، بے تکلفِ فضیلت نمائی، و بے تصنعِ عبارت آرائی، بغیر تعرضِ قصصِ مناسبہ، وبغیر ایرادِ توجیہاتِ منشعبہ تحریر کردہ شود“ (۲)۔

”حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہم جس ملک اور جس دور میں رہتے ہیں، مسلمانوں کی خیر خواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ قرآن مجید کا سلیس اور بامحاورہ فارسی زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ جس میں نہ تو اپنی علمی فضیلت کی نمائش ہو، نہ عبارت آرائی ہو، اور نہ قصہ کہانیوں کی طوالت، اور نہ مختلف توجیہات کی تفصیلات“۔

(۱) رسولِ اکرم کی حکمتِ انقلاب: ص ۳۷۲، از اسعد گیلانی (۲) فتح الرحمٰن مع جواہر القرآن: ص ۵۳

چناں چہ حضرت شاہ صاحبؒ نے بہترین ترجمہ کر کے شائع فرمایا۔ پھر ان کے فرزندگان گرامی شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالقادرؒ کی اپنی فراست نے محسوس فرمایا کہ آئندہ اس ملک میں فارسی ختم ہو جانے والی ہے، تو انہوں نے اپنے دور کی ٹکسالی اردو- جو ہندی مسلمانوں کی عام فہم زبان تھی- میں قرآن مجید کا ترجمہ فرمایا؛ تا کہ امتِ اسلامیہ اس کتابِ ہدایت کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ رکھ سکے۔

اس کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ اور شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے بھی قرآن مجید کے مضامین کو امت تک پہنچانے کی فکر فرمائی، اور از سرِ نو قرآن مجید کا ترجمہ اور مختصر حواشی کا کام شروع فرمایا۔ اسی فکر کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا غلام اللہ خانؒ وغیرہم علما نے اپنا کر قرآنِ پاک کے تراجم اور سادہ تفسیر کی طرف توجہ فرمائی۔

ہمارے آخری دور میں مولانا ادریس کاندھلویؒ کی ''معارف القرآن'' اور مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کی ''معارف القرآن'' بھی اسی سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں۔

ہمارے ان اکابرین کے افکار اور اعمال ہمیں راہ بتا رہے ہیں کہ آج بھی امت کی اصلاح کی بہترین راہ ان کو قرآن مجید سے وابستہ کرنے اور اس کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے۔

تاریخ کی شہادت بھی یہی ہے، قرآنی علوم سے دوری سے قومیں بدعات اور گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ توحید کا صحیح مفہوم اور یومِ آخرت والا یقین قرآن کریم کے علاوہ کسی اور کتاب سے نہیں سمجھ سکتے۔

دیکھیے حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ 'دیباچہ موضح القرآن' میں تحریر فرماتے ہیں:

''بعد ازیں سننا چاہیے کہ مسلمان کو واجب ہے کہ اپنے رب کو پہچانے، اور اس کی صفات جانے، اور اس کے حکم معلوم کرے، اور مرضی اور نامرضی تحقیق کرے، کہ بغیر اس کے بندگی نہیں۔ اور جو بندگی نہ بجالاوے وہ بندہ نہیں، اور اللہ سبحانہ کی پہچان آوے بتانے سے۔ آدمی پیدا ہوتا ہے، محض نادان، سب چیز سیکھتا ہے سکھانے سے۔ اور بتانے سکھانے والے ہر چند تقریریں کریں، اس برابر نہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ بتایا، اس کے کلام میں جو ہدایت ہے، دوسرے میں نہیں (۱)۔

ملاحظہ فرماویں کس قدر سادہ زبان میں قرآن مجید کے علوم کے سمجھنے کی ضرورت اور اہمیت کو بیان فرما دیا ہے۔ عین خوشی ہے کہ اسی عظیم الشان کام کی تکمیل کے لیے ہمارے گجرات کے مشہور عالم مولانا عبدالاحد صاحب فاضلِ دیوبند کئی سال سے قرآن مجید کے علوم کے پھیلانے میں رات دن مصروف ہیں۔ تاراپور کے دارالعلوم کے ساتھ ساتھ احمد آباد- جو ایک طویل عرصے تک علمِ قرآن وحدیث کا عظیم مرکز رہا ہے- کی سرزمین پر تفسیر قرآن کی تعلیم وتدریس کے لیے ایک مستقل درسگاہ کی بنیاد ڈال چکے ہیں۔

اور اب ''صوت القرآن'' نامی مجلّے کی اشاعت کا بیڑا بھی اٹھا رہے ہیں، یقیناً یہ سارے اعمال ہمارے اسلاف کے جذبات اور ان کے صحیح فکر کے مطابق ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا مدظلہ کی ہر طرح نصرت فرماوے، اور امت کو 'صوت القرآن' کے ذریعے فیض اٹھانے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین!

(۱) دیباچہ موضح القرآن مع جواہر القرآن: ص ۵۷

مسلمانوں کو یہ بات برابر سمجھ لینی چاہیے کہ ہماری دینی و دنیوی کامیابی کا دارومدار اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے ۔

مپندار سعدی کہ راہِ صفا
تواں رفت جز بر پئے مصطفیٰ

اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح اتباع قرآن کریم اور سنتِ راشدہ کے سمجھنے پر موقوف ہے۔حکیمِ مشرق اقبالؒ نے جو کہا تھا کہ ۔

دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

تو دل و نگاہ کو تو قرآن وحدیث ہی مسلمان بنا سکتے ہیں۔

اس دورِ الحاد میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ قرآنی تعلیمات کی موجودہ دور کی ذہنیت کو پیشِ نظر رکھ کر تشریح کرے اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو صراطِ مستقیم کی طرف لے جائے۔

اگر در دل جہانے تازہ داری بروں آور
کہ افرنگ از جراحت ہائے پنہاں بسمل افتاد است
(زبورعجم)

یورپ نے انسانی بھلائی کے جو بھی نظام بنائے وہ تجربے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ جمہوریت، اشتراکیت، مادیت، آمریت سب انسانوں کے لیے مصائب کے انبار لائے ہیں۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اس لیے مسلمانوں کو آگے بڑھ کر نسخۂ شفا قوموں کے سامنے پیش کرنا چاہیے، یورپ جو زخموں سے تڑپ رہا ہے، اس کے لیے مرہم مسلمانوں کے پاس ہے۔اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔آمین!

’’آپ فرما دیجئے یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے یہ کتابِ برحق آچکی، اب جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا، اپنے لیے کرے گا، اور جو بھٹکے گا اس کے بھٹکنے کا وبال بھی اسی پر ہوگا، تم ان کے ذمہ دار نہیں‘‘(۱)۔

حکیمِ مشرق علامہ اقبالؒ نے قرآن مجید کے بارے میں کیا خوب فرمایا ۔

تو ہمی دانی کہ آئینِ تو چیست؟ — زیرِ گردوں سرِّ تمکینِ تو چیست
آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم — حکمتِ او لایزال است و قدیم
نسخۂ اسرارِ تکوینِ حیات — بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
حرفِ او را ریب نے، تبدیل نے — آیہ اش شرمندۂ تاویل نے
پختہ تر از سودائے خام از زورِ او — درفتد باسنگ جام از زورِ او
می برد پابند و آزاد آورد — صید بنداں را بفریاد آورد
نوعِ انسان را پیامِ آخریں — حاملِ او رحمۃ للعالمین
رہزناں از حفظِ او رہبر شدند — از کتابے صاحبِ دفتر شدند
دشت پیمایاں ز تابِ یک چراغ — صد تجلی از علوم اندر دماغ
گر تو می خواہی مسلماں زیستن — نیست ممکن جز بقرآں زیستن

(اسرار ورموز: ص۱۲۲،۱۲۱، ربیع الاول ۱۴۲۰ھ جون ۱۹۹۹ء)

(۱) سورۂ یونس علیہ السلام: آیت ۱۰۸

زیرِ نظر مقالہ، رابطۂ ادبِ اسلامی کے ٢٨ رویں مذاکرۂ علمی، منعقدہ بعنوان
’’علامہ محمد ابن طاہر پٹنیؒ ودیگر علمائے گجرات اور ان کی علمی اور ادبی خدمات‘‘
بتاریخ: ٢٢-٢٤/ جنوری ٢٠١٠ء میں پیش کیا گیا۔

علامہ قطب الدین نہروالیؒ

مصنف: ’’الإعلام بأعلام بيت الله الحرام‘‘

ہندوستان کے مغربی علاقے میں بحرِ عرب کے کنارے آٹھویں صدی ہجری کی ابتدا سے ٩٨٠ھ تک ایک اسلامی ریاست قائم رہی تھی۔ گجرات کا یہ علاقہ اس کے نیک دل سلاطین اور علم دوست بادشاہوں کی وجہ سے علومِ اسلامیہ کا مرکز بن گیا تھا۔

’’نہروالا‘‘ کی مردم خیز سرزمین پر بڑے بڑے علما، مشائخ اور اصحابِ طریقت مقیم رہے ہیں۔

گجرات کے ان سلاطین میں سلطان احمد شاہؒ کی حکومت ٨١٣ھ تا ٨٤٥ھ رہی۔ سلطان احمد شاہؒ نے مکہ مکرمہ میں ایک مدرسہ بنایا تھا، جو ’’مدرسہ کھنبا تیہ‘‘ کے نام سے مشہور تھا۔

علامہ قطب الدین نہروالیؒ نے سلطان احمدؒ کے بارے میں لکھا ہے:

’’كان من أصحاب الخير الكثير، شديد المحبة للعلماء وكثير البر والصدقات‘‘۔

’’سلطان اہلِ خیر علما سے بہت محبت کرنے والے اور بہت داد و دہش کرنے والے تھے‘‘۔

سلطان محمود شاہؒ ٨٦٣ھ تا ٩١٦ھ فرماں روائے گجرات رہے، انہوں نے ’’محمد آباد‘‘ نام کا شہر بسایا تھا۔ رمضان المبارک ٩١٦ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

ان کے بعد ان کے فرزند سلطان مظفر شاہؒ تخت نشین ہوئے۔ یہ بڑے عادل وفاضل اور علما کے قدر داں تھے، بہترین خطاط (خوش نویس) تھے۔ اپنے ہاتھ سے کئی قرآن مجید لکھے، اور اس میں سے ایک مدینہ منورہ بھی بھیجا تھا۔ سلطان مظفر شاہ نے بھی مکہ مکرمہ میں ایک مدرسہ اور حاجیوں کے لیے مسافر خانہ بنایا تھا، مدرسے کے مدرسین، طلبہ اور رباط کے خدام کے لیے وظائف بھی مقرر کئے تھے۔ نیز ہر سال اہلِ حرمین کے لیے قیمتی ہدایا بھیجتے تھے۔ یہ مدرسہ حرم شریف کے بالکل قریب تھا۔ ٩٧٢ھ میں عثمانی سلاطین نے اسی جگہ ’’مدرسۂ سلیمانیہ‘‘ تعمیر کیا۔ ٩٣٢ھ میں سجدے کی حالت میں وفات ہوئی۔

بہادر شاہ بھی نیک دل اور عادل بادشاہ تھا۔ ٩٤٢ھ میں جب ہمایوں نے گجرات پر حملہ کیا اور بہادر شاہ کو شکست ہوئی تو انہوں نے اپنے گھر والوں اور نفیس زیورات اور قیمتی اشیا کو اپنے وزیر آصف خانؒ کے ہمراہ مکہ مکرمہ بھیج دیا تھا۔ آصف خانؒ کے بارے میں ’’النور السافر‘‘ کے مصنف رقمطراز ہیں:

’’كان رجلا صالحًا، جوادًا، شريف النفس، عالي الهمة. ولما خشي السلطان على حريمه ونفائس خزائنه، أمر الوزير بالذهاب إلى مكة‘‘.

’’(آصف خان) ایک نیک، سخی، شریف الطبع اور بلند ہمت شخص تھے۔ سلطان کو جب اپنے اہل وعیال اور عمدہ خزانوں کے بارے میں خطرہ محسوس ہوا تو وزیر کو مکہ مکرمہ چلے جانے کا حکم فرمایا‘‘۔

آصف خانؒ مکہ میں دس/۱۰ سال سے زیادہ عرصہ مقیم رہے۔ تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ ان دس سالوں میں انہوں نے بیماری یا عذرِ شرعی کے علاوہ کبھی حرم شریف کی کوئی جماعت ترک نہیں کی۔ علما کے ساتھ بے حد اکرام ومحبت کا تعلق رکھتے تھے، ان کے دور میں علم کی خوب خوب اشاعت ہوئی۔ طلبہ اپنے مشکل علمی مسائل ان سے حل کراتے تھے، اوران سے علمی مذاکرہ ہوا کرتا تھا۔ آصف خانؒ کی قدردانی کا یہ حال تھا کہ ان کو انعام واکرام سے نوازتے تھے۔ ان کی سخاوت اور بخششوں نے ’’خلفائے بنی عباس‘‘ اور ’’برامکہ‘‘ کی یاد تازہ کردی تھی۔

سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ:

’’إنه أنفق بمكة في سنة مأةً و خمسين صندوقا ذهبًا. حتى ألبس أهل مكة نساء هم وخدمهم حلي الذهب، الذي لم يعهد مثله، وتوسعوا في الملبس والمعاش بما لم يعرفوه قبل ذالک‘‘

’’انہوں نے ایک سال مکہ مکرمہ میں ایک سو پچاس صندوق سونا تقسیم فرمایا، یہاں تک کہ مکہ والوں نے اپنی عورتوں اور خادماؤں کو سونے کے ایسے زیور پہنائے جو اس سے پہلے ان کے یہاں نہیں تھے۔ اور کھانے پینے اور رہن سہن میں ایسی وسعت ہوئی جس کو اس سے پہلے جانتے بھی نہ تھے‘‘۔

۹۵۵ھ میں آصف خان گجرات واپس تشریف لائے؛ مگر ۹۶۱ھ میں اپنے مخدوم سلطان محمود کے ہمراہ شہید کردیئے گئے۔ جب اہلِ مکہ کو ان کی وفات کی خبر پہنچی تو مکہ مکرمہ میں کہرام مچ گیا، اور وہاں کے باشندے غم میں ڈوب گئے۔ اس دور کے مکہ کے مشہور شاعر شیخ عبدالعزیز زمزمی نے چھیاسی (۸۶) اَبیات پر مشتمل دردناک مرثیہ لکھا۔ صاحب ’’النور السافر‘‘ نے پورا مرثیہ نقل فرمایا ہے(۱)۔

گجرات کا علاقہ چوں کہ عرب کے قریب واقع ہوا ہے، بحرِ عرب اور خلیجِ عمان کے سوا اور کوئی علاقہ حائل نہیں ہے؛ اس لیے گجرات کے شہروں میں عربوں کی آمدورفت کثرت سے رہتی تھی۔ خصوصاً اشاعتِ اسلام اور اسلامی حکومت کے قیام اور علم پرور سلاطین کے سبب بہت سے عرب خاندان گجرات آکر بس گئے تھے۔

گجرات کے اس خطے میں نہروالا- جو آج کل پٹن کے نام سے مشہور ہے- بھی ہے، ہندوستان کی تاریخ کی بعض کتابوں میں اُسے ’’انہل واڑہ‘‘ لکھا گیا ہے۔ نہروالا کی سرزمین بہت مردم خیز واقع ہوئی، یہاں اکابر، علما، مشائخ اور اصحابِ طریقت مقیم رہے۔

قطبی خاندان گجرات میں:

تقریباً ساتویں صدی ہجری میں عدن کے باشندوں میں سے ایک عالم گجرات آئے، جن کا اسمِ گرامی محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن عمر بن محمدؒ تھا۔ انہوں نے نہروالا (موجودہ پٹن) کو اپنا وطن بنایا، پورے علاقے میں ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کا شہرہ تھا۔

(۱) النور السافر: ص۱۲۰

اُن کے بعد اُن کے خاندان کے دوسرے افراد بھی ہجرت کر کے گجرات آنے لگے، اُن میں سے ایک شخص علاء الدین ابوالعباس احمد بن شمس الدین محمد بن قاضی خان بہاء الدین محمد بن یعقوب بن حسن بن علی بن محمد العدنیؒ بھی تھے۔

اُن کی ولادت ۸۷۱ھ میں نہروالا میں ہی ہوئی۔ انہوں نے اپنے والد اور دادا، نیز بہت سے علما سے علم حاصل کیا، جن میں شیخ محمود بن ادریسؒ زیادہ مشہور تھے۔ جب علومِ اسلامیہ میں کمال حاصل کرلیا تو سلطان محمود شاہؒ نے اُن کو گجرات کا منصبِ قضاء سپرد کیا۔

۸۹۹ھ میں شیخ احمدؒ نے نہروالا سے مکہ مکرمہ کا سفر کیا، اور حج ادا کر کے مکہ مکرمہ میں ہی مقیم ہوئے، اور مکہ مکرمہ اور دیگر اسلامی شہروں کے علما سے روابط پیدا کئے۔ علامہ سخاویؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے بھی کسبِ فیض فرمایا۔ علامہ سخاویؒ نے ''الضوء اللامع'' میں ان کا تذکرہ فرمایا ہے، اور تحریر فرمایا ہے کہ:

''۹۰۰ھ میں شیخ احمد نہروالا تشریف لائے، مگر دوبارہ مکہ مکرمہ لوٹ گئے، اور احمد شاہ گجراتی کے بنا کردہ مدرسے میں مدرس ہوگئے تھے۔ آخری عمر میں بینائی سے محروم ہوگئے تھے، ۹۴۹ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی''۔

اسی طرح شیخ محمد بن شیخ احمد کی ولادت بھی ہندوستان میں ہوئی، اور وہ بھی اپنے والد کی طرح ''نہروالی'' سے مشہور ہوئے۔ ان کی ولادت ۹۱۷ھ میں مقام لاہور میں ہوئی، جیسا کہ انہوں نے خود تحریر فرمایا ہے۔

ہمیں یقینی طور پر یہ معلوم نہیں کہ یہ حجاز کب گئے، البتہ علامہ سخاوی و دیگر مؤرخین کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا خاندان نہروالا میں رہا؛ مگر اُن کے خاندان کے بعض افراد مختلف زمانوں میں ہجرت کرتے رہے۔ اخیری فرد جنہوں نے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کی، شیخ عبدالکریم بن محبّ الدین تھے۔ ان کی ولادت احمد آباد میں ۹۶۱ھ میں ہوئی تھی، اپنے والد شیخ محبّ الدین کے ہمراہ مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ شیخ محبّ الدین یمن کے شہر جبلہ کے قاضی تھے۔

اور جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا کہ سلاطینِ گجرات کا حجاز کے ساتھ گہرا ربط اور تعلق تھا، انہوں نے وہاں مدارس ور باط تعمیر کئے تھے۔ ان اداروں کی نگرانی قطبیؒ کے والد کو سپرد ہوئی تھی، اور اس کے بعد علامہ قطبی اور اس کے بعد یہ نگرانی کا کام ان کے بھتیجے عبدالکریم کے حصے میں آیا تھا۔ گجرات پر جب مغل بادشاہوں کے حملے شروع ہوئے تو آصف خان مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے۔ آصف خان کے ساتھ علامہ قطبیؒ کے اچھے تعلقات تھے، انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ آصف خان کے ساتھ استنبول کا سفر بھی ہوا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ آصف خان کا یہ سفر ترکی کے سلطان سے مدد طلب کرنے کے سلسلے میں ہوا ہو؛ اس لیے کہ آصف خان کے مکہ مکرمہ پہنچنے سے دو سال قبل عثمانی سلطان حجاز پر قابض ہوگئے تھے۔ بلکہ ان کی فوجیں گجرات کے ساحل کی طرف بھی پہنچ گئی تھیں؛ تا کہ پُرتغالی حملہ آوروں کا مقابلہ کرسکیں، جنہوں نے دھوکے سے بہادر شاہ کو قتل کر دیا تھا، اور پورے علاقے میں لوٹ مار اور فساد پھیلا دیا تھا؛ مگر عثمانی فوجیں پُرتغالیوں کو شکست دینے میں کامیاب نہ ہوسکیں۔

مغلوں کے داخلی اور پرتگالیوں کے خارجی حملوں نے گجرات کے علاقے کو برباد کردیا تھا، اور ہر طرف انارکی پھیلی ہوئی تھی، اِن ہی حالات سے مجبور ہوکر قطبیؒ اور ان کے اہلِ خاندان ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے تھے۔ شاید یہ ہجرت ۹۳۵ھ سے پہلے ہوئی ہے؛ اس لیے کہ علامہ قطبیؒ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل بلوغ وہ اپنے والد اور گھر والوں کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ گئے تھے؛ چناں چہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"ارتفع سعر الماء جدًا في يوم عرفة، وكنت يومئذ مراهقًا في خدمة والدي (رحمه الله تعالىٰ)، و فرغ الماء الذي كنا حملناه من مكة إلى عرفات، وعطش أهلنا، فتطلبت قليلاً من الماء للشرب، فاشتريت قربة صغيرة جداً يحملها الإنسان بإصبعه بدينار ذهب".

"عرفہ کے دن پانی کی قیمت بہت بڑھ گئی۔ میں اس وقت ابھی نابالغ تھا، اور اپنے والد کی خدمت میں تھا۔ ہم لوگ مکہ مکرمہ سے جو پانی عرفات لے گئے تھے وہ ختم ہوگیا تھا اور گھر والوں کو پیاس کا تقاضہ ہوا، تو مَیں نے پانی تلاش کیا۔ مَیں نے ایک بالکل چھوٹی سی مشکیزہ جس کو آدمی اپنی دو انگلیاں پر اٹھا سکتا ہے، ایک سونے کے دینار کے بدلے خریدا۔"

اسی طرح وہ ۹۳۲ھ میں سلیمان رئیس کے مکہ میں آنے کا واقعہ نقل فرماتے ہیں، جس کو انھوں نے قریب سے دیکھا تھا:

"وصل سليمان الرئيس إلى مكة، و دخل من الحجون. وجميع عسكره قدامه صفوفا بعد صفوف مشاةً، كلهم حاملين

بنادقهم على أكتافهم. و رأيت أول عسكره في المعلاة، و آخرهم في الحجون. ورأيت سليمان و خير الدين راكبين حصانين، و ما في العسكر راكب غيرهما".

"سلیمان رئیس مکہ مکرمہ میں پہنچے اور مقامِ حجون سے داخل ہوئے۔ ان کا پورا لشکر اُن کے سامنے صف بہ صف پیدل چل رہا تھا، سب اپنی اپنی بندوقوں کو اپنے اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔ اور مَیں نے سلیمان اور خیرالدین کو دیکھا کہ وہ دونوں دو گھوڑوں پر سوار ہیں، اور لشکر میں ان دو کے علاوہ کوئی سوار نہ تھا"۔

ولادت و نام و نسب:

علامہ قطب الدینؒ کی ولادت ۹۱۷ھ میں ہوئی۔ علامہ عبدالحیؒ حسنی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"الشيخ العالم العلامة محمد بن أحمد بن محمد بن محمود الحنفي النهروالي المفتي قطب الدين بن علاء الدين المكي، صاحب "الإعلام بأعلام بيت الله الحرام" كان من العلماء المبرزين في الحديث و الفقه و الأصلين و الإنشاء، والشعر، وُلد بلاهور سنة سبع عشرة و تسع مأة، واشتغل على والده بالعلم......الخ".

صاحبِ "معجم المؤلفین" بھی ان کا تذکرہ فرماتے ہیں: "محمد النہروالی" (۹۱۷-۹۹۰ھ، ۱۵۱۱-۱۵۸۲ء)۔

محمد بن أحمد بن محمد بن محمود النهروالي، الهندي، ثم المكي، الحنفي، قطب الدين، مؤرخ، فقيه، مفسر، عالم بالعربية، ناظم، من تصانيفه: "البرق اليماني"، "الإعلام بأعلام بيت الله الحرام"، "طبقات الحنفية" و "مناسک الحج"(۱).

علامہ خیر الدین زِرِکْلیؒ نے سنہ ولادت کا ذکر نہیں کیا، اور سنہ وفات بھی ۹۸۸ھ لکھی ہے؛ مگر زیادہ تر تذکرہ نگار ۹۹۰ھ میں وفات لکھتے ہیں(۲)۔

بعض مصنفین نے ان کی نسبت ''النہروانی'' لکھی ہے؛ حالاں کہ صحیح ''النہروالی'' ہے(لام کے ساتھ)، نہروان گجرات میں نہیں ہے(۳)۔

نہروالا جس کو''انہل واڑہ'' کہا جاتا تھا؛ گجرات، ہندوستان میں ہے جو آج کل پٹن سے مشہور ہے۔

علامہ قطبیؒ کی تعلیم:

ان کے والد کا شمار بڑے حنفی علما میں تھا، اور گجرات کی اسلامی حکومت میں سلطان محمود شاہ (۸۶۳ھ-۹۱۶ھ) کے دور میں منصبِ قضا پر فائز تھے۔ علامہؒ نے اپنے والدِ مکرم سے علم حاصل کیا، نہروالا سے سفر کرنے سے قبل انہوں نے فارسی زبان سیکھی، اور اس میں اتنی قابلیت پیدا کی کہ فارسی اشعار کہنے لگے، اور بعض کتابوں کے ترجمے بھی کیے۔

---

(۱) معجم المؤلفین، عمر رضا کحالۃ: ۹/ ۱۷/ ۱۸

(۲) الأعلام لخير الدين الزِرِكْلي: ٦/ ٢٣٤) (۳) معجم البلدان: ٥/ ٣٢٤-٣٢٧

ان کے مکہ مکرمہ ہجرت کے ابتدائی دور میں ترکی سلطان کا حجاز پر غلبہ ہو چکا تھا۔ سلطان ''امیر الحج'' کی حیثیت سے اپنے بعض نمائندوں کو مکہ مکرمہ بھیجتے تھے، اور فوجی قائدین بھی مکہ مکرمہ آتے رہتے تھے۔ علامہ قطبیؒ کے ان کے ساتھ روابط ہونے لگے تو انہوں نے ترکی زبان بھی سیکھ لی۔ اور اُس میں اتنی مہارت پیدا کر لی کہ ترکی زبان میں شعر گوئی اور تصنیف وترجمہ پر قادر ہو گئے، اور ترکی کے دو مرتبہ سفر کرنے کے سبب اس میں مزید پختگی پیدا ہو گئی؛ بل کہ علامہ جب مصر میں بغرض تعلیم مقیم تھے تو وہاں بھی ترکی زبان کے حصول میں مدد ملی ہوگی؛ اس لیے کہ اس زمانے میں مصر میں عثمانی حکومت ہی کا دور تھا۔ ان کی عربی تعلیم کا سلسلہ اس طرح ہے کہ انہوں نے فقہِ حنفی اپنے والدِ مکرم سے حاصل کیا، اور مکہ مکرمہ طالبِ علمی ہی کے زمانے میں پہنچے؛ کیوں کہ ان کی عمر ابھی پندرہ سال سے بھی کم تھی کہ یہ سفر ہوا تھا۔ مکہ مکرمہ میں بعض مشاہیر علما سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا، مثلاً شیخ محبّ الدین محمد بن عبد العزیز بن عمر بن محمد بن فہد الہاشمی المکیؒ جو مکہ کے مشہور مؤرخ تھے۔ نیز شیخ محبّ الدین احمد بن محمد النویری العقیلیؒ جو مسجدِ حرام کے خطیب تھے، ان کے علاوہ دیگر علما سے بھی استفادہ فرمایا۔ علاوہ ازیں مؤرخِ یمن شیخ عبد الرحمٰنؒ جو صاحبِ تصانیف عالم تھے، ان کے اساتذہ میں ہیں۔

پھر ۹۴۳ھ میں جب کہ آپ کی عمر چھبیس سال کے قریب ہوگی طلبِ علم کے لیے مصر روانہ ہوئے۔ اس دور میں مصر علما وفضلا سے بھرا پڑا تھا، اور وہاں بڑے بڑے مشائخ کے چشمۂ فیض جاری تھے۔ علامہ قطبیؒ کے الفاظ ہیں: کانت مصر

مشحونة بالعلماء العظام، مملوئة بالفضلاء الفخام، ميمونة بيمن بركات المشايخ الكرام ،كأنها عروس تتهادى بين أقمار وشموس-

مصر بڑے بڑے علما اور نامور فضلا سے بھرا ہوا تھا، اور بڑے بڑے مشائخ کی برکتوں سے معمور تھا، گویا کہ مصر ایک دلہن تھی جو چاند اور سورج کے درمیان چل رہی تھی۔

مصر میں انہوں نے بڑے بڑے علما سے استفادہ کیا۔ ان کے اساتذہ میں شیخ عبدالحق السنباطی، شیخ محمد تونسی، شیخ ناصرالدین اللقانی وغیرہ ہیں۔ اور مشائخ میں شہاب الدین احمد بن موسیٰ بن عبدالغفار المغربی ثم المصری نزیلِ حرمین ہیں (ان کے والد سلطان غوری کے دیوان میں اربابِ قلم میں تھے) شیخ احمد نے قہوہ کے بارے میں ایک کتاب بھی لکھی تھی، الجزیری حنبلی نے جس کا اختصار بھی کیا تھا۔

شیخ قطبیؒ ۹۶۴ھ میں ترکی کے سفر کے درمیان ملکِ شام سے بھی گزرے ہیں اور وہاں کے مشاہیر علما سے بھی ملاقات کر کے استفادہ کیا۔ ان میں شیخ الاسلام الغزیؒ بھی ہیں، ان سے پہلے مکہ مکرمہ میں کسبِ فیض کیا اور پھر شام میں بھی استفادہ کیا۔ ان کے علاوہ شیخ علاء الدین بن عماد الدینؒ اور قاضی کمال الدین الحمزاویؒ وغیرہ سے بھی فائدہ اٹھایا۔

اسی طرح استنبول میں بہت سے ترکی علما سے بھی ملاقات کر کے استفادہ فرمایا۔ فارسی، ترکی اور عربی زبانوں میں مہارت اور مختلف ممالک کے مشاہیر علما سے استفادے کے سبب علامہ قطبیؒ کی علمیت میں کافی گہرائی اور ثقافت وسیع ہوگئی تھی، اور وہ علم میں اس مقام کو پہنچ گئے کہ ان کی طرف نظریں اٹھنے لگیں۔ دینی علوم میں کمال

کے سبب ان کو مکہ مکرمہ میں منصبِ افتا سپرد ہوا، اور بالآخر وہاں کے قاضی مقرر ہوئے۔ ان خدمات کے ساتھ ساتھ انہوں نے مکہ مکرمہ کی ایک ایسی تاریخ لکھی جو آج ایک اہم مرجع شمار ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی کتابیں تالیف فرمائیں جو آپ کی وسعتِ علم اور گہری معرفت کی شہادت دے رہی ہیں۔ ترکی زبان کی واقفیت کے سبب اس عہد کے ترکی حکام کے یہاں بھی ان کو بلند مرتبہ حاصل تھا، اور انہوں نے بعض ترکی کتابوں کا عربی ترجمہ بھی کیا، مثلاً ترکوں کے یمن فتح کرنے کی تاریخ عربی میں منتقل کی۔ یہ کتاب فاتحِ یمن سنان پاشا نے ان کی خدمت میں پیش کی تھی، آپؒ نے اس کا عربی ترجمہ کیا؛ بلکہ اس میں مفید معلومات کا اضافہ بھی فرمایا۔

اسی طرح ترکی وزیر لطفی پاشا نے ”شرح الفقه الأكبر“ کا ایک رسالہ مرحمت فرمایا تو علامہ قطبیؒ نے پہلے اس کا عربی ترجمہ کیا اور پھر وزیر موصوف کی خواہش پر اس کو فارسی زبان میں منتقل کیا۔ وزیر موصوف بہت خوش ہوئے اور شیخ کے ساتھ انعام واحسان کا معاملہ فرمایا۔

اُن کے یہ تصنیفی اور تالیفی نقوش ان کے علمی مقام ومرتبے کا پتہ دے رہے ہیں، نیز شیخ رحمہ اللہ نے ان کتابوں کے ذریعہ اپنے دور کے طلبہ، علما اور حکام کی علمی پیاس بجھانے کی کوشش کی ہے۔

بیرونی اسفار:

مصر کے اسفار: علامہ قطبیؒ نے مصر کے متعدد سفر فرمائے، سب سے پہلا سفر گجرات کے وزیر عمدۃ المُلک کے ساتھ ۹۴۴ھ میں ہوا۔ پھر دوبارہ بغرضِ تعلیم مصر

تشریف لاکر مقیم رہے۔اس کے بعد ۹۵۴ھ میں سفر ہوا۔ پھر رمضان المبارک ۹۶۵ھ میں قسطنطنیہ سے واپسی میں چند روز تشریف لائے، اور حاجیوں کے قافلے کے ساتھ ساحلی راستے سے ۳؍ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ واپسی ہوئی۔

شام کے اسفار: اسی طرح ملکِ شام کے بھی چند سفر ہوئے۔ ۹۶۵ھ میں قسطنطنیہ جاتے ہوئے ۱۶؍محرم الحرام کو مدینہ منورہ سے عازمِ سفر ہوئے، اور ۱۵؍صفر المظفر کو دمشق پہنچے۔ ۱۲؍ربیع الاول تک دمشق میں قیام رہا، اس مدت میں وہاں کے علما اور مشاہیر ادبا واہلِ علم سے ملاقاتیں رہیں۔ اپنے سفرنامے میں اس کا مفصل تذکرہ فرمایا ہے۔

۱۶؍ربیع الاول کو ''حمص'' میں وارد ہوئے؛ دو روز قیام فرما کر علما، مشائخ وادبا سے ملاقاتیں فرمائیں۔ پھر وہاں سے شہر ''حلب'' کا رخ فرمایا، وہاں علما وادبا سے ملے، وہاں ان کا بہت اعزاز واکرام ہوا۔ بروز اتوار ۲؍جُمادی الاولیٰ کو ترکی کا سفر فرمایا۔ علامہ قطبیؒ جس شہر میں بھی تشریف لے جاتے وہاں کے علما وادبا سے ملاقات فرماتے، ان کے ساتھ علمی مذاکرہ ہوتا اور ادبا کے ساتھ شعری نشستیں ہوتیں۔

صاحب ''الکواکب السائرة'' علامہ غزیؒ نے لکھا ہے کہ میرے والد نے جو اس زمانے میں علامۃ الشام سے معروف تھے، قطبیؒ کا بہت اعزاز واکرام فرمایا تھا، اور ان کی بہترین مہمانی فرمائی، علامہ قطبیؒ ''حارة القرماني'' میں مقیم تھے۔ اسی طرح جب قطبیؒ حلب تشریف لے گئے، تو شیخ الاسلام المرعشیؒ نے ان کی بہترین ضیافت کی؛ اس کے باوجود علامہ قطبیؒ نے جو سفرنامہ لکھا ہے، اس میں اہلِ شام سے وہ شاکی نظر آتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''رأيت أهل الشام يغلب عليهم الجفاء والجلافة، والانقباض عن الغرباء، فلم ألف أحدًا منهم''.

''مَیں نے اہلِ شام کو دیکھا کہ ان پر سخت مزاجی غالب ہے، اور وہ اجنبیوں سے دور دور رہتے تھے؛ اس لیے مجھے ان میں سے کسی سے اُنسیت نہیں ہوئی''۔

مگر یہ تاثر عام اہلِ شام کے اخلاق کے ساتھ میل نہیں کھاتا۔ واللّٰہ أعلم!

علامہ قطبیؒ نے علمائے شام میں سے ایک عالم شیخ شمس الدین محمد بن ہلال الحمصیؒ کے بارے میں لکھا ہے: ''له شعر لا بأس به، من أواسط الشعر، فامتدحني بقصيدة، فأرسلت إليه بكسوة، و معها هذه الأبيات، قصدت بها التعرض بأعيان الشام''.

لافُضَّ فوک، أديب زمانه	نظمًا، و فاضل عصره و أوانه
أبرزت من بحر القريض جواهرًا	وقطفت زهر النظم من أفنانه
لا عيب فيه، سوى مديح فائق	أبصرت قدري قاصرا عن شأنه
و عجبت إذ خالفت أهل الشام في	حب الغريب، وحِرْتُ في إمكانه
وأظن بالتحقيق أنک هاهنا	مثلي غريب الدار عن أوطانه

علامہ قطبیؒ اپنے سفرنامے میں صرف ادبا وعلما کا تذکرہ ہی نہیں فرماتے؛ بلکہ شہروں کے آثار اور ان کی دیگر خصوصیات کو بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً شہر حمص کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"و هي بلـدة كبيرة جدا، إلا أن غالبها خراب، و لها حصار عظيم و حصن بها، و يجري بها النهر العاصي، و كانت من محاسن الشام إلا أنها دثرت الآن، الموجود الآن في دفتر العوارض أربعة ألاف و أربع مأة بيت، و ذلک خارج عن ألف بيت تقريبًا ليسوا في الدفتر، لأنهم لايعطون شيئا من العوارض، و في نسائهم جمال وحسن ليس في غيرهن من أهل ذلک القطر".

ترکی کا سفر: شیخ قطبیؒ نے ۹۶۵ھ میں استنبول کا سفر فرمایا۔ان کا یہ سفر شریف مکہ حسن بن ابی نمیؒ کے نمائندے اور قاصد کی حیثیت سے تھا۔شریف مکہ نے مدینہ منورہ کے قاضی کو عہدے سے ہٹانے کی سفارش لے کر ان کو سلطان سلیمان القانونیؒ کی خدمت میں بھیجا تھا۔قاضی صاحب کے خلاف حجاز کے شریف لوگوں کے ساتھ ناروا سلوک کرنے کی شکایت تھی، اس نے شیخ قطبیؒ کو قاضی کے معزول کرنے کی درخواست اور بہت سے ہدایا لے کر بھیجا تھا۔شیخ کے ساتھ شریف کے کچھ اور آدمی بھی تھے؛ مگر یہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔علامہ قطبیؒ نے اپنے اس سفر کا حال اپنی کتاب "الفوائد السنية في رحلة المدينة و الرومية" میں لکھا ہے۔شیخ نے یہ سفر محرم الحرام ۹۶۵ھ سے شروع فرمایا تھا، ملکِ شام سے ہوتے ہوئے ۹/جمادی الاولیٰ کو "اذنہ" سے گزرے، اور شہر "آق" میں ۲۳/جمادی الاولیٰ کو پہنچے، ۲۵/جمادی الاولی کو یہاں سے آگے کا سفر شروع فرمایا۔شیخ نے اس شہر کے قاضی کے بخل کا قصہ بھی اس سفر نامے میں لکھا ہے؛ حالاں کہ ۹۵۴ھ میں قاضی موصوف حج کے زمانے میں شیخ قطبیؒ سے متعارف ہو چکے تھے۔

یکم جُمادی الاخریٰ کو "قرۃ ایوک" نامی گاؤں کا رخ کیا؛ تاکہ سلطان سلیمان کے فرزند سلطان بایزیدؒ سے ملاقات کریں۔سلطان سلیمان نے اپنے اس فرزند کو اس شہر میں نظر بند کر کے رکھا تھا، قطبیؒ نے اس ملاقات کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔

علامہ قطبیؒ اپنا روز نامہ پابندی سے لکھتے اور اس کو ایک جھولے میں رکھ دیتے تھے۔"قرۃ ایوک" سے جب روانہ ہوئے تو یہ بیگ یا جھولا گر گیا۔شیخ کو اس کا بہت رنج ہوا، تو انہوں نے سلطان بایزید کے جو سپاہی شیخ کے ہمراہ تھے، ان میں سے کسی کو سلطان کی خدمت میں بھیجا؛ تاکہ تلاش کروا کر جھولا واپس کرے۔سلطانؒ نے مختلف گاؤں کے چودھریوں کو جمع کر کے اس کی تلاش کا حکم دیا، کافی تلاش اور جد و جہد کے بعد ایک عورت کے پاس سے حاصل کر لیا۔اس عورت کو انعام دیا گیا، اور یہ امانت شیخ تک پہنچا دی گئی۔شیخ ۱۱/جُمادی الاخریٰ کو استنبول پہنچے، اور ۲۷/شعبان تک یعنی ۵۵/روز مقیم رہے۔سلطان اور دیگر وزرا سے شرفِ زیارت حاصل کیا۔علما اور شہر کے سربر آوردہ لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔شیخ الاسلام ابو السعود العمادیؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے، اور ان کی مدح میں عربی قصیدہ کہا، جس کا مطلع یہ ہے:

قبولا ، و إلا خاب سعي الخواطر
و عذرًا ، و إلا ضاق باب المعاذر

یہ قصیدہ ۳۰/ابیات پر مشتمل ہے۔شیخ الاسلامؒ نے اس کو پسند فرمایا، ان اشعار کو ترنم سے پڑھتے تھے، اور فرماتے تھے: "إن من الكلام لدرًّا، و إن هذا منه"۔

ان کے علاوہ مختلف مسلک ومشرب کے علما سے ملاقاتیں کیں، بہت سے علما ان کی ملاقات کے لیے بھی حاضر ہوتے تھے۔شیخ قطبیؒ نے سلطان، وزرا اور ملک

کے اعلیٰ عہدے داروں کو بہت سے قیمتی ہدیے دیے، جس میں ہندوستان کے قیمتی کپڑے زری لباس بھی تھے۔

علامہ قطبی رحمہ اللہ کو علم وفضل کے سبب اپنے بہت سے ہم عصروں پر بلند مرتبہ حاصل ہوا تھا، اور اس کا طبعی نتیجہ تھا کہ معاصرین میں سے ایک طبقہ حسد ومخالفت کرنے لگا تھا۔

ترکی حکام کے نزدیک ان کی بہت قدر وقیمت تھی؛ چناں چہ ترکی کا کوئی بھی بڑا عہدے دار حج کے لیے آتا تو شیخ قطبیؒ مُطَوِّف کے فرائض انجام دیتے۔ ترکی حکام ان کے علاوہ کسی اور سے یہ خدمت انجام دلانا پسند نہ فرماتے، یہ اعلیٰ حکام بہت سے قیمتی عطیات سے شیخ کو نوازتے تھے۔ ترکوں نے شیخ کو بہت سے دینی منصب سپرد کر رکھے تھے، درس وتدریس اور افتا وغیرہ امور شیخ کے پاس تھے۔ اور شیخ کی تنخواہ شیخِ حرم کی تنخواہ کے قریب تھی، شیخِ حرم کا مرتبہ شریف مکہ کے بعد سمجھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی وجہ تھی کہ مکہ والے شیخ کو باہر کا آدمی (رجل طارئ) سمجھتے تھے، ان کے نزدیک باہر کا آدمی اس قدر وقیمت اور احترام واکرام کا مستحق نہیں تھا۔

شیخ کے مکان میں آگ کا حادثہ:

علامہ قطبیؒ اپنے روزنامے میں لکھتے ہیں کہ میں ۱۹/ربیع الاول ۹۵۹ھ بدھ کے روز ''برکۃ ماجد'' کی طرف بعض دوستوں کے ہمراہ تفریح کے لیے گیا، اس اثنا میں مکہ شریف کے میرے گھر میں آگ لگ گئی، مجھے اس کا سبب معلوم نہیں۔ آگ میرے اسباب وکتب خانہ والے کمرے سے شروع ہوئی۔ میرے کتب خانے میں

۱۵۰۰ نفیس کتابیں، عمدہ جلدوں میں موجود تھیں۔ ان میں سے بعض کتابیں تو میرے محترم والد صاحبؒ کی طرف سے ملی تھیں، اور بعض بندے نے خریدی تھیں؛ یہ سب کی سب خاکستر ہوگئیں۔ اور گھر کی ہر چھوٹی بڑی اشیا نذرِ آتش ہوگئیں، میرے بدن کے کپڑے کے علاوہ کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

میرے اہل وعَیال بالائی منزل میں تھے، ان کے لیے سیڑھی سے اترنا ناممکن ہوگیا تو پڑوس کی چھت پر کود کر جان بچالی، اور باسطیہ چلے گئے۔ الحمدللہ! میرے اہل وعَیال کی جان سلامت رہی۔ اس حادثے کے بعد قلب کی تسلی کے لیے مَیں نے فوراً مدینہ منورہ کا سفر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میرے نقصان کو پورا فرمایا، اور اس سے اچھی کتابیں اور اسباب عنایت فرمادیئے۔ بندے نے ''جموم'' کی مسجد کی دیوار پر یہ اشعار دیکھے تو مَیں نے اس کو اپنے لیے غیبی بشارت سمجھا(۱)؎

ولا تجزع إذا أعسرت يومًا — فقد أيسرت في الدهر الطويل
ولا تظن بربک ظن سوء — فإن اللّٰه أولی بالجميل

آگ لگنے کے اسباب:

لکھتے ہیں کہ مکہ معظّمہ کے علما میں کعبۃ اللہ کی چھت کی اصلاح وترمیم کرنے کے بارے میں اختلاف ہوا۔ کعبۃ اللہ کی چھت میں کمزوری پیدا ہوگئی تھی، تو بعض علما اس کی اصلاح کے جواز کا خیال رکھتے تھے۔ علامہ قطبیؒ کی بھی یہی رائے تھی؛ مگر بعض اس کو توڑنا اور اصلاح کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

---

(۱) هذه الأبيات قد نُسبت إلى أمير المؤمنين علي بن أبي طالبؓ . (علي بن أبي طالب، شخصيته، وعصره. تاليف: علي محمد محمد الصلابي: ص۴۰۷)

۱۵/ربیع الاول کوحرم شریف میں علما کی مجلس ہوئی، اور اس مسئلے پر بحث وتمحیص کے بعد قائلینِ جواز کی رائے کو اختیار کیا گیا۔ اس مجلس کے تین روز بعد ۱۹/ربیع الاول کوعلامہ قطبیؒ کے گھر میں آگ کا حادثہ ہوا، اس لیے علامہ قطبیؒ کے معاصر شیخ عبدالقادر الجزیری حنبلیؒ مؤلف "درر الفوائد المنظمة" اس آگ کے حادثے کو اسی اختلاف کا سبب بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"**وقع حريق في بيت الشيخ قطب الدين الحنفي، واحترقت كتبه، فزعموا أن ذالک بسبب الفتيا بهدم مايحتاج إليه من عمارة السقف بالبيت الشريف، و تقولوا عليه مالم يكن ...... الخ**"(۱).

شیخ عبدالقادر حنبلیؒ نے اس واقعے کی پوری تفصیل لکھی ہے۔

علامہ قطبیؒ کا کتابوں کا شوق:

اس دور میں جس عالم کے پاس ۱۵۰۰/نفیس کتابوں کا ذخیرہ موجود ہو، وہ یقیناً بہترین کتب خانہ کہے جانے کا مستحق ہے۔ علامہ قطبیؒ صاحبِ ثروت تھے، اس لیے آسانی سے عمدہ کتابیں خرید کر جمع کر لیتے تھے۔ علامہ شوکانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"**وكانوا – يقصد الأتراك – يعطونه العطاء الواسع، و كان يشتري بما يحصله منهم نفائس الكتب، و يبذلها لمن يحتاجها، واجتمع عنده منها ما لم يجتمع عند غيره**".

(۱) درر الفوائد: ص۲۲

اور وہ لوگ- یعنی ترکی- ان کو بڑے بڑے ہدایا دیتے تھے۔ شیخ رحمہ اللہ ان ہدایا سے عمدہ کتابیں خریدتے تھے، اور ضرورت مندوں پر بھی خرچ کرتے تھے؛ اس لیے ان کے پاس ایسی کتابیں جمع تھیں جو دوسروں کے پاس نہیں تھیں۔

اور پھر علامہ قطبیؒ کا جو رتبہ تھا، اور جن بڑے بڑے مناصب پر فائز تھے، اس کی وجہ سے بھی حرمین شریفین کے کتب خانوں سے استفادہ اور نقل کی سہولتیں ان کو مُیَسَّر تھیں۔ ان کتب خانوں میں سے سلطان قائتبائیؒ کے قائم کردہ دو کتب خانے زیادہ معروف اور قیمتی تھے۔ خود علامہ قطبیؒ رقمطراز ہیں کہ:

"**وقد استولت عليها أيدي المستعيرين، وضيعوا منها جانبًا كبيرًا، وبقي منها ثلاث مأة مجلد، و هي تحت تكلم مؤلف هذا الكتاب، صنتها، وكملت بعض مافات منها، وجلدت منها ما يحتاج إلى التجليد، واستخلصت بعض ما وجدته، وأعددته إلى الوقف**" اسی مدینہ منورہ کے سفر کے تذکرے کے ذیل میں وہاں کے کتب خانے کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: "**وكان نزولي في خزانة كتب الأشرف قايتبايي رحمه الله، و نزل الأولاد والخدم عند الصهر العزيز البرهاني إبراهيم بن أحمد المالكي**"(۱)۔

علامہ قطبیؒ کے برادر قاضی محبّ الدین بن علاء الدین کا کتب خانہ اور گھر کا سارا اثاثہ لوٹ لیا گیا تھا۔ علامہ قطبیؒ اپنے ایک عربی قصیدے میں- جس کا مطلع یہ ہے:

الدنّ لي والكأس والقرقف
و للفقيه الكتب والمصحف

(۱) رحلة القطبيؒ المخطوطة: صفحة:۸

تحریر فرماتے ہیں: "**ذهبت القصيدة مع مسوداتي و رسائلي و كتبي في الحريق الواقع ٩٥٩هـ**" مگر اللہ تعالیٰ نے علامہ رحمہ اللہ کو دوسری بہترین کتابوں کا بدل مرحمت فرما دیا تھا۔ بعض قیمتی مخطوطات جن پر ان کا نام یا تعلیقات ہیں، مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ بعض کتابیں حادثے کے بعد لکھی گئیں، اور بعض کو دوبارہ لکھوایا گیا، اس کا مختصر ذکر آئندہ صفحات میں ہوگا۔

علامہ کے اقتصادی حالات:

علامہ کے والدِ مرحوم اور خود ان کو سلاطینِ گجرات کی طرف سے عطیات ملتے تھے، اور مکہ معظّمہ کے مدرسے اور رباط کے اہتمام ونگرانی کے سبب بھی سلاطین ان کی خدمت کرتے تھے۔ پھر ترکوں نے بھی ہر طرح ان کی قدر شناسی کی، اور جیسے علامہ شوکانیؒ نے لکھا: "**يعطونه العطاء الواسع**" ترک قیمتی ہدایا پیش کرتے تھے۔ اسی طرح مکہ مکرمہ کے امرا اور اعلیٰ حکام سے بھی بہت قریبی روابط تھے، اسی لیے شیخ کو قسطنطنیہ کی سفارت کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔ اس لیے شیخ خوشحالی کی زندگی گزارتے تھے، اور دوستوں، نیز اہلِ تعلق پر بھی خرچ کرتے تھے۔ علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں:

"**كان كثير التنزهات في البساتين، و كثيرًا ما يخرج إلى الطائف، يستصحب معه جماعة من العلماء والأدباء، و يقوم بكفاية الجميع**"(١).

ترکی سلاطین نے ان کی تنخواہ شیخ حرم کے مشاہرے کے قریب قریب مقرر کی تھی۔ اور انہوں نے جب "مدرسہ سلطانیہ" کی بنیاد ڈالی تو فقہِ حنفی کا شعبہ شیخ قطبیؒ

(١) البدر الطالع: ج۲/ص۵۲

کے سپرد ہوا، ان مدارس پر حکام بے دریغ مال خرچ کرتے تھے۔ نیز ترکی حکام وولاۃ میں سے کوئی حج یا عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ آتے تھے تو شیخ ہی ان کو طواف کراتے تھے، اور وہ حکام قیمتی بخششوں سے ان کو نوازتے تھے۔

علامہ قطبیؒ سلطان سلیمان القانونیؒ کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"**و قد أهلني لأن قبلت يده، و ألبسني تشريفة التشريف، و شملني بإحسانه الوافر الوريف، مما أنا إلى الآن أتقلب في جزيل إنعامه، وأعيش إلى الآن في فائض تفضلاته و إكرامه، وأترحم على ذاته كلما ذكرت إحسانه**"۔ اور فرماتے ہیں کہ: "**إنه خصص له مرتب يومي عندما عهد إليه بالتدريس في مدرسة الأحناف "السليمانية" بلغ ستين عثمانيا في اليوم، و هذا مبلغ يعتبر في ذالک العهد ضخمًا**".

علامہ قطبیؒ کی تالیفات:

علامہ قطبیؒ نے مذہب، ادب اور تاریخ وغیرہ مختلف موضوعات اور فنون کی کتابیں تالیف فرمائی تھیں۔ ان میں سے کچھ دستیاب ہیں، اور بعض ناپید ہو چکی ہیں، بعض تالیفات اور رسائل تو ان کی زندگی میں ہی آگ میں جل کر خاکستر ہو گئے تھے۔

(۱) "الإعلام بأعلام بيت الله الحرام"

یہ کتاب مکہ مکرمہ کی تاریخ ہے، اس کے اخیری صفحات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب سلطان مراد بن سلیم (۹۸۲-۱۰۰۳ھ) کے زمانے میں لکھی گئی ہے۔ اس کو بہت پہلے لکھنا شروع کر دیا تھا، اور بعد میں اس میں اضافے ہوتے رہے۔ اگرچہ

کتاب مکہ مکرمہ کی تاریخ ہے؛ مگر اخیری قسم میں سلاطینِ عثمانیہ کی مفصل تاریخ، ابتدا سے سلطان مراد تک لکھ دی گئی ہے۔

(۲) "البرق اليماني في الفتح العثماني"

(۳) "تاريخ مرتب على السنين"

سنین کی ترتیب سے یہ تاریخ مرتب ہوئی ہے، اس کا تذکرہ شیخ عبداللہ میردادؒ نے اپنی کتاب "نور الزهر" میں کیا ہے، انہوں نے اس کو اپنی کتاب کے مصادر میں سے شمار کیا ہے۔ مصادر کے ذکر میں لکھا ہے: **"تاريخ العلامة قطب الدين المكي الحنفي المرتب على السنين"**۔

شیخ عبداللہ میردادؒ اسی صدی کے عالم ہیں، ۱۳۴۳ھ میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ اسی طرح شیخ عبدالوہاب الدہلویؒ نے حرمین شریفین، طائف اور جدہ میں تالیف کردہ کتابوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کے بارے میں لکھا ہے:

"إنه غير "الإعلام" المطبوع، وإنه كان موجودًا بمكة عند الشيخ عبد الله ميرداد أبو الخير"

(۴) "تذكرة النهروالي"

اس کتاب کے بارے میں سید محمد بن عبداللہ الحسینی المعروف بکبریت نے اشارہ فرمایا ہے: "وله تذكرة جامعة"۔ متقدمین کے نزدیک "تذکرہ" وہ کتاب ہوتی تھی جس میں کوئی عالم اہم اور ضروری باتیں لکھ دیتے تھے، جس کو ضرورت کے وقت دیکھا جائے، اور اس کی طرف رجوع ہو سکے۔

علامہ قطب الدینؒ کا تذکرہ ان کے قلم سے لکھا ہوا موجود ہے، ظاہر ہے کہ یہ تذکرہ کتب خانے کے خاکستر ہونے کے بعد لکھا ہوا ہوگا۔ اس کی ابتدا اس طرح ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم، اللهم لا سهل إلا ما جعلته سهلا، وأنت إذا شئت جعلت الحزن سهلا. مما وقع من افتقاد الله تعالىٰ لي إني توجهت ليلة الثلاثاء تاسع عشر ربيع الأول ٩٥٩هـ إلى بركة ماجد، مع بعض الأصحاب للتنزه، فوقع الحريق في داري بمكة، ولا أدري كيف وقع؟ غير أنه ابتدأ من القاعة التي بها أسبابي وكتبي، وكانت زهاء ألف وخمس مـــأة مجلد من نفائس الكتب التي ملكتها، و ورثت بعضها عن أبي رحمه الله، فذهبت كلها.

اس تذکرے میں ان کے مدینہ منورہ کے متعدد سفر، استنبول کا سفر وغیرہ کا تذکرہ بھی ہے۔ اور اس کے علاوہ اس میں بہت سے تاریخی واقعات اور ان کے عربی فارسی قصائد، نیز دیگر شعرا کے اچھے قصائد جمع کر دیئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ قطبی رحمہ اللہ کے پاس ایک بڑا دفتر تھا جس میں وقتاً فوقتاً نوادرات و معلومات بغیر ترتیب کے لکھتے تھے۔

(۵) "التمثيل والمحاضرة بالأبيات المفردة النادرة"

یہ ادب کی کتاب ہے، علامہ قطبیؒ نے اس کی تالیف فرما کر مغربِ اقصیٰ کے سلطان الغالب بأمر اللہ الشریف عبداللہؒ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ اس کتاب کی ابتدا اس طرح ہے: **"أحسن حمد لله وأكمله وأتمه في بيوت أذن الله أن ترفع ويذكر فيها اسمه"**.

خطیب اور مقرر کو جن ابیات کی ضرورت پیش آتی ہے، اور علمی مجالس میں جن اشعار سے استشہاد کیا جاتا ہے، ایسے اشعار عرب شعرا کے دیوانوں سے منتخب کر کے جمع کر دیئے ہیں۔ اس کتاب کا ایک نام ''**تمثال الأمثال النادرة**'' بھی ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ جو۱۰۶۳ھ کا لکھا ہوا ہے، اور جس کے حاشیے پر بعض تعلیقات ہیں ''دارالکتب المصریۃ'' میں موجود ہے۔

(۶) ''الجامع لکتب السنة الستة في الحديث''

علامہ شریف ابومحمد مصطفیٰ بن سنان بن احمد الحسینی الہاشمیؒ جو حنابیؒ سے مشہور ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''**تاريخ الحنابي**'' میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ شاید یہ ان کتابوں میں سے ہے جو جل گئی ہیں؛ اس لیے کہ مختلف کتب خانوں کی فہرست میں اس کا نام نہیں ملتا۔

(۷) ''زيادات على دستور الأعلام''

اصل کتاب ابن عزمؒ کی ہے، جس میں علامہ قطبیؒ نے کچھ اضافے کئے ہیں۔ اس کا ایک نسخہ حرم مکی کے مکتبے میں اور دوسرا استنبول میں موجود ہے۔

(۸)''طبقات الحنفية''

علامہ قطبیؒ نے حنفی علما کے حالات میں یہ کتاب لکھی تھی؛ مگر یہ بھی آگ میں جل گئی، جیسا کہ مصنف ''**الكواكب السائرة**'' نے لکھا ہے۔ ''**تاريخ الحنابي**'' میں لکھا ہے کہ یہ کتاب چار جلدوں میں تھی۔

(۹) ''الفتوحات العثمانية للأقطار اليمانية''

ترکی سلطنت نے یمن کی فتح کے لیے جو فوج کشی کی تھی، اس کا تذکرہ علامہ قطبیؒ نے اس کتاب میں کیا ہے۔ اس کو لکھ کر سلطان سلیم خانؒ کی خدمت میں پیش کی تھی، پھر اس کا نام تبدیل کر کے ''**البرق اليماني في الفتح العثماني**'' رکھ دیا۔ اس کتاب میں ''**البرق اليماني**'' کی بنسبت سلاست وروانی زیادہ ہے۔ ''**البرق اليماني**'' میں کچھ اضافے ہیں۔ اس کتاب کا ایک عمدہ نسخہ ۹۷۸ھ کا لکھا ہوا ہے، یعنی مصنفؒ کی حیات میں لکھا ہوا ''ویانا'' کی پبلک لائبریری میں موجود ہے۔

(۱۰) ''الفوائد السنية في رحلة المدينة و الرومية''

یہ کتاب علامہ قطب الدینؒ کی اہم تالیفات میں شمار کی جاتی ہے۔ اس میں مختلف اور متنوع معلومات ہیں، اور علم ومعرفت کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مختلف شہروں اور مقامات کا تذکرہ اور مؤلف کے مشاہدات درج ہیں۔ اسی طرح مختلف شہروں کے علما، ادبا اور ان کے آثار کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ۹۶۵ھ کے ترکی کے سفر کے دوران یہ کتاب لکھی گئی ہے؛ ایک صفحے میں تقریباً ۳۵/سطریں باریک فارسی رسم الخط میں ہے، اور نسخہ مصنفؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

(۱۱)''كنز الأسماء في فن المعمى''

یہ بھی ادبی کتاب ہے، اس کتاب کے نسخے اسکوریال، برلن اور ''**جامعة الحكمة**'' بغداد (عراق) کے کتب خانے میں ہیں۔

(۱۲) "معیار المریدین"

اس کتاب کا ایک نسخہ "مکتبۃ الفاتح"، استنبول المجموعہ ۵۲۹۳ مخطوطہ ۱۱۷۸ھ ہے۔اس کی ابتدا اس طرح ہے: "أما بعد! فهذا ذكر فرق التي غلطت في الإباحة، و الحلول، و الاتحاد، و التجسيم، وبيان عوّارهم، والرد عليهم"۔ یہ کتاب ۴۵/صفحات میں ہے، ہر صفحہ پندرہ سطروں پر مشتمل ہے، اور بہترین خطِ نسخ میں موجود ہے۔

(۱۳) "مناسک الحج"

علامہ قطب الدینؒ نے مناسکِ حج کے موضوع پر یہ کتاب تالیف فرمائی ہے۔ان کے علاوہ ان کی دیگر تالیفات عربی اور فارسی زبان میں ہیں۔انہوں نے "الإعلام" میں لکھا ہے کہ مصطفیٰ پاشا کی "شرح فقہ اکبر" کو ترکی سے عربی میں؛ پھر فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔

علامہؒ کے اشعار:

علامہ اپنے دور کے اچھے شعرا میں شمار کئے جاتے تھے۔مصنفِ "الكواكب السائرة" نے لکھا ہے کہ "إن شعره في غاية الرقة" اور اس کے کچھ نمونے ذکر فرمائے ہیں۔اسی طرح "النور السافر" کے مصنف نے بھی کچھ اشعار نقل فرمائے ہیں۔ان کے عمدہ اشعار وہ ہیں جو غزل میں ہیں۔حکم میں بھی اچھے اشعار ہیں۔

علامہؒ کے بعض آثار آگ میں جل گئے، بعض بھائی کے کتب خانے سے لوٹ لیے گئے، اور بعض نفیس کتابوں کو استنبول کے سفر کے دوران فروخت کرنا پڑا۔(واللہ اعلم)

علامہ کی وفات:

عبد الملک العصامیؒ- جو مکہ مکرمہ کے مؤرخ ہیں- اور دیگر مؤرخین نے آپ کی تاریخ وفات بروز ہفتہ بوقتِ اذانِ فجر بتاریخ ۲۶/ربیع الثانی ۹۹۰ھ لکھی ہے۔ بعض مکی فضلا نے "قدمات قطب الدين أجل علماء مكة" سے تاریخِ وفات نکالی ہے، جس سے ایک سال زائد معلوم ہوتا ہے؛ اس لیے بعض لوگوں نے سنہ وفات ۹۹۱ھ کو شمار کیا ہے۔(واللہ اعلم)

علامہ قطبیؒ کے خاندان کے بعض فضلا:

(۱) یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ علامہ قطب الدینؒ کے والد مکہ مکرمہ ہجرت سے پہلے بعض اہم دینی منصبوں پر فائز رہ چکے تھے، اور مکہ مکرمہ میں بھی بعض مدارس اور رباط کا اہتمام وانتظام ان کے سپرد ہوا تھا؛ علاوہ ازیں مسجد حرام میں ان کے درس بھی ہوتے تھے۔

(۲) علامہ قطبیؒ کے شیخ محبّ الدین بن حبیب اللہ بڑے قابل عالم تھے، عثمانی سلاطین کے یمن پر قابض ہونے کے بعد یمن کے بعض علاقوں کے قاضی مقرر ہوئے تھے۔علامہ قطبیؒ سے قبل ان کی وفات ہوگئی تو ان کی جگہ پر ان کے لڑکے عبد الکریم قطبیؒ کو قاضی مقرر کرنے کی سفارش کی گئی، جن کا ذکر ابھی آتا ہے۔

بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ علامہ قطبیؒ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، صرف چار لڑکیاں تھیں۔عصامیؒ نے تو صراحتاً لکھا ہے کہ:

"أما قطب الدين فلم يعقب سوى أربع بنا ت لا غير".

مگر ایک کتاب-جس کا نام ''ابتهاج الزمن '' ہے،جس کے مؤلف کا نام محمد بن قطب الدین محمد بن علاء الدین احمد بن خوردار،النہروالی القادری الخرقانی الحنفی لکھا ہوا ہے۔اس کتاب کی سنہ تصنیف یکم ربیع الاول ۱۰۰۵ھ ہے،اور مصنف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ نسخہ مکتبہ عباسیہ بصرہ (مکتبہ باش أعیان)۱۶۰/ر پر موجود ہے۔اور اس نسخے کی اور نقول بھی ہوئی ہیں،بعض لوگوں نے اس کتاب کی نسبت علامہ قطبیؒ کی طرف کی ہے؛مگر یہ صحیح نہیں- سے ان کے لڑکے محمد کا پتہ چلتا ہے۔ہوسکتا ہے کہ قطبیؒ کے اس فرزند کی زیادہ شہرت نہ ہوئی ہو،اور اس وجہ سے عصامیؒ نے اولادِ ذکور کا انکار کردیا ہو۔

(۳) عبدالکریم بن محبّ الدینؒ: یہ قطبی گھرانے کے مشہور عالم تھے،علامہ قطب الدینؒ کے بعد ان ہی کا درجہ تھا۔۹۶۱ھ میں احمد آباد میں ولادت ہوئی،پھر اپنے والد کے ہمراہ مکہ مکرمہ تشریف لائے،اور اپنے عالم چچا علامہ قطب الدینؒ کی صحبت میں رہ کر علوم کی تکمیل فرمائی۔علامہ قطب الدینؒ کی وفات کے بعد ان کے قائم مقام بن کر مفتیِ مکہ کے منصب کو سنبھالا،اور اعیانِ حکومت سے بھی اچھے روابط پیدا کئے۔اسی لیے مکہ کے اشراف بعض معاملات میں ان کے توسط سے کام نکالتے تھے،ان کے اثر ورسوخ کے سبب امامت کا مسئلہ بھی حل ہوا۔یہ پہلے شخص ہیں جن کی مساعی سے مکہ کے حنفی مفتی کی تنخواہ جدہ بندر کی آمدنی میں سے مقرر ہوئی۔ان کے لیے بعض خلعتیں مصر سے اور بعض رومی علاقے سے آتی تھیں۔اس کے ساتھ سو دینار سالانہ بھی ملتے تھے،اور یہ سلسلہ عثمانی سلاطین کے حجاز پر حکومت قائم کرنے تک رہا۔

علامہ عبدالکریمؒ کی مؤلفات میں ''النهر الجاري على البخاري'' ہے؛مگر وہ نامکمل ہے۔ ''الإعـــــلام '' پر بھی بعض اضافات ہیں؛مگر اس میں اہم واقعات مندرج ہیں۔ یہ کتاب استاذ عبدالعزیز الرفاعی اور استاذ محمد احمد جمال کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۶۹ء میں طبع ہوچکی ہے۔

ان کے والد شیخ محبّ الدین کی وفات کے بعد ان کے چچا نے یمن کی قضا کے لیے ان کی سفارش کی تھی؛مگر وہاں کے حالات میں مسلسل گڑبڑ اور سیاسی ابتری کے سبب شاید وہ اس عہدے پر زیادہ دن کام نہیں کرسکے؛مگر اس کے بعد مکہ مکرمہ میں اس سے زیادہ اہم عہدوں پر مقرر کئے گئے۔

شیخ عبدالکریمؒ کو کتابیں جمع کرنے کا بے حد شوق تھا،ان کے چچا کا قیمتی کتب خانہ ورثے میں ملا تھا،اس کے علاوہ اور بھی بہترین کتابیں جمع فرمائیں،یہاں تک کہ ان کے کتب خانے میں چودہ ہزار کتابیں جمع ہوگئیں۔ان سے میں کوئی ایک ،کوئی دو اور کوئی تین یا اس سے زائد جلدوں میں تھیں۔بعض کاتب ان کے گھر کے قریب ہی رہتے تھے،شیخ عبدالکریمؒ کو جس کتاب کی ضرورت ہوتی وہ اس کو نقل کردیتے تھے۔ (**نظم الدرر في اختصار نورالزهر، تاليف: شيخ عبد الله غازيؒ: ص ٤١، نسخة الشيخ محمد نصيف في جُدَّة**(۱))۔

(۱) قلت: قيل إنها سميت نسبةً إلى جدة بن جرم، حفيد قضاعة بن معد بن عدنان. وزعم كثير من الناس أنها مقبرة الجدة حواء؛ فلذلک فتحوا جيمها. والعوام من الناس ينطقونها بكسر الجيم، والصواب أنها بضم الجيم كما ذكره النووي و الحموي و صاحب ''مراصد الاطلاع'' وغيرهم من المحققين. قال النووي في تهذيب اللغات: ص ۷۷، الجُدَّة شاطئ البحر و به سُمّيت جُدة المدينة المعروفة على ساحل البحر، بقرب مكة شرفها اللّٰه تعالىٰ. اهـ! و في ''المعالم الأثيرة في السنة والسيرة'': و ليس صحيحًا ما يقال: إنها مقبرة الجُدة حواء الخ: ص۷۸. (إسماعيل عفى عنه)

ذی الحجہ ۱۰۱۴ھ کے نصف میں مکہ مکرمہ میں انتقال فرمایا، اور قبرستان ''جنۃ المَعْلاۃ'' میں مدفون ہوئے۔ رحمه الله تعالىٰ رحمةً واسعةً!

(۴) شیخ اکمل الدین بن عبد الکریمؒ: تذکرہ نگاروں نے ان کو مفتیِ مکہ لکھا ہے، اور علمائے مکہ میں ان کا شمار کیا ہے؛ مگر ہم کو ان کی علمی خدمات واہلیت کا صحیح علم نہ ہوسکا۔ ۹۸۸ھ میں مکہ مکرمہ میں ولادت ہوئی ہے، کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شریفِ مکہ فہید اور ادریس کے درمیان جب اختلاف ہوا تو انہوں نے مداخلت کی، اور فہید کی حمایت میں رہے؛ مگر اس اختلاف میں ادریس غالب رہے، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ عالم ''الأعاضيد'' نامی طائف کے ایک گاؤں میں قتل کردیئے گئے۔ صاحبِ ''خلاصة الأثر'' نے تاریخِ وفات ۱۰۰۹ھ لکھی ہے، مگر یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ خود صاحبِ ''خلاصة الأثر'' لکھتے ہیں کہ: انہوں نے والدؒ کے بعد حرم کی امامت کا منصب سنبھالا تھا، اور ان کے والد کا انتقال ۱۰۱۴ھ میں ہوا ہے۔ اور دونوں شریفوں (فہید اور ادریس) میں اختلاف اس کے چھ سال بعد ہوا ہے، اس لیے تاریخِ وفات ۱۰۱۹ھ ہوگی۔

(۵) عبد الکریم بن شیخ اکمل الدینؒ: تذکرہ نگاران کو بھی مکہ مکرمہ کے بڑے علما میں شمار کرتے ہیں۔ حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر تصوف کا شدید غلبہ ہوگیا تھا، ان کی ایک کتاب ''شرح الفصوص للقونوي'' ہے۔ ان کی وفات ۱۰۵۵ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی ہے۔

(۶) ابومحمد بن شیخ علاؤ الدینؒ: یہ علامہ قطب الدینؒ کے بھائی ہیں۔ علامہ قطبیؒ نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ ۹۲۹ھ میں پیدا ہوئے تھے، والدؒ کے انتقال کے بعد علامہ قطبیؒ کی نگرانی اور کفالت میں رہے، اور ان ہی سے شرفِ تلمذ بھی حاصل رہا۔ بلادِ روم کا سفر کیا، اور دوبارہ مکہ مکرمہ تشریف لائے، پھر ہندوستان کا سفر فرمایا۔ ۹۷۷ھ میں ان کے بھائی علامہ قطب الدینؒ کے اصرار پر یمن کے شہر زَبید کے قاضی مقرر کیئے گئے، اخیری عمر تک پھر وہاں مقیم رہے۔ ۹۷۹ھ میں وفات ہوئی۔

(۷) خلیل اللہ ابن حبیب اللہؒ: یہ شیخ قطبیؒ کے بھتیجے ہیں، یمن میں ''تعز'' شہر کے قاضی مقرر ہوئے تھے۔ ۹۸۲ھ میں انتقال ہوا۔

علامہ قطبیؒ حرم شریف کے قریب ہی رہتے تھے، اب تک وہاں ایک دروازے کا نام ''بابِ قطبی'' ہے۔ اس خاندان کے سارے افراد انتقال کرگئے، صرف ایک عورت سُعادہ نام کی تھی جن کو لڑکا ہوا، اور وہی اس خاندان کے اثاثے کا وارث ہوا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

عمر رضا کحالہ نے علامہ قطب الدینؒ کے حالات کے لیے مندرجۂ ذیل کتب کا حوالہ لکھا ہے:

(۱) **شذرات الذهب لابن العماد**

(۲) **النور السافر للعيدروس**

(۳) **البدر الطالع للشوكاني**

(۴) كشف الظنون لحاجي خليفه

(۵) فهرس الفهارس

(۶) کتب خانہ سندھ کوہری زادہ۔نور عثمانیہ کتب خانہ

(۷) فهرس مخطوطات الظاهرية، يوسف العش

(۸) هدية العارفين للبغدادي

(۹) إيضاح المكنون

اس کے علاوہ بعض انگریزی کتابوں کے بھی نام ہیں۔(معجم المؤلفین)

بلغ العُلٰی بکماله
کشف الدجٰی بجماله
حسُنت جمیع خصاله
صلوا علیه و آله

زیرِ نظر مقالہ ''جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڈھ'' میں

ہندوستان

اور

علمِ حدیث

۱۳/ویں اور ۱۴/ویں صدی ہجری میں

کے عنوان سے منعقدہ دوروزہ بین الاقوامی مذاکرۂ علمی میں

بتاریخ: ۲۹، ۳۰/صفر المظفر ۱۴۲۸ھ-۲۱، ۲۲/مارچ ۲۰۰۷ء

بہ عنوان

''دورِ حاضر کے حافظ ابن حجر عسقلانی وانور شاہ کشمیری ثانی،

علمِ حدیث کے رمز شناس، محدث جلیل

علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ اور خدمات حدیث''

پیش کیا گیا۔

علامہ محمد یوسف بنوریؒ اور خدماتِ حدیث

ہندوستان اور علم حدیث:

تیرہویں صدی اور چودہویں صدی ہجری میں برصغیر ہند کی سرزمین پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت رہی کہ ان دونوں صدیوں میں بے شمار علمائے محدثین وفقہا پیدا ہوئے، جنہوں نے اس فنِ شریف کی تدریس وتالیف اور اس کی طباعت ونشر کے ذریعے ناقابلِ فراموش خدمات انجام دیں۔

یہ علمائے محدثین اپنے بلند علمی مقام کے ساتھ تقویٰ وطہارت، اخلاص وللّٰہیت اور دعوت الی اللہ کے کاموں میں بھی امتیازی شان کے حامل تھے۔ ان کی انتھک محنت اور شبانہ روز جدو جہد کے سبب پورے عالمِ اسلام میں ان کے عظیم کارناموں کا اعتراف کیا گیا۔ نیز علمِ حدیث میں ان کے انہماک کے سبب شروحاتِ حدیث میں ان کی تالیفات کا قابلِ ذکر ذخیرہ وجود میں آ گیا، جس کو پورے عالمِ اسلام کے علمی حلقوں میں بنظرِ استحسان دیکھا گیا۔ ان محدثین کے قابلِ فخر تلامذہ اور مسترشدین نے علمِ حدیث کی نشر واشاعت اور دعوت وتبلیغ کی زبردست خدمات انجام دیں اور یہ سلسلہ الیٰ یومنا ہٰذا بفضلہٖ تعالیٰ جاری وساری ہے۔

ان ہی عظیم محدثین میں حضرت علامہ، محدث عصر، سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کی ذاتِ گرامی بھی شامل ہے، جنہوں نے تقریباً نصف صدی تک علومِ

اسلامیہ اور خصوصاً سنتِ نبویہ (علٰی صاحبها ألف ألف صلوٰة) کی اہم خدمت انجام دی، اور تدریس وتالیف کے ذریعے اس فنِ شریف میں قابلِ قدر اضافہ فرمایا۔

فجزاه الله عنا وعن جميع المسلمين خير الجزاء!

مختصر حالاتِ زندگی:

محدثِ عصرِ حاضر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں، ضلع ''مردان'' کے ایک چھوٹے گاؤں ''مہابت آباد'' میں ایک علمی اور دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا امیر احمد خان بڑے ذی وجاہت بزرگ تھے، ان کے محلے میں صرف وہی شخص سکونت کر سکتا تھا جو نماز کا پابند ہو۔ آپ کی دادی صاحبہ سیدہ فاطمہ بھی ولیہ تھیں، حضرت بنوریؒ فرماتے تھے، مجھے دعاؤں کا ذوق اپنی دادی صاحبہ سے حاصل ہوا۔ مَیں نے بہت چھوٹی عمر میں ''ظفر جلیل شرح حصن حصین'' پڑھ لی تھی، اس کتاب سے دعائیں بھی یاد کیں اور اردو بھی سیکھی۔

آپ کے والد ماجد سید زکریا نجیب الطرفین سید تھے اور صاحبِ حال بزرگ، جید عالمِ دین، حاذق طبیب اور تعبیرِ رؤیا کے امام تھے، کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ والدہ محترمہ قبیلہ محمد زئی کابل کے شاہی خاندان سے تھیں۔

ابتدائی تعلیم:

محدثِ عصر رحمۃ اللہ علیہ اپنی خودنوشت سوانحِ حیات میں تحریر فرماتے ہیں:

''قرآنِ پاک اپنے والد ماجد اور ماموں سے پڑھا۔ امیر حبیب اللہ خان کے دور میں افغانستان کے دارالحکومت کابل کے ایک مکتب میں علمِ صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں

پڑھیں۔اس دور کے مشہور استاذ شیخ حافظ عبداللہ بن خیر اللہ پشاوری شہید (۱۳۴۰ھ) ہیں؛ علاوہ ازیں فقہ، اصولِ فقہ، منطق، معانی وغیرہ مختلف فنون کی متوسط کتابیں پشاور اور کابل کے اساتذہ سے پڑھیں (۱)۔

دارالعلوم دیوبند میں:

کابل سے واپسی کے بعد ''دارالعلوم دیوبند'' میں داخلہ لیا، یہاں آپ نے ''مشکوٰۃ المصابیح'' کے درجے میں داخلہ لیا، ''دارالعلوم دیوبند'' میں آپ نے اپنے وقت کے مشہور اساتذہ سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔آپ کے اساتذہ میں مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا غلام رسول خانؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ، مولانا عبدالرحمٰن امروہیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور خاتم المحدثین مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ-ایسے اساطینِ علم وفضل اور نابغۂ روزگار شخصیات شامل ہیں۔

''دارالعلوم'' میں جب کچھ اختلاف شروع ہوا اور علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ اپنے بعض رفقا کے ساتھ مستعفی ہوکر گجرات کے مشہور مدرسہ ''جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین'' ڈابھیل سملک، ضلع سورت تشریف لے گئے تو مولانا بنوریؒ بھی اپنے محبوب استاذ کے ہمراہ ڈابھیل روانہ ہوگئے اور ''جامعہ ڈابھیل'' میں دورہ کی تکمیل فرمائی۔

علامہ سید محمد انور شاہؒ نے چندہی دنوں میں آپ کی صلاحیتوں اور اعلیٰ استعداد کا اندازہ لگالیا، اور استاذ شاگرد میں ایسا قوی تعلق پیدا ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کشمیریؒ کے علوم کا آپ کو وارث بنادیا۔علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی قوتِ حافظہ، ذکاوت، متون وشروح حدیث کی وسیع معلومات،

(۱) بینات بنوری نمبر: ص۹

رجال وتاریخ، جرح وتعدیل، طبقات رواۃ کی واقفیت، تقویٰ وزہد کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔علامہ بنوریؒ نے اپنی خداداد صلاحیت کے سبب اپنے استاذ کے ان علوم سے بھرپور استفادہ فرمایا۔

علامہ کوثریؒ کے علوم سے استفادہ:

ہندوستان کے ان نابغۂ روزگار اساتذہ کے علاوہ علامہ بنوریؒ نے عالمِ اسلام کے معروف عالم اور محقق علامہ محمد زاہد الکوثریؒ سے بھی بھرپور فیض اٹھایا۔

علامہ بنوریؒ نے لکھا ہے کہ: ''میں شیخ سے اس زمانے میں ملا جب میں ''مجلس علمی ڈابھیل'' کی طرف سے ''فیض الباری'' اور ''نصب الرایۃ'' کی طباعت کے لیے مصر گیا، مَیں نے شیخ سے علمائے ہند کا تعارف کرایا۔

علامہ بنوریؒ نے شیخ زاہد الکوثریؒ کے بارے میں لکھا ہے:

''وہ ایک ایسے شخص تھے جو انتہائی وسعتِ علمی، حیران کن مہارت، دقتِ نظر، خارقِ عادت حافظہ، محیرانہ استحضار جیسی خصوصیات کے ساتھ ساتھ علوم روایت کے تمام انواع واقسام، علمِ درایت کے تمام مقاصد ومدارک، مکارمِ اخلاق، خصائلِ حمیدہ، تواضع، قُوتِ لایموت پر قناعت، زہد وتقویٰ، مصائب پر صبر واستقامت، کریمانہ ذات، اپنے خزائنِ علمیہ اور معارفِ گنجینہ میں سخاوت کے جامع تھے۔اس کے ساتھ ساتھ بسیطۂ ارض کے مختلف گوشوں کے نادر مخطوطات اور دنیا کے کتب خانوں کی معلومات پر وسیع علم رکھتے تھے؛ مزید برآں دین کی آبرو کی حفاظت پر حمیت وغیرت اور ملتِ اسلامیہ تک حق بات پہنچانے میں صاف گو اور بے باک تھے'' (۱)۔

(۱) مقدمۂ مقالاتِ کوثری بحوالہ خصوصی نمبر: ۱۳۱

اسی سفر میں شیخ الاسلام مصطفیٰ صبریؒ سے بھی ملاقات کی اور ان کی خدمت میں اپنے استاذ شاہ محمد انور رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''**مرقاۃ الطارم فی حدوث العالم**'' پیش کی۔ شیخ صبریؒ اس سے بہت محظوظ ہوئے اور اپنی کتاب ''**موقف العقل والنقل**'' میں اس کا ذکر کیا۔

اجازتِ حدیث:

علامہ بنوریؒ کو حدیث شریف کی اجازت مندرجۂ ذیل مشائخ ومحدثین سے حاصل تھی:

(۱) امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ
(۲) حضرت مولانا عبدالرحمٰن امروہویؒ
(۳) شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
(۴) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
(۵) حضرت مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ
(۶) شیخ حسین بن محمد الطرابلسیؒ
(۷) الشیخ العلامہ محمد زاہد الکوثریؒ
(۸) الشیخ عمر حمدان المقدسی المالکیؒ
(۹) الشیخ محمد بن حبیب اللہ بن مایابی الشنقیطیؒ
(۱۰) الشیخ خلیل الخالدی المقدسیؒ
(۱۱) الشیخۃ امۃ اللہ بنت الشیخ عبدالغنی مہاجرہ مکہ مکرمہ

(بینات خصوصی نمبر: ص۷۲/۷۴)

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''یہاں اس لطیفے کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ دیوبند کے مورثِ اعلیٰ دو بزرگ ہیں: ایک علمِ حدیث میں اور دوسرے طریقت وسلوک میں۔ چناں چہ علمائے دیوبند کا علمی رشتہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی ثم مدنیؒ سے وابستہ ہے، حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ ان کے بلاواسطہ شاگرد رشید ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ثم مدنیؒ کو ان کے بالواسطہ تلمیذ اور بلا واسطہ اجازتِ حدیث حاصل ہے۔ دیوبند کا سلسلۂ طریقت قطبِ عالم، سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے پیوستہ ہے، دورِ اول اور دورِ دوم کے سارے اکابرِ دیوبند حضرت حاجی امداد اللہؒ کے خلفا ومسترشدین ہیں۔

حضرت بنوریؒ زمانے کے لحاظ سے تو اکابر دیوبند کے طبقۂ چہارم میں آتے ہیں؛ لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ انہیں حضرت شاہ عبدالغنیؒ سے صرف ایک واسطے سے اجازتِ حدیث حاصل ہے؛ **عن المحدثة أمة اللّٰہ بنت الشاہ عبدالغنی عن أبیہا**۔ اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بھی صرف ایک واسطے سے اجازت وخلافت حاصل ہے (یعنی آپ کو حضرت نگینویؒ سے اور انہیں حضرت حاجی صاحبؒ سے۔ نیز آپ کو حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے اور ان کو حضرت حاجی صاحبؒ سے)۔ حضراتِ محدثین کی اصطلاح کے مطابق علوِ سند کا یہ شرف اس زمانے میں بہت کم حضرات کو حاصل ہوگا(۱)۔

(۱) خصوصی نمبر: ص۷۳۱،۷۳۲

وہ مشائخِ کرام جن کو بنوریؒ نے روایتِ حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی:

(۱) شیخ حسن مشاط المالکی، متوفی ۱۳۹۹ھ

(۲) شیخ ابراہیم الختنی، متوفی ۱۳۸۹ھ

(۳) شیخ سلیمان بن عبدالرحمٰن الصنیع، ۱۳۹۷ھ

(۴) شیخ عبدالعزیز عیون السود الحمّصی

(۵) شیخ دکتور مصطفیٰ السباعی، متوفی ۱۳۸۳ھ

(۶) شیخ دکتور تقی الدین الندوی

(۷) شیخ عبدالفتاح ابوغدہ الحلبی

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی شہادت وتزکیہ:

علامہ عثمانیؒ نے آپ کو جو اجازت حدیث مرحمت فرمائی اس میں تحریر فرمایا کہ:

"و هو في ما أرى – ولا أزكى على الله أحدًا – صا لح، راشد، مستر شد، مستقيم السيرة، جيد الفهم، ذومنا سبة قوية بالعلوم، مستعد لتدريسها".

اور اس سے قبل تحریر فرمایا ہے:

"فجد واجتهد في اكتساب علم السنة والقرآن، و برع فيه، وفاق أقرا نه ما شاء الله"

حضرت عثمانیؒ نے اپنے ایک گرامی نامے میں تحریر فرمایا:

"مجھے جو قلبی تعلق آپ کے ساتھ ہے وہ خود آپ کو معلوم ہے، مجھے بہت سی علمی توقعات آپ کی ذات سے ہیں۔ "سنن ابی داوٗد" کے درس سے میری تمنا پوری

ہوئی، میں مدت سے چاہتا تھا کہ اس درجے کا کوئی سبق آپ کے ہاں ہو، الحمدللہ آپ کا درس مقبول ہے"(۱)۔

امیرِ شریعت شاہ عطاء اللہؒ کے تاثرات:

ایک بار حضرت بنوریؒ ملتان تشریف لے گئے، حضرت امیر شریعت علیل تھے، عیادت کے لیے ان کے درِ دولت پر حاضری دی۔ حضرت امیر شریعت خود باہر تشریف لائے، آپ سامنے کھڑے ہیں؛ مگر شاہ جی پوچھتے ہیں: کون؟ آپ نے سمجھا کہ شاید علالت کی وجہ سے پہچان میں فرق آ گیا، اس لیے عرض کیا: محمد یوسف بنوری۔ شاہ جی نے پھر پوچھا: کون؟ آپ سمجھے کہ شاید مرض کی وجہ سے سماعت میں بھی فرق آ گیا ہے؛ اس لیے ذرا بلند آواز سے کہا: محمد یوسف بنوری۔ فرمایا: نہیں، نہیں، بلکہ انور شاہ؛ یہ کہہ کر آپ سے لپٹ گئے۔

درس وتدریس:

اللہ تعالیٰ نے حضرت بنوری رحمہ اللہ کو ہر فن میں مہارت تامہ عطا فرمائی تھی، عربی زبان وادب میں ایسی مہارت تھی کہ آپ کی تحریر وگفتگو سن کر عرب علما متعجب ہو کر جھوم جھوم جاتے تھے؛ مگر آپ کا خصوصی ذوق فنِ تفسیر اور حدیثِ پاک میں اشتغال تھا۔ آپ نے حدیثِ پاک کی جن کتابوں کا گہرائی اور توجہ سے مطالعہ فرمایا اس کی فہرست طویل ہے، شاید ہمارے دور کے بہت کم اہلِ علم نے ان کتب کا مطالعہ کیا ہوگا۔

(۱) خصوصی نمبر: ص ۷۳۹

مجلس علمی ڈابھیل سملک:

حضرت مولانا احمد رضا بجنوریؒ تلمیذ رشید حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ تحریر فرماتے ہیں: ''راقم الحروف کو مولانا محمد میاں سملکیؒ نے ۱۳۴۹ھ میں ڈابھیل بلایا اور حضرت شاہ صاحبؒ کی سرپرستی میں ''مجلس علمی'' کی بنیاد ڈال کر اس کے کام احقر کے سپرد کر دیئے؛ پھر کچھ عرصہ قیام کر کے وہ بھی افریقہ چلے گئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات ۱۳۵۲ھ کے بعد ''مجلس علمی'' کی سرپرستی ان کے جانشین علامہ محقق مولانا عثمانیؒ نے منظور فرمائی، اس وقت احقر نے مولانا بنوریؒ کو پشاور سے ''جامعہ ڈابھیل'' بلانے کی تحریک کی، اور مہتمم صاحب جامعہ کی منظوری حاصل کر کے وہاں بلالیا۔

موصوف نے درسی خدمات کے ساتھ ''مجلس علمی'' کے کاموں میں بھی میری اعانت و شرکت کی، حضرت شاہ صاحبؒ کی مکمل سوانح عمری اعلیٰ درجے کی فصیح و بلیغ عربی میں تالیف کی جو مجلس سے اسی وقت شائع ہو گئی تھی۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد ہی حضرت مولانا بدر عالم صاحبؒ نے ''مجلس علمی'' کی تحریک پر ''فیض الباری'' مرتب کی، اور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب گوجرانوالہؒ نے ''نصب الرایۃ'' کی تصحیح و تحشیہ کی خدمت انجام دی۔ ان تینوں کتابوں کو لے کر احقر اور مولانا بنوری نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ حرمین شریفین ہوتے ہوئے مصر گئے، اور وہاں نو دس ماہ رہ کر ان کو طبع کرایا۔ ساتھ ہی وہاں کے اکابر علمائے کرام اور کتب خانوں سے استفادہ بھی کرتے رہے؛ مصر کا یہ سفر ۱۳۵۷ھ میں ہوا تھا۔ مصر سے واپسی کے دوران حجازِ مقدس جانا ہوا، وہاں سعودی فرماں روا ملک عبدالعزیز سے

ملاقات ہوئی، انہوں نے حجاز کے علما اور کتب خانوں کے لیے ''فیض الباری'' کے سو نسخے خریدے۔

مصر سے واپس ہو کر یہ طے کیا گیا کہ مولانا بنوری ''العرف الشذی'' پر کام کریں؛ تاکہ حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم و کمالات کو زیادہ سے زیادہ بہتر صورت میں نمایاں کیا جا سکے''۔

غیر معمولی تلاش وجستجو:

حضرت محدث بنوریؒ نے تلاش وتفحص اور مظان و غیر مظان سے اپنے شیخ کے علوم کی تخریج وتوضیح کا حق ادا کر دیا ہے۔ محدثِ کشمیریؒ بحرِ بے کراں تھے، آپ کے درس میں حدیث کی روایت، درایت اور دوسرے مسائل کے سلسلے میں دوسرے علوم وفنون کے حوالے آجاتے تھے۔ کہیں صرف ونحو کا مشکل حوالہ آجاتا، کہیں علمِ منطق وفلسفہ کا کوئی مسئلہ زیرِ بحث آجاتا، پھر ایسی کتابوں کے حوالے آجاتے جو عام طور پر اہلِ علم کے یہاں متداول نہیں تھیں۔ مولانا نے متداول اور غیر متداول کتابوں سے مسائل نکالنے میں کسر نہیں اٹھا رکھی اور اس کے لیے بے نظیر محنت کی شاندار مثال قائم کی۔ چند مسئلوں کی تحقیق کے لیے کئی کئی کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑی تب جا کر مسئلہ دستیاب ہوا۔

خود فرماتے ہیں: ''میں نے اپنی قوت وطاقت تخریج وماخذ سے مطلع ہونے پر پوری طرح صرف کی؛ ورق گردانی، مظان اور غیر مظان سے مسئلہ نکالنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ کبھی میں ایک مسئلہ کی تلاش میں گھڑیاں ہی نہیں، کئی کئی راتیں اور دن

گزار دیتا، اور اس کے لیے ایک ایک کتاب کی مجلدات پڑھتا اور جب مجھے اپنی متاعِ گم گشتہ مل جاتی تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہتا۔ شیخ نے دورانِ درس جس کتاب کا حوالہ دیا ہوتا، اس سے مسائل نکالنے کا التزام رکھا تھا؛ لہٰذا میں کتابِ سیبویہ، رضی، شرح کافیہ، دلائل الاعجاز، اسرار البلاغہ، عروس الافراح، کشف الاسرار دیکھنے پر مجبور تھا؛ جس طرح شروحِ حدیث کی اہم کتابیں فتح الباری، عمدۃ القاری اور فقہِ مذاہب میں شرح مہذب، مغنی لابن قدامہ اور رجال میں کتب رجال دیکھنے پر مجبور تھا۔ اگر میری جوانی، بحث وجستجو کا شوق اور شیخ کے جواہر پارے سمیٹنے کا عشق نہ ہوتا تو میں اس بارِ گراں کا اہل نہیں تھا۔ حدیث کی اہم کتابوں میں سے کسی کتاب کی شرح میرے لیے اس کٹھن کام سے بہت زیادہ آسان تھی۔

ڈابھیل میں قیام اور خدمتِ حدیث:

حضرت بنوریؒ کے عزیز رفیق اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگردِ رشید مولانا محمد میاں سملکی ثم افریقی (۱) نے اپنے استاذ کے علمی کاموں کی اشاعت کی نسبت سے

---

(۱) مولانا محمد میاں ابن موسیٰ میاں سملکیؒ سملک کے باشندے تھے۔ خاندانی طور پر زمین وجائداد کے مالک۔ ان کے والد افریقہ منتقل ہوگئے تھے۔ پھر خدا تعالیٰ نے وہ دولت عطا فرمائی کہ دوکان، مکانات، فیکٹریاں؛ بلکہ سونے کی کان تک کے مالک رہے۔ مولانا نے ''دارالعلوم دیوبند'' سے ۱۳۴۴ھ میں فراغت پائی۔ آپ ہی ''مجلس علمی'' (سملک وکراچی) کے بانی تھے۔ آپ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ کے سعید ترین اور رشید ترین تلامذہ میں سے تھے۔ شاہ صاحبؒ سے عشق تھا، اپنے دور کے اکابر میں سے خاص عقیدت اور مناسبت حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے تھی۔ جن حضرات کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہ دین یا علمِ دین کی فلاں خدمت کررہے ہیں، ان کو بڑے اکرام کے ساتھ مسلسل ہدیے بھیجتے تھے۔ ۱۳۸۲ھ کو جنوبی افریقہ (جوہانسبرگ، ٹرانسوال) میں دارِ فانی سے دارِ بقا رحلت فرماگئے۔

اللّٰهم اغفرله وارفع درجته ! (ماہنامہ الفرقان ماہ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ) منه حفظه اللّٰه و رعاه!

سملک ڈابھیل میں ''مجلس علمی'' قائم کی، تو نگاہِ انتخاب علامہ بنوریؒ پر پڑی اور ''مجلس علمی'' کی طرف سے وہاں قیام اور خدمت کی پیش کش ہوئی؛ چناں چہ آپ نے اس کو قبول فرمایا۔ ''مجلس علمی'' میں جو کام سپرد ہوا وہ خاصا دشوار اور کٹھن تھا، یعنی ''العرف الشذی'' کے حوالوں کی تخریج اور انہیں مکمل طور پر نقل کرنا۔ حضرت مولانا (بنوریؒ) فرماتے تھے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے ایک ایک حوالے کے لیے بسا اوقات مجھے سیکڑوں صفحات کا مطالعہ کرنا پڑتا تھا اور اس کی دو مثالیں پیش فرماتے تھے:

(۱) حضرت شاہ صاحبؒ نے کسی موقع پر متعارض روایات کی تطبیق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اس قبیل سے ہے کہ ''ہر راوی نے وہ بات ذکر کردی جو دوسرے نے ذکر نہیں کی'' اس کے بعد فرمایا کہ یہ بڑا اہم قاعدہ ہے؛ مگر افسوس کہ مصطلح الحدیث کے مدونین نے اس کو ذکر نہیں کیا؛ البتہ حافظؒ نے ''فتح الباری'' میں کئی جگہ اس قاعدے سے تعرض کیا ہے۔

مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے ان مقامات کی تلاش کے لیے پوری ''فتح الباری'' کا مطالعہ کیا، تب معلوم ہوا کہ حافظ (رحمۃ اللہ علیہ) نے پوری کتاب میں دس سے زیادہ جگہوں پر اس قاعدے سے تعرض کیا ہے۔

(۲) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اختلافِ صحابہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ابوزید دبوسی نے بالکل صحیح فرمایا کہ جب کسی مسئلے میں صحابۂ کرام کا اختلاف ہو تو وہاں منشائے اختلاف کا معلوم کرنا اور اس نزاع کا فیصلہ چکانا بڑا دشوار ہے''۔

مولانا فرماتے تھے کہ اس حوالے کی تلاش کے لیے مَیں نے دبوسی کی کتاب ''تاسیس النظر'' پوری پڑھی؛ مگر یہ حوالہ وہاں نہیں ملا۔ خیال آیا کہ یہ حوالہ دبوسی کی دوسری دو کتابوں ''أسرار الخلاف'' یا ''تقويم الأدلة'' میں ہوگا؛ مگر وہ دونوں غیر مطبوعہ تھیں اور میرے پاس موجود نہیں تھیں۔ پھر خیال آیا کہ یہ حوالہ بالواسطہ ہوگا یا تو شیخ عبدالعزیز بخاری کی کتاب ''کشف الأسرار'' کے حوالے سے ہوگا، یا ابن امیر الحاج کی ''شرح التحریر'' کے واسطے سے؛ چناں چہ ان دونوں کتابوں کا بہت سا حصہ مطالعہ کرنے کے بعد دونوں میں یہ حوالہ مل گیا۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا کو اس تخریج میں کتابوں کی کس قدر ورق گردانی کرنا پڑی اور اس کے لیے اپنی کتنی صلاحیتیں وقف کرنا پڑیں، اس طرح ''العرف الشذی'' کی تحقیق وتخریج میں ''معارف السنن'' کا مصالحہ تیار ہوگیا، اور اس تخریج کو آپ نے جدید طرز پر مدون کرکے ''معارف السنن'' تالیف فرمائی۔

ڈابھیل میں شیخ الحدیث کے منصب پر:

مولانا بنوریؒ جب سفرِ مصر سے واپس آئے تو گجرات کے مشہور مدرسہ ''جامعہ ڈابھیل'' میں صدارتِ تدریس کے لیے آپ کا انتخاب ہوا، اور اس طرح آپ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت شاہ صاحبؒ کی مَسندِ درسِ حدیث کے وارث ہوئے۔ مولانا نے بخاری شریف اور بعض دیگر صحاح کی کتابوں کا درس شروع فرمادیا۔

راقم الحروف جامعہ کے درجۂ عربی پنجم کا طالب علم تھا، اس سال کے دورہ کے طلبہ نے سنایا کہ حضرت بنوریؒ جب جامعہ کے دارالحدیث میں مَسندِ درس پر

تشریف لائے، تو اپنے استاذ کی یاد تازہ ہوگئی اور سبق شروع کرنے سے پہلے زار وقطار رونے لگے۔ فرماتے تھے کہ یہ بھی ''اشراط الساعة'' میں ہے، کہ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ ایسے علم کے سَمُندَر کی مَسنَد پر آج مجھ جیسا ادنیٰ طالب علم بیٹھا ہے۔ اور جس جگہ پر بیٹھ کر حضرت شاہ صاحب درس دیتے تھے، اس سے تھوڑا ہٹ کر بیٹھ کر درس شروع کرایا۔ یہ ان کے بلند اخلاق اور اپنے اساتذہ کی عظمت وتوقیر کی نشانی تھی۔

حضرت بنوریؒ کے درس کی شہرت دور دور پھیل چکی تھی، اطراف کے مدارس کے بعض اساتذۂ حدیث بھی ڈابھیل تشریف لاکر اپنے اشکالات حل کرتے تھے۔ اس طرح حضرت بنوریؒ کا وجودِ مسعود پورے علاقے کے علما وفضلا کے لیے باعثِ خیر وبرکت تھا۔

حضرت بنوریؒ نے بعض ذی استعداد جوان علما کی علمی رہنمائی کرکے انہیں بہترین اساتذہ کی فہرست میں کھڑا کردیا۔

پاکستان کا سفر اور دارالعلوم ٹنڈوالٰہ یار میں علمِ حدیث کی خدمت:

پاکستان بننے کے بعد ہندوستان میں کچھ حالات ابتر رہے اور مدارس میں طلبہ کی تعداد بھی کم رہ گئی، اس لیے کہ پنجاب، سندھ، سرحد سے طلبا، دوسری طرف مشرقی بنگال کے طلبا کی آمد بند ہوگئی۔ ادھر پاکستان میں علامہ عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ ودیگر علمائے کرام ''دارالعلوم دیوبند'' کے طرز کی درسگاہیں قائم کرنے کے منصوبے بنارہے تھے؛ چناں چہ ان ہی اکابرین کی نظرِ انتخاب حضرت بنوریؒ پر بھی پڑی اور حضرت کو وہاں بلایا گیا۔

ٹنڈو اللہ یار خان میں شیخ التفسیر کے منصب پر:

حضرت بنوریؒ ٹنڈو اللہ یار میں شیخ التفسیر کے منصب سے خدمت انجام دیتے رہے، نیز حدیثِ پاک کے اسباق بھی جاری رہے، مگر قدرت کو حضرت بنوریؒ سے اور کام لینا تھا، اس لیے دار العلوم ٹنڈو اللہ یار خان میں کچھ ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ علامہ مستعفی ہو کر کراچی تشریف لائے۔

کراچی میں جامعۃ العلوم الاسلامیۃ کی تاسیس:

کراچی تشریف لا کر سخت بے سروسامانی کی حالت میں توکلاً علی اللہ ایک مدرسے کی بنیاد ڈالی۔ حضرت بنوریؒ اس سلسلے میں کن کن مراحل سے گزرے اس کی تفصیل آپ کی مفصل سوانح میں موجود ہے، اس مختصر مقالے میں اس کو ذکر کرنا بے فائدہ ہے۔

تخصّص فی الحدیث:

''جامعۃ العلوم الاسلامیۃ'' کا جو نصاب مقرر ہوا، اس میں حدیث شریف اور علومِ حدیث کی طرف خصوصی توجہ دی گئی، اور ابتدا ہی سے اپنے جامعہ میں ''تخصص فی الحدیث'' کا شعبہ قائم فرما کر اس فن شریف کی اہم خدمت انجام دی۔ ''جامعۃ العلوم الاسلامیۃ'' کے جن فضلا کو مختلف عنوانات پر کام سپرد ہوا، اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:.........

نمبر	نام مختص	عنوان مقالہ
۱	مولوی محمد اسحاق سلہٹی	كتابة الحديث وأدوار تدوينه
۲	مولوی عبدالحکیم سلہٹی	وسائل حفظ الحديث وجهود الأمة فيه
۳	مولوی محمد زمان ڈیروی	الكتب المدونة في الحديث وأصنافها وخصائصها
۴	مولوی عبدالحق ڈیروی	مصطلح الحديث وأسماء الرجال والجرح
۵	مولوی حبیب اللہ سرحدی	الصحابة وما رووه من الأحاديث
۶	مولوی حبیب اللہ مختار دہلوی	السنة النبوية والقرآن الكريم
۷	مولوی عبدالرؤف ڈھاکوی	السنة النبوية والإمام الأعظم أبو حنيفةؒ
۸	مولوی محمد انور شاہ بنوری	المسائل الستة من مصطلح الحديث
۹	مولوی مفیض الدین ڈھاکوی	حاجة الأمة إلى الفقه والاجتهاد
۱۰	مولوی مہر محمد سیانوالوی	الكوفة وعلم الحديث
۱۱	مولوی عبدالغفور سیالکوٹی	الإمام الطحاوي وميزته في الحديث بين محدثي عصره

۱۲	مولوی عبد القادر کھلنوی	الإمام الطحاوي وميزته في الحديث بين محدثي عصره (اردو)
۱۳	مولوی عبد الحق بریسالی	عبد الله بن مسعود من بين فقهاء الصحابة وامتيازه في الفقه
۱۴	مولوی محمد امین اورکزئی	مسانيد الإمام الأعظم أبي حنيفةؒ ومروياته من المرفوعات والآثار
۱۵	مولوی اظہار الحق چاٹگامی	مشايخ أبي حنيفة وأصحابه
۱۶	مولوی محمود الحسن میمن شاہی	الإمام أبو يوسف محدثا و فقيها

(خصوصی نمبر: ص ۲۶۰)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت بنوریؒ علمِ حدیث میں کیسے رجال کار تیار کرنے میں مصروف تھے۔

محدثِ عصر علامہ بنوریؒ نے علمِ حدیث میں حسب ذیل کام چھوڑا ہے:

(۱) معارف السنن

(۲) عوارف المنن مقدمہ معارف السنن

(۳) مقدمہ فیض الباری

(۴) مقدمہ نصب الرایۃ

(۵) مقدمہ اوجز المسالک

(۶) مقدمہ لامع الدراری

(۷) جامع الترمذی کی تقریر 'العرف الشذی' کی تصحیح فرمائی جس کا نسخہ محفوظ ہے۔

ان کے علاوہ اپنے دو ہونہار اور فاضل شاگردوں سے امام طحاوی کی ''مشکل الآثار'' اور امام ترمذی کی سنن میں ''و في الباب'' پر ''لب اللباب'' کے نام سے عظیم الشان کام کروایا ہے۔

شرح معانی الآثار کی اہمیت شیخ بنوریؒ کی نظر میں:

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ رقم طراز ہیں: ''حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ امام طحاویؒ کی عبقریت اور فقہ و حدیث میں ان کی مہارت و حذاقت کے بڑے مداح تھے۔ فرماتے تھے کہ ان کے معاصرین میں بھی ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا، اور بعد کے محدثین میں بھی کسی کو ان کے مقامِ رفیع تک رسائی نصیب نہیں ہوئی۔ حضرت نے ''تخصص فی الحدیث'' کے بعض شرکاء کو مقالہ نویسی کے لیے یہ موضوع دیا تھا ''الإمام الطحاوي وميزاته بين معاصريه'' یعنی امثال و نظائر سے یہ ثابت کیا جائے کہ امامِ طحاوی رحمہ اللہ کو ابن جریر، ابن خزیمہ، محمد بن نصر وغیرہ معاصرین پر کن کن امور میں فوقیت حاصل ہے۔

حضرتؒ فرماتے تھے کہ دار قطنی، بیہقی اور خطیب تینوں مل کر حدیث میں طحاوی کے ہم سنگ ہوتے ہیں؛ مگر تفقہ اور عقلیت میں طحاوی کا پلہ پھر بھی بھاری رہتا ہے۔

امام طحاویؒ کی تالیفات میں ''شرح معانی الآثار'' امت کے سامنے موجود ہے جو فقہ و حدیث کا مجمع البحرین ہے؛ مگر افسوس ہے کہ اب تک دیگر کتبِ حدیث کی طرح اس کی خدمت نہیں ہوسکی، اور اگر ہوئی ہو تو امت کے سامنے نہیں۔ حافظ

بدرالدین عینیؒ نے مدۃ العمر اس کا درس دیا اور اس کی تین شرحیں لکھیں؛ لیکن حیرت ہے کہ ان میں سے کوئی بھی حلیۂ طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔

(الحمد للہ! اب دارالعلوم دیوبند کے استاذِ حدیث، صاحب زادۂ محترم حضرت شیخ الاسلام مدنی نوراللہ مرقدہٗ، حضرت مولانا محمد ارشد مدنی مدظلہٗ نے علامہ عینی رحمہ اللہ کی شرح کی طباعت کا سلسلہ شروع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم خدمت پر ان کو اجرِ عظیم عطا فرماوے اور جلد از جلد مکمل کتاب طبع ہوکر علمی حلقوں میں پہنچ جائے۔ (آمین)

اور بھی کئی نامور اہلِ علم نے اس پر کام کیا ہے؛ مگر کسی کی محنت منظرِ عام پر نہیں آئی۔ حضرتؒ محسوس فرماتے تھے کہ اس پر مندرجۂ ذیل پہلو پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ ......(الف): رجال سند کی تحقیق جس کی روشنی میں حدیث کا مرتبہ متعین ہوسکے۔

☆ ......(ب): متون کی تخریج جس سے ایک طرف تو امام طحاویؒ کی ہر روایت کے متابعات وشواہد سامنے آجائیں اور طحاوی کی احادیث کے قبول کرنے میں بعض لوگوں کو کھٹکا ہوتا ہے وہ دور ہوجائے۔ اسی کے ساتھ دیگر کتبِ حدیث میں اس حدیث کی نشان دہی کرنے سے ان کتابوں کی شروح کی طرف مراجعت آسان ہو جائے۔ دوسرے حدیث کے متعدد طرق میں وارد شدہ الفاظ بیک نظر سامنے آنے سے حدیث کی مراد بھی واضح ہوجائے۔

☆ ......(ج): امام طحاویؒ ائمۂ احناف کے مسلک کی تصریح کر جاتے ہیں اور دیگر

مجتہدین کے مذاہب کی طرف اجمالاً اشارہ کر جاتے ہیں؛ مگر ہر مذہب کے قائلین کی تصریح نہیں فرماتے، ضرورت ہے کہ اس اجمال کو رفع کیا جائے۔

☆ ......(د): امام طحاویؒ نے قریباً ہر مسئلے میں احادیث وآثار کے علاوہ وجہ النظر کے ذیل میں عقلی دلیل کا التزام فرمایا ہے جو خاصی دقیق اور مشکل ہوتی ہے، اس کی تہذیب وتنقیح کر کے مقصد کی توضیح کی جائے۔

☆ ......(ھ): حضراتِ متقدمین کے کلام میں اکثر طوالت ہوتی ہے جس سے بعض دفعہ مبتدی کو فہمِ مطالب میں دقت پیش آتی ہے؛ اس لیے ضرورت ہے کہ طحاوی کے ہر باب کے مقاصد کی تلخیص کی جائے۔ یہ کام متقدمین میں سے حافظ زیلعیؒ کر چکے ہیں؛ لیکن ان کی یہ تالیف دستیاب نہیں۔ اور ماضی قریب میں حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ نے بھی اس کی تلخیص کی؛ مگر بہت زیادہ اختصار کی وجہ سے مفیدِ عام نہ ہوسکی۔

☆ ......(و): یہ بھی ضرورت ہے کہ ہر باب کی احادیث وآثار کی فہرست مرتب کردی جائے کہ اتنی مرفوع ہیں، اتنی مراسیل، اتنی موقوف اور اتنی مکرر۔

☆ ......(ز): اور سب سے زیادہ اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ ''شرح معانی الآثار'' کے متن کی تصحیح کی جائے؛ کیوں کہ اس میں بکثرت اغلاط ہیں۔ بعض اغلاط تو ایسے ہیں کہ جن سے عبارت ناقابلِ فہم بن گئی ہے، یا مفہوم بالکل مسخ ہو چکا ہے۔ اور تعجب ہے کہ حافظ جمال الدین زیلعیؒ اور ان جیسے دوسرے اکابر بھی بعض جگہ ان غلطیوں سمیت نقل کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے جو نسخہ تھا اس میں بھی یہ اغلاط موجود تھے۔

حضرتؒ چاہتے تھے کہ مندرجۂ بالا امور کو پیش نظر رکھ کر طحاوی شریف پر کام کیا جائے؛ چناں چہ آپ نے اپنے تلمیذ سعید مولانا امین صاحب زید مجدہٗ کو اس کام پر مامور فرمایا۔

مولانا نے حضرتؒ کی رہنمائی میں جو کام کیا اس کا انداز یہ ہے:

اولاً: ہر باب کی تلخیص۔

ثانیاً: اس تلخیص کے ضمن میں مذاہبِ ائمہ کا بیان۔

ثالثاً: ائمۂ اربعہ کے مذاہب ان کی کتبِ فقہ سے بقید حوالہ نقل کرنا۔

رابعاً: زیرِ بحث باب کے آثار کی تعداد اور تفصیل۔

خامساً: نمبروار باب کی ہر حدیث کی تخریج۔

سادساً: اصل کتاب کی حتی المقدور تصحیح۔

سابعاً: حضرت اقدسؒ کی خواہش کے مطابق ہر باب کے آخر میں اس بحث کے متعلق حنفیہ کی مؤید احادیث وآثار کا اضافہ جو ''شرح معانی الآثار'' میں نہیں ہے۔

مولانا محمد امین صاحب نے بڑی محنت وجانفشانی سے کام کیا اور اس سلسلے میں مندرجۂ ذیل کتب کا بالاستیعاب مطالعہ فرمایا:

(۱) تاریخِ بغداد، خطیب بغدادی، ۱۴/مجلدات

(۲) حلیۃ الاولیاء، ابونعیم اصفہانی، ۱۰/مجلدات

(۳) طبقاتِ ابن سعد، ۸/مجلدات

(۴) تاریخِ کبیر، امام بخاریؒ، ۸/مجلدات

(۵) الکنی، ابی بشر دولابی، ۲/جلدیں

(۶) معجمِ صغیر، طبرانی، ایک جلد

(۷) تاریخِ جرجان، ایک جلد

پھر ان سات کتابوں کی تمام احادیث وآثار کو کتبِ حدیث وفقہ کی ترتیب پر مرتب کیا۔ مولانا موصوف نے تو صرف اپنی تخریج کے لیے یہ کام کیا تھا؛ مگر یہ بجائے خود ایک ایسا علمی کارنامہ ہے جس پر علمی دنیا کو ممنون ہونا چاہیے(۱)۔

سننِ ترمذی پر عربی زبان میں ایک گراں قدر مضمون:

امام ترمذیؒ کی کتاب پر حضرت بنوریؒ کا دمشق کے ''**مجلة المجمع العلمي العربي**'' میں ایک اہم مضمون شائع ہوا تھا، جس میں شیخ نے امام ترمذی کی کتاب کی خصوصیات پر محدثین وائمہ کے کلام کو سامنے رکھ کر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے؛ ذیل میں اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

☆......(۱): امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں احادیثِ نبویہ کو آٹھ قسموں میں جمع کردیا ہے:

(۱) عقائد ودینی اصول

(۲) شرعی احکام، عبادات ومعاملات اور حقوق العباد سے متعلق احادیث

(۳) تفسیرِ قرآن

(۴) آداب واخلاق

(۵) سیرت وشمائلِ نبوی

(۱) خصوصی نمبر: ص ۲۶۷

(۶) مناقبِ صحابہ رضی اللہ عنہم

(۷) رقاق، وعظ ونصیحت اور ترغیب وترہیب سے متعلق احادیث (جسے کتاب الزہد کا نام دیا جاتا ہے) اور ترمذی کی ''کتاب الزہد'' کی نظیر صحاحِ ستہ میں نہیں ملتی۔

(۸) علاماتِ قیامت سے متعلق احادیث

یہ اقسام اگرچہ صحیح بخاری میں بھی ہیں؛ لیکن وہ شروط کی سختی کے سبب احادیث کے ذخیرے کو جمع نہ کرسکے۔ ترمذی کی ''کتاب الزہد''، ''کتاب الدعوات''، ''کتاب التفسیر'' کا مقابلہ بخاری شریف کے ان ابواب سے کریں، حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

☆......(۲): امام ترمذیؒ نے احادیث پر صحت، حسن، غرابت اور ضعف کے اعتبار سے جو حکم لگایا ہے وہ پڑھنے والوں اور تحقیق کرنے والوں کے لیے بہت نافع اور اہم چیز ہے۔

☆......(۳): امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں ائمہ کے مذاہب اور امت کے تعامل کو خوب عمدگی سے اس طرح بیان کیا ہے کہ اختلافی مسائل بیان کرنے والی دیگر کتب احکام وغیرہ بہت سی کتابوں سے مستغنی کردے۔ امام ترمذیؒ کی یہ ایک خصوصیت ہے جس میں کوئی بھی ان کا شریک نہیں۔ صحابہ وتابعین کے مذاہب پر مطلع ہونا اور ایسے مذاہب جن پر عمل متروک ہوچکا ہے، جیسے کہ شام کے امام اوزاعیؒ، عراق کے امام سفیان ثوریؒ، خراسان کے امام اسحاق ابن ابراہیم مروزیؒ وغیرہ حضرات کے مذاہب پیش کرنا؛ یہ بڑا دقیق ونادر علم ہے، جس پر لوگ صرف امام ترمذیؒ اور ان کی کتاب کے ذریعے ہی مطلع ہوسکتے ہیں۔

☆......(۴): امام ترمذیؒ نے فقہائے امت کے مذاہب کو دو قسموں پر تقسیم کیا، اور ہر قسم کے لیے الگ باب قائم کیا جس میں اس مسئلے کو ثابت کرنے والی حدیث کو ذکر کیا ہے، اور اس طرح سے احکام سے متعلق متعارض احادیث کو دو باب میں تقسیم کردیا۔ امام ترمذیؒ بسا اوقات ایک قسم کی تائید کرتے ہیں اور اس کو تفقہ یا تحدیث یا تعامل کے اعتبار سے راجح قرار دیتے ہیں، یا دونوں میں جمع ہوسکے تو تطبیق دیتے ہیں۔

☆......(۵): سند میں مذکور رواۃ اگر کنیت کے ساتھ ہوں، تو ان کا نام بتلادیتے ہیں، اور اگر نام سے مذکور ہوں، تو ان کی کنیت۔ عام طور سے ایسا اس مقام پر کرتے ہیں جہاں غموض اور خفا، یا ضرورت ہو۔ علمائے حدیث نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، جن میں دولابی کی کتاب ''الکنی و الأسماء'' سب سے عمدہ ہے۔

☆......(۶): روایات ذکر کرکے امام ترمذیؒ جرح وتعدیل کرتے ہیں اور کسی خاص شرط کے پابند نہ ہونے کی تلافی اس جرح وتعدیل سے کیا کرتے ہیں، اور حدیث کا درجہ، صحت، حسن اور غرابت کے اعتبار سے متعین کرکے اس کی کمی کو پورا کردیتے ہیں۔

☆......(۷): امام ترمذیؒ حدیث نقل کرنے کے بعد بسا اوقات نہایت عمدہ حدیثی ابحاث اور اسنادی فوائد لاتے ہیں جو اور کتابوں میں نہیں پائے جاتے؛ چناں چہ حدیث کے موصول، مرسل، موقوف اور مرفوع ہونے کو بتلاتے ہیں کہ راویٔ حدیث صحابی ہے یا تابعی، اور حدیث کا درجہ کیا ہے؟

☆......(۸): عام طور سے امام ترمذیؒ ہر باب میں حدیث کے متعدد طرق اور ساری روایات ذکر کرنے کے بجائے صرف ایک حدیث ذکر کرتے ہیں اور ایک طریق ہی

لاتے ہیں،خصوصاً احکام سے تعلق رکھنے والی احادیث میں۔اسی لیے’’جامع ترمذی‘‘ میں احادیثِ احکام کا ذخیرہ کم ہے؛البتہ اس کی تلافی وہ اس طرح کرتے ہیں کہ اس باب میں اور موضوع سے متعلق دیگر جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی ہیں،ان کو ذکر کر دیتے ہیں۔اور اس طرح سے اس باب میں جتنے صحابہ سے احادیث ہوتی ہیں،ان کی تعداد معلوم ہو جاتی ہے، جو ائمۂ نقد و محققین کے یہاں بڑی قابلِ قدر خدمت ہے،اور ذوقِ قدیم وجدید دونوں کے لیے بڑی پر کیف خدمت ہے۔وہ ’’في الباب عن فلان و فلان ‘‘ کہہ کر اسی استیعاب سے نام گنوا دیتے ہیں کہ جس کی تفتیش وتخریج کے لیے ہزاروں صفحات اور بیسیوں بڑی بڑی جلدوں کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے؛لیکن پھر بھی بعض اوقات وہ حدیث نہیں ملتی۔

امام ترمذیؒ کی ’’و في الباب ‘‘ والی احادیث کی تخریج حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ’’اللباب‘‘ نامی کتاب میں کی؛لیکن سیوطیؒ اس کو ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ مجھے وہ کتاب مل نہ سکی۔حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے حرمین شریفین،قاہرہ اور آستانہ کے عظیم الشان کتب خانوں میں اسے تلاش کیا؛لیکن ’’اللباب‘‘ نہ مل سکی۔حافظ ابن حجرؒ سے پہلے ان کے شیخ حافظ عراقیؒ نے بھی امام ترمذی رحمہ اللہ کی ’’و في الباب‘‘ والی احادیث کی تخریج کی تھی،وہ بھی کہیں دستیاب نہیں۔حافظ ابن سید الناس یعمری اور حافظ عراقیؒ نے اپنی شروح میں ’’ما في الباب‘‘ کی تخریج کا التزام کیا ہے۔

☆......(۹): امام ترمذیؒ مشکل احادیث کی گاہے بہ گاہے تفسیر وتاویل بھی کرتے جاتے ہیں،کبھی اپنے الفاظ میں اور کبھی ائمۂ فن کے کلام سے؛ جیسے کہ کتاب الزکوٰۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث’’إن اللّٰه يقبل الصدقة ويأخذها بيمينه ......الخ‘‘(۱) ذکر کی اور فرمایا:اہلِ علم اس حدیث اور اس جیسی ذات وصفات سے متعلق احادیث کے بارے میں یہ فرماتے ہیں:’’ان احادیث میں جس طرح آیا ہے،اسی طرح تسلیم کیا جائے گا،اس کی کیفیت نہیں معلوم کریں گے۔امام مالک بن انسؒ،سفیان ثوریؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ وغیرہ حضرات اس جیسی صفاتِ الٰہیہ سے متعلق احادیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بغیر کیفیت وحقیقت بیان کئے اسی طرح اس کو مان لو،یہی علمائے اہلِ سنت والجماعت کا مذہب ہے۔

☆......(۱۰): امام ترمذیؒ باب میں غریب احادیث لاتے ہیں اور صحیح اور مشہور احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں،اور’’ وفي الباب عن فلان وفلان‘‘ میں اس کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ یہ کوئی عیب نہیں ہے؛ اس لیے کہ اس حدیث میں جو ضعف اور عیب ہوتا ہے، امام ترمذیؒ اس کی صراحت کر دیتے ہیں۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح امام نسائی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں جب حدیث کے طرق بیان کرتے ہیں تو پہلے جو کمزور یا غلط ہوتا ہے اسے لاتے ہیں، پھر اس کے مخالف صحیح اور قوی کو لاتے ہیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ’’مجلة المجمع العلمي العربي‘‘: ج۳۲/ص۳۰۸)

(۱)الترمذي، باب ماجاء في فضل الصدقة ، الرقم: ۶۶۲

عوارف المنن مقدمۂ معارف السنن:

حضرت بنوریؒ نے ''معارف السنن'' کا ایک مفصل مقدمہ لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا؛ مگر اس کی ایک جلد کتابی شکل میں طبع ہوسکی، اس مقدمے کا دوتہائی حصہ مکمل ہو چکا تھا؛ مگر افسوس کے بقیہ کام ادھورا ہی رہ گیا۔ **وللّٰہ الأمر من قبل و من بعد !**

معارف السنن شرح جامع الترمذی:

یہ کتاب حضرت علامہ بنوریؒ کا ایک عظیم کارنامہ شمار ہوتی ہے، طلبۂ حدیث شریف اور اہلِ علم کے لیے نادر تحفہ ہے۔ اس شرح کی تالیف میں جو نہج انہوں نے اختیار کیا ہے، وہ اس طرح ہے:

باب کو ذکر کرنے کے بعد وہ مسئلہ تحریر فرماتے ہیں جو ترجمۃ الباب سے مستنبط ہوتا ہے، پھر ائمۂ کرام کے اقوال کی روشنی میں مسئلہ کا مالہا و ماعلیہا بیان فرماتے ہیں۔ کبھی حدیث الباب کے دیگر مدلولات ومصداقات ذکر فرماتے ہیں، اور کبھی شروع میں راوی کے حالات پر بھی روشنی ڈالتے ہیں؛ نیز الفاظِ حدیث کی شرح فرماتے ہیں۔ کبھی ترجمۃ الباب قائم کرنے سے امام ترمذیؒ کے مقصد کو بیان فرماتے ہیں۔ اس کتاب کے بارے میں ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر حفظہ اللہ تعالیٰ نے بہت جامع تبصرہ فرمایا ہے۔ موصوف ''معارف السنن'' کے مقدمے میں رقم طراز ہیں:

إنه أوسع شرح لمذاهب الأئمة المتبوعين من مصادرها الموثوقة و بيان تعامل الأمة، وأوثق مصدر لأدلة الإمام أبي حنيفة

رحمه الله في الخلافيات بين الأئمة، وأكمل شرح لجامع الترمذي من جهة استيفاء المباحث حديثا وفقها وأصولا، و ما إلى ذلك من مهمات علمية. وأحسن شرح لحل المشكلات وتوضيح المغلقات بعبارات أدبية وأسلوب رائع، وأجمل شرح لأقوال إمام العصر، مسند الوقت، الشيخ محمد أنور شاه الكشميري رحمه الله في شرح الحديث، في أماليه ومؤلفاته ومذكراته المخطوطة و رسائله المطبوعة، وأشمل كتاب يحتوي على فوائد من شتى العلوم و نفائس الأبحاث رواية ودراية، فقها وحديثا، عربية وبلاغة. وأبدع تاليف جمع بين جمال التعبير وحسن الترتيب، و متانة البحث و رزانة البيان، واستقصاء كل باب من غرر النقول لأولي الألباب. وصلى الله على سيدنا محمد واله وأصحابه وسلم''.

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ:

''شیخ بنوریؒ کی تصانیف میں ''جامع ترمذی'' کی شرح ''معارف السنن'' ساڑھے تین ہزار صفحات پر مشتمل ہے، چھ ضخیم جلدوں میں نہایت اہم تصنیف ہے''۔

''شیخِ جامعہ ازہر'' فضیلۃ الاستاذ شیخ عبدالحلیم محمودؒ کی رائے ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں: ''ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ عینیؒ کی شروح حدیث پر ''معارف السنن'' کی اعلیٰ توجیہات، بے مثال طرزِ استدلال اور ادب ومعانی نے سبقت حاصل کر لی ہے۔ نیز انہوں نے شیخ بنوریؒ کے فنِ حدیث میں بلند مقام کو ان الفاظ سے سراہا: ''یہ

مردِ مجاہد جب مصر آتا ہے تو ہم ان کا ایک چوٹی کے عالم اور محدث کی حیثیت سے استقبال کرتے ہیں''۔

مولانا سلیم اللہ خان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ابتدائی دو جلدوں کے مطالعے سے اس شرح کی جو خصوصیات ہمارے سامنے آئیں، وہ بالاختصار پیشِ خدمت ہیں:

(۱) علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی قیمتی آراء اور سنہری تحقیقات کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ حسین پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔

(۲) ''العرف الشذی'' کے مبہم یا مُوہم مقامات کا تشفی بخش حل پیش کرتے ہوئے امام الحدیث علامہ کشمیریؒ کے نقطۂ نظر کی عمدہ تشریحات کی گئی ہیں۔

(۳) حافظ ابن حجرؒ، علامہ شوکانیؒ، مولانا مبارک پوریؒ اور دیگر حضرات کی طرف سے احناف پر کئے گئے اعتراض کا نہایت ہی خوش اسلوبی سے ازالہ کیا گیا ہے۔

(۴) اسنادی مباحث میں معرکۃ الآرا موضوعات پر انتہائی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے، اور اختلاف کی صورت میں قولِ فیصل بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔

(۵) فقہی اور اسنادی تحقیقات کے علاوہ بعض نحوی، لغوی، کلامی اور اصولی مسائل پر نفیس اور عمدہ تحقیقات اور قیمتی فوائد- اس شرح کی زینت ہیں۔

(۶) متقدمین مثل امام طحاویؒ وغیرہ اور متاخرین مثل شاہ ولی اللہؒ و مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، علامہ نیمویؒ اور شیخ لکھنویؒ کی تحقیقات وآرا کو بھی اس شرح میں مولانا مرحوم بہت اہتمام کے ساتھ درج کرتے ہیں۔

(۷) بعض حضراتِ صحابہ وتابعین وائمۂ فقہ وحدیث کے احوال اس شرح میں اس قدر بسط وتفصیل کے ساتھ آگئے ہیں کہ یکجا کسی دوسرے مقام پر اتنی تفصیل کے ساتھ ملنا دشوار ہے۔

(۸) خاص خاص مسائل پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا بہت اچھا تعارف کرایا ہے، جس کو دیکھ کر قاری میں ان کتابوں کے مطالعے کا شوق کروٹیں لیتا ہے۔

(۹) نقلِ مذاہب میں یہ احتیاط برتی گئی ہے کہ اصل ماخذ سے ہی ان کو لیا گیا ہے، مثلاً شوافع کا مذہب کتبِ شوافع کی مراجعت کے بعد درج کیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ احتیاط حنابلہؒ اور مالکیہؒ کے مذاہب کا ذکر کرتے وقت کی گئی ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ تسامح فی النقل کی وہ خامی جو دوسرے مذاہب کو نقل کرتے وقت بالعموم پیش آجاتی ہے، اس سے یہ شرح محفوظ ہے۔

(۱۰) احناف کے اقوال نقل کرتے وقت عموماً متقدمین کی کتابوں پر اعتماد کیا گیا ہے، نیز احناف میں صرف ان حضرات کی تحقیقات کو نقل کیا گیا ہے جن کا مرتبہ حدیث میں مسلم ہے، جیسے امام طحاویؒ، عینیؒ اور صاحبِ بدائع وغیرہ۔ **تلک عشرة کاملة!** (۱)(☆)

---

(۱) اس کے علاوہ بھی کچھ خصوصیات ذکر کی جاسکتی ہیں، مثلاً: (۱) کبھی سنن ترمذی کے نسخوں میں واقع اختلاف کی نشاندہی فرماتے ہیں۔ (۲) کبھی کبھی عللِ حدیث پر بھی محققانہ کلام فرماتے ہیں۔ (۳) کبھی دو مختلف حدیثوں میں توافق وتطابق کی سعی فرماتے ہیں۔ (۴) کبھی محدثین کی فروگذاشت کی نشاندہی فرما کر اس کو ٹھیک طور پر بیان فرماتے ہیں۔ منه حفظه الله و رعاه! (☆) خصوصی نمبر: ۹۵-۳۹۴

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ تلمیذ شیخ محمد انور شاہ کشمیریؒ جنہوں نے ''ندوۃ العلما'' میں ترمذی شریف کا درس دیا ہے، تحریر فرماتے ہیں: ''معارف السنن کے مطالعے سے مولانا بنوری مرحوم کی علمی خصوصیات اور خاص کر فنِ حدیث میں ان کے رسوخ وتبحر اور وسعتِ مطالعہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت الاستاذ الامام الکشمیری قدّس سِرُّہٗ کی خاص تحقیقات سے واقفیت کا سب سے زیادہ مستند ذریعہ بھی اس عاجز کے نزدیک ''معارف السنن'' ہی ہے''(۱)۔

خود علامہ بنوریؒ نے ''معارف السنن'' کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

''**فهذه هي "معارف السنن"، وما أدراك ما هي "معارف السنن"؟ شرح لأنفاس إمام العصر، المحدث الكبير، الكشميري في درس "جامع الترمذي" و توضيح لأماليه، وجمع درره المبعثرة في مذكراته و تآليفه، بتعبير قاسيت فيه العناء، و ترتيب طال لأجله الرقاد، واستيفاء لكل موضوع من غرر النقول عثرت عليها بعد بحث طويل ....الخ**''. (۲)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہٗ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت بنوریؒ کو اس دور میں علمی و دینی خدمات کے لیے نہ صرف چن لیا تھا؛ بلکہ ان کے کاموں میں غیر معمولی برکت عطا فرمائی تھی۔ ان کے علم وفضل کا سب سے بڑا شاہکار ان کی ''جامع ترمذی'' کی شرح ''معارف السنن'' ہے جو تقریباً تین ہزار صفحات پر مشتمل ہے، اور چھ جلدوں میں شائع ہوچکی ہے۔ چوں کہ

(۱) خصوصی نمبر: ص۶۸۰ (۲) خصوصی نمبر: ص۲۰۴

پچھلے سات سال سے ''دار العلوم کراچی'' میں ''جامع ترمذی'' کا درس احقر کے سپرد ہے؛ اس لیے بفضلہٖ تعالیٰ مولانا کی اس کتاب کے مطالعے کا خوب موقع ملا۔ اور اگر میں یہ کہوں تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ احقر کو اس کتاب کا ایک ایک صفحہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے؛ لہٰذا میں بلا خوفِ تردید یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے محدثانہ مذاق کی جھلک کسی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے تو وہ ''معارف السنن'' ہے۔ افسوس ہے کہ علم وفضل کا یہ خزانہ تشنۂ تکمیل رہ گیا اور کتاب الحج کے بعد اس کی تصنیف آگے نہ بڑھ سکی....الخ(۱)۔

ردِ فتنۂ پرویزیت:

حضرت شیخؒ نے جہاں ردِ قادیانیت میں کمر کسی تھی، وہاں فتنۂ انکارِ حدیث (پرویزیت) کے رد میں بھی ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔

حنفیت اور امام ابوحنیفہؒ:

مفتی ولی حسن ٹونکیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

ہم نے لکھا ہے کہ مولانا بنوریؒ نے اس کتاب کے ذریعہ حنفیت کی بے بہا خدمت کی ہے، اور مسائلِ خلافیہ میں حنفیہ کے موقف کو روایت ودرایت کی پوری قوت سے ثابت کیا ہے۔ اس سلسلے میں چند نمونے پیش ہیں:

☆......(۱) مسئلۂ تیمّم معرکۃ الآرا مسئلہ ہے۔ امام احمد اور جمہور محدثین ایک طرف ہیں۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ دوسری جانب۔ احادیثِ

(۱) خصوصی نمبر: ص۶۹۱

صحاح جمہور محدثین کی مؤید ہیں۔ احادیثِ حسان اور قیاس فقہا کے ساتھ ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی ان احادیثِ صحاح سے متاثر ہیں، اور تقریباً امام شافعیؒ کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ مولانا بنوریؒ سب سے پہلے حافظ پر شدید تعقبات کرتے ہیں، اور ان کے کلام کا فاضلانہ رد کرتے ہیں، اور فقہا کے مسلک کو روایت ودرایت سے ثابت کرتے ہیں۔ اور ''حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ'' جو بقولِ محدثین اصح مافی الباب ہے، اس میں اضطراب ثابت کرکے دوسری روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔

حضرت عمارؓ کے دو واقعے ہیں، اس کی فاضلانہ تحلیل کرتے ہیں اور مسئلہ منقح ہوجاتا ہے، اور فقہائے کبار کا مسلک روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے۔(۱)

☆......(۲) مسئلہ آخرِ وقتِ ظہر: یہ مسئلہ بھی معرکۃ الآراء ہے۔ حدیثِ جبریل بظاہر حجازیین کی مؤید ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے اس مسئلے میں مختلف روایات ہیں، ان میں جمع وتطبیق اور مسلکِ امام کی ترجیح اور اپنے شیخ کی تحقیق کی روشنی میں فاضلانہ بحث اس کتاب کی خصائص میں سے ہے۔

☆......(۳) مسئلۂ تامین مشہور مسئلہ ہے: سفیان وشعبہ کی روایتوں کا اختلاف، طریق شعبہ پر محدثین کے اعتراضات اور اس کے مسکت جوابات اور ترجیحِ روایتِ شعبہ پر دونوں روایتوں کو جمع، ''تذئیل'' کے عنوان سے اپنے شیخ کے کلام کی شرح وتلخیص، جہر للتعلیم کے نظائر، مد اور خفض کو جمع کرنا قابل ملاحظہ ہے۔(۲)

(۱) مسئلۂ تیمّم، معارف السنن: ج۱/ص۲۳۹ (۲) معارف السنن: ج۲/ص۴۰۰، بحوالہ خصوصی نمبر: ص۱۶۱

حضرت بنوری رحمہ اللہ کا درسِ بخاری شریف:

حضرت بنوریؒ نے تقریباً پچاس برس حدیثِ پاک کا درس دیا ہے، خاص طور پر امام محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ کی ''الجامع الصحیح''، امام محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ کی ''سنن'' اور ''ابوداؤد شریف'' اکثر درس میں رہیں۔ حضرت رحمہ اللہ کے ایک امریکی نومسلم تلمیذ رشید- جو انگریزی کے ادیب تھے، ساتھ ساتھ عربی زبان میں بہت عمدہ گفتگو کرتے تھے، شیخ الازہر ''نیوٹاؤن'' تشریف لائے تو ان کی عربی تقریر سن کر مبہوت رہ گئے، ان کا نام نامی محمد یوسف بن طلّال ہے- فرماتے ہیں:

حضرت مولانا بنوریؒ کو امام بخاری کی کتاب ''**الجامع الصحیح**'' سے بے حد محبت اور عقیدت تھی۔ چالیس سال سے زیادہ اس کتاب کا درس دیتے رہے؛ متناً وسنداً، درایۃً وروایۃً، ذوقاً ووجداناً۔ اس کتاب کے علمی نکات، حقائق ودقائق اور غوامض ومشکلات کی جامع ترین تشریح وتوضیح نہایت دل بستگی کے ساتھ کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے مولانا مرحوم سے کہا کہ ''**أری البخاري ینعشکم**'' (میرے خیال میں بخاریؒ کی کتاب آپ کے لیے فرحت افزا ہے)، انہوں نے بہت خوش ہوکر فرمایا: ''**نعم، نعم، هو ینعشني**'' (ہاں ہاں، میرے لیے فرحت بخش ضرور ہے)۔ ان کا کمال تھا کہ ان کے طرزِ تدریس سے ایک قدیم ترین اسلامی کتاب بالکل تروتازہ ہوکر طلبہ کی آنکھوں کے سامنے زندہ ہوجاتی تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس لیے بخاری شریف پڑھاتا ہوں کہ اس میں نہ صرف اوراق ہیں؛ بلکہ اس میں دین ہے، حضرت محمد ﷺ کے انفاسِ قدسیہ ہیں، ہدایت واصلاح کا پورا سامان ہے۔(۱)

(۱) خصوصی نمبر: ص۳۹۹

علمِ حدیث میں وسعتِ معلومات:

حضرت بنوریؒ کو علمِ حدیث میں جو بلند مقام حاصل ہوا اور جو گہرائی آپ کے درس و تالیفات میں پائی جاتی ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ آپ نے کتبِ حدیث کے بہت بڑے ذخیرے کو اپنے مطالعے میں رکھا تھا۔ مولانا محمد طاسین صاحبؒ (مجلس علمی کراچی) تحریر فرماتے ہیں کہ:

''علومِ حدیث سے تعلق رکھنے والی جو کتابیں مولانا کے مطالعہ میں آئیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

(۱)مقدمة علوم الحديث المعروف به مقدمة ابن صلاح (۲)التقييد والإيضاح للعراقي (۳)فتح المغيث بشرح ألفية الحديث للسخاوي (۴)الكفاية في علم الرواية للخطيب (۵)معرفة علوم الحديث للحاكم (۶)تدريب الراوي للسيوطي (۷)نزهة النظر شرح نخبة الفكر لابن حجر العسقلاني (۸)ظفر الأماني بشرح مختصر الجرجاني لعبد الحى اللكنوي (۹)كوثر النبي مع مناظرة الجلي لفرهاروي (۱۰)الباعث الحثيث لابن كثير (۱۱)مفتاح السنة للخولي (۱۲) توجيه النظر إلى أصول علم الأثر للجزائري (۱۳)شروط الأئمة الخمسة للحازمي (۱۴)مقدمة فتح الملهم للعثماني (۱۵)مقدمة إعلاء السنن للتهانوي (۱۶)بلغة الأريب في مصطلح آثار الحبيب للزبيدي (۱۷)الرسالة المستطرفة للكتاني

(۱۸)بستان المحدثين اور (۱۹) عجالۂ نافعہ لشاه عبد العزيز الدهلوي (۲۰) السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي للسباعي (۲۱)السنة قبل التدوين لعجاج الخطيب (۲۲)أضواء على السنة المحمدية لأبي رية (۲۳)تدوينِ حديث لمناظر أحسن الغيلاني (۲۴)ابن ماجه اور علم حديث لعبد الرشيد النعماني'' وغیرہ۔

جہاں تک متونِ حدیث سے تعلق رکھنے والی کتابوں کا تعلق ہے، ان میں جو درسی کتابیں ہیں، جیسے صحاح ستہ، مؤطا مالکؒ، مشکوٰۃ المصابیح، معانی الآثار للطحاوی- یہ کتابیں چوں کہ مولانا نے درس میں پڑھائی ہیں، لہٰذا ان میں سے ہر کتاب اس کے شروح و حواشی کے ساتھ بار بار مولانا کی نظر سے گزری۔ ''صحیح البخاری'' کی شروح میں سے ''فتح الباری'' اور ''عمدۃ القاری'' تو ہر سال آپ کے مطالعے میں رہیں؛ ان کے علاوہ حدیث شریف کی جو کتابیں آپ نے مطالعہ فرمائیں، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

(۱)جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة (۲)كتاب الأثار للإمام محمد بن حسن الشيباني (۳)كتاب الآثار للإمام أبي يوسف (۴)موطأ الإمام محمد الشيباني (۵)سنن الشافعي (۶)مسند أحمد بن حنبل (۷)الفتح الرباني للساعاتي (۸) كتاب السنة لعبد الله بن أحمد (۹)مسند الربيع بن حبيب (۱۰)مسند أبى داؤد الطيالسي (۳۶)المصنف لعبد الرزاق (۱۱)المسند للحميدي (۱۲)المصنف لابن أبي شيبة (۱۳)سنن سعيد بن منصور (۱۴)سنن الدارمي

(۱۵)المنتقى من السنن المسندة عن المصطفى لابن الجارود (۱۶)مسند أبي عوانة (۱۷) مشكل الآثار للطحاوي (۱۸)المعجم الصغير للطبراني (۱۹) سنن الدارقطني (۲۰) صحيح ابن خزيمة (۲۱)المستدرک للحاکم (۲۲) السنن الکبری للبيهقي (۲۳)الجوهر النقي في الرد على البيهقي لابن التركماني (۲۴)الاعتبار في بيان الناسخ والمنسوخ من الآثار للحازمي (۲۵)مشارق الأنوار للصاغاني (۲۶) الترغيب والترهيب للمنذري (۲۷) رياض الصالحين للنووي (۲۸) كتاب الأسماء والصفات للبيهقي (۲۹)شرح السنة للبغوي (۳۰) المحرر في الحديث لابن عبدالهادي المقدسي (۳۱) عمدة الأحكام من كلام خير الأنام لعبد الغني المقدسي (۳۲)إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام لابن دقيق العيد (۳۳)المحلى لابن حزم (۳۴) نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية (۳۵) جامع العلوم والحكم لابن رجب (۳۶) طرح التثريب في شرح التقريب للعراقي (۳۷) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهيثمي (۳۸) التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير لابن حجر (۳۹) الدراية في تخريج أحاديث الهداية لابن حجر (۴۰)بلوغ المرام من أدلة الأحكام لابن حجر (۴۱) الجامع الصغير للسيوطي (۴۲) فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوي

(۴۳)تيسير الوصول إلى جامع الأصول لابن الديبع (۴۴) جامع الأصول من أحاديث الرسول لابن الأثير الجزري (۴۵) كشف الغمة عن جميع الأمة للشعراني (۴۶) كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال لعلي متقي الهندي (۴۷) كنوز الحقائق في حديث خير الخلائق للمناوي (۴۸) جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد للفاسي (۴۹) نيل الأوطار للشوكاني (۵۰) عقود الجواهر المنيفة للزبيدي (۵۱) شرح رموز الأحاديث لضياء الدين الكمشخانوي (۵۲) آثار السنن للنيموي (۵۳) إعلاء السنن لظفر أحمد التهانوي (۵۴) ذخائر المواريث للنابلسي (۵۵) فضل الله الصمد شرح أدب المفرد (۵۶) الاتحاف السنية في الأحاديث القدسية للمدني (۵۷) عمل اليوم والليلة لابن السني (۵۸) لطائف المعارف لابن رجب (۵۹) الحصن الحصين للجزري (۶۰) علل الحديث لابن أبي حاتم (۶۱) تأويل مختلف الحديث لابن قتيبة (۶۲) المقاصد الحسنة للسخاوي (۶۳) كشف الخفاء للعجلوني (۶۴) الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة للشوكاني (۶۵)اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة للسيوطي (۶۶)كتاب الموضوعات لابن الجوزي (۶۷) التعقبات على الموضوعات للسيوطي (۶۸) تذكرة الموضوعات لمحمد بن طاهر

الفتني (۶۹) الموضوعات الكبير لملا علي قاري (۷۰) تنزيه الشريعة المرفوعة للكناني (۷۱) أسنى المطالب لابن درويش وغيرها.

لغاتِ حدیث میں جو کتابیں مولانا کے مطالعہ میں آئیں، وہ یہ ہیں:

(۱) النهاية للجزري (۲) الفائق للزمخشري (۳) مجمع البحار لمحمد بن طاهر الفتني اور اسماء الرجال کی ان سب کتابوں کا مولانا نے مطالعہ فرمایا جو مطبوعہ شکل میں عام طور سے دستیاب تھیں؛ مثلاً امام بخاریؒ کی (۱) التاريخ الكبير اور (۲) كتاب الضعفاء الصغير، (۳) ابن ابی حاتم کی كتاب الجرح والتعديل، (۴) ابن سعد کی الطبقات الكبرى، (۵) علامہ ذہبی کی تذكرة الحفاظ اور اس کے تین ذیل؛ نیز (۶) ميزان الاعتدال (۷) المشتبه في الرجال (۸) سير أعلام النبلاء (۹) تجريد أسماء الصحابة (۱۰) رسالة في الرواة الثقات المتكلم فيهم، حافظ ابن حجر کی (۱۱) تهذيب التهذيب (۱۲) لسان الميزان (۱۳) تعجيل المنفعة (۱۴) تقريب التهذيب؛ نیز (۱۵) الاصابة في تمييز الصحابة اور (۱۶) طبقات المدلسين (۱۷) علامہ الخزرجی کی خلاصة تذهيب الكمال (۱۸) ابن القیسرانی کی الجمع بين رجال الصحيحين، (۱۹) محمد طاہر پٹنی کی المغني في أسماء الرجال (۲۰) ابوتراب شاہ کی كشف الأستار عن رجال معاني الآثار (۲۱) عبدالوہاب مدراسی کی كشف الأحوال فی نقد الرجال (۲۲) البحرانی کی کتاب قرة العين في ضبط أسماء رجال الصحيحين

(۲۳) دولابی کی كتاب الكنى والأسماء (۲۴، ۲۵) علامہ ازدی کی المؤتلف والمختلف اور كتاب مشتبه النسبة (۲۶) جمال الدین الدمشقی کی الجرح والتعديل (۲۷) مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کی الرفع والتكميل (۲۸) امام نوویؒ کی الأسماء والصفات (۲۹) ابن عبدالبر کی الاستيعاب (۳۰) ابن اثیر جزری کی أسد الغابة (۳۱) ابوعمر الکشی کی معرفة الرجال (۳۲، ۳۳) حافظ برہان الدین کی التبيين لأسماء المدلسين اور الاغتباط بمن رمي بالاختلاط (۳۴) محبّ طبری کی الرياض النضرة (۳۵) علامہ بلاذری کی أنساب الأشراف (۳۶) اور سمعانی کی كتاب الأنساب، وغيرها من الكتب(۱)۔

حضرت بنوریؒ کا ترمذی پر تخریج احادیث کا نمونہ:

حضرت نے ''ابواب الطہور'' کے پہلے باب کی حدیث کی خود تخریج فرمائی اور حضرت اسی طرز پر پوری کتاب پر کام کروانا چاہتے تھے۔

باب لا تقبل صلٰوة بغير طهور

اس باب میں تین حدیثوں کا حوالہ دیا گیا ہے:

(۱) ''حديث أبي المليح عن أبيه'' نسائی اور ابوداوٗد نے ''باب فرض الوضوء'' میں اور ابن ماجہ نے ''باب لا يقبل اللّٰه صلوة بغير طهور'' میں۔(۲)

(۱) خصوصی نمبر: ص۴۱۳ تا ۴۱۵ (۲) النسائي، الرقم:۱۳۹، أبوداؤد، الرقم:۵۹، ابن ماجه، الرقم: ۲۷۱

(۲) حدیث ابوہریرہ، صحیح بخاری ”باب لایقبل اللّٰہ صلوۃ بغیر طھور“ (الرقم:۱۳۵) میں۔

(۳) حدیث انسؓ، ابن ماجہ نے باب مذکور ہی میں (الرقم:۲۷۳)، اس لیے ہیثمی کا اسے ”مجمع الزوائد“ میں ذکر کرنا درست نہیں۔

لکھتے ہیں، اس باب میں مندرجۂ ذیل احادیث بھی موجود ہیں:

(۱) حدیث ابوبکرہ، ابن ماجہ (الرقم:۲۷۴) میں۔

(۲) حدیث ابوسعید، طبرانی اوسط اور بزار میں؛ اس میں عبیداللہ بن یزید القردوانی ہے(۱)۔

(۳) حدیث ابن مسعود، طبرانی کبیر میں، اس میں عباد بن احمد عزرمی متروک راوی ہے(۲)۔

(۴) حدیث عمران بن الحصین، طبرانی کبیر میں (الرقم:۱۴۹۱۵)، ہیثمی کہتے ہیں، اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(۵) حدیث ابوسبرہ، طبرانی کبیر میں (الرقم:۱۰۸۲۰۶)، اس میں یحییٰ بن یزید بن عبداللہ انیس ہے جو ہیثمی کے یہاں غیر معروف ہے۔

(۶) حدیث ابوالدرداء، طبرانی کبیر میں، ہیثمی کہتے ہیں، اس کے رجال ثقہ ہیں۔

(۷) حدیث **عیسیٰ ابن سبرۃ عن أبیه عن جده**، طبرانی اوسط میں (الرقم:۱۱۱۵)۔

(۱) أخرجه الطبراني في الأوسط، برقم :٦٨٩٧.

(۲) أخرجه الطبراني في ”المعجم الكبير“: ٤٤٨/٨ عن مسروق بن المرزبان أيضًا .

(۸) حدیث جدۃ رباح بن عبدالرحمٰن، مسند احمد میں (ج۴/ص۰۷، الرقم:۱۶۷۰۲)، اس کی سند میں ابوثفال ہے اور بقول امام بخاری رحمہ اللہ جس کی احادیث قابلِ نظر ہیں(۱)۔

(۹) حدیث سعد بن عمارۃ، طبرانی کبیر میں (الرقم:۵۳۲۶)، بقول ہیثمی اس میں غیر معروف راوی ہے۔

اس ایک معنی کی احادیث تیرہ(۲) صحابی روایت کررہے ہیں؛ لہٰذا یہ حدیث متواتر ہوگئی اور کتاب اور اجماع سے یہ حکم ثابت ہوگیا(۳)۔(☆)

حضرت بنوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ حدیث کی کسی کتاب کی شرح کرنا اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ شارح، حدیث کا حافظ اور الفاظ وطرق سے واقف نہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ جب کسی عالم اور محدث کے سامنے کسی حدیث کے تمام رواۃ، یعنی صحابۂ کرام آجائیں گے اور حدیث کا درجہ تواتر، شہرت وغیرہ کے اعتبار سے معلوم ہوجائے گا تو یہ ان لوگوں کی تردید کے لیے نہایت وزنی دلیل ہوگی جو اخبارِ

(۱) ملاحظہ ہو ”مجمع الزوائد“: ج۱/ص۲۸۲

(۲) اسی طرح اصل میں مذکور ہے، حالاں کہ کل تعداد بارہ ہوتی ہے نہ کہ تیرہ۔

(۳) قلت: فاته (۱۰) حديث أبي بكر: أخرجه أبو عوانة في مستخرجه : ٣٢١/١، برقم: ٤٩٨، وفي مسنده : ٢٠٠/١، برقم:٦٤٥ . (١١) و حديث طلحة بن عبيد الله، أخرجه الباغندي في ”مسند عمر بن العبد العزيز“: ص ١٧٠، برقم:٨٧. (إسماعيل عفي عنه)

(☆) خصوصی نمبر: ص۲۷۹ تا ۲۷۸

آحاد کے منکر ہیں، یا احادیث میں غلط تاویلات کا سہارا لیتے ہیں؛ خاص طور پر ہمارے پرآشوب اور پرفتن دور میں جس میں انکارِ حدیث اور تاویلاتِ باطلہ وفاسدہ مفسدین وزائغین کا شیوہ بن گیا ہے۔

''جامع ترمذی'' کی شرح کے دوران حضرت شیخ رحمہ اللہ نے ''مـــا فـي البـاب'' کی احادیث کی تخریج کا عزم کیا اور بروز دوشنبہ ۷؍رجب ۱۳۶۴ کو اس کام کی ابتدا کی۔

چناں چہ حضرت شیخ نے ابواب العیدین کے ۵۲ (باون) باب، ابواب الزکوٰۃ کے ۳۸ (اڑتیس) اور ابواب الصوم کے ۳۲ (بتیس) ابواب کی تخریج فرمائی۔

ذیل میں بطورِ نمونہ ایک باب ذکر کیا جاتا ہے۔

باب في المشي يوم العيد :

اس باب میں امام ترمذیؒ نے کسی حدیث کا حوالہ نہیں دیا؛ حالاں کہ اس باب میں مندرجۂ ذیل حدیثیں پائی جاتی ہیں:

(۱) حدیث سعد القرظ، ابن ماجہ (ص۹۳) **باب ما جاء في الخروج إلى العيد ماشيا.** (الرقم:۱۲۹۴)

(۲) حدیث ابن عمر، ابن ماجہ (ص۹۳) **باب ماجاء في الخروج إلى العيد ماشيا.** (الرقم:۱۲۹۵)

(۳) حدیث ابی رافع، ابن ماجہ (ص۹۳) **باب ماجاء في الخروج إلى العيد ماشيا.** (الرقم:۱۲۹۷)

لیکن سب کی سند ضعیف ہے۔

عید اور جنازے کے موقع پر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سواری پر سوار ہونے کے بارے میں جو روایت آتی ہے، اگرچہ اس کو ابن قدامہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے؛ لیکن وہ بے اصل ہے(۱)۔

(۴) حدیث سعد ابن ابي وقاص، بزار (الرقم:۱۱۱۵) نے تخریج کی ہے، لیکن اس میں خالد بن الیاس متروک راوی ہے(۲)۔

افسوس کہ یہ کام حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی شدید خواہش کے باوجود مکمل نہ ہوسکا؛ حضرت نے پہلے حضرت مفتی ولی حسنؒ سے اس کی تکمیل کی درخواست فرمائی اور ان کے بعد ڈاکٹر حبیب اللہ شہیدؒ کو سپرد فرمایا، انہوں نے بہت محنت اور جانفشانی سے اس کو شروع فرمایا؛ مگر افسوس کہ تکمیل سے قبل ہی شہید کر دیئے گئے۔

إنا لله وإنا إليه راجعون !

(۱) ملاحظہ ہو تلخیص الحبیر :۱۴۴

(۲) ملاحظہ ہو مجمع الزوائد: ۲/۲۰۱، خصوصی نمبر:۴، ۲۷۴،۲۷٦

یورپ اور امریکہ میں
مقیم مسلمانوں کی مشکلات اور ان کا حل

محترم حضرات! سب سے پہلے ہم مفکرِ ملت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی مدظلہٗ (۱) اور اربابِ ندوۃ العلما کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے علما وفضلا اور مفکرینِ ملت کا یہ عظیم الشان اجتماع منعقد فرمایا۔ امتِ اسلامیہ اس وقت مختلف جہات اور مختلف اسالیب وطرق سے جس طرح کے چیلنجوں کا سامنا کر رہی ہے، اور اسلام کی ترقی اور نوجوانوں کی دینی بیداری سے خوف زدہ قومیں جس طرح اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ ذرائعِ ابلاغ کو استعمال کر کے محاذ آرائی کے لیے میدان میں آ گئی ہیں، اس کا تقاضا تھا کہ علمائے امت اور دردمندانِ ملت جمع ہو کر ان حالات کا جائزہ لیں اور اس کے تدارک کی فکر کریں۔ یقیناً اجتماعی غور وفکر کے بعد جو حل تلاش کئے جائیں گے وہ امت کے لیے مفید ہوں گے۔

ایسے عظیم کام کی ذمہ داری اٹھانے پر اربابِ ندوۃ العلما اور خصوصاً حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ پوری امتِ اسلامیہ کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں۔ **فجزاهم اللّٰه تعالٰی أحسن الجزاء !**

(۱) ۲۲/ رمضان ۱۴۲۱ھ مطابق ۳۱/ دسمبر ۱۹۹۹ء، بروز جمعہ، عالمِ اسلام کا یہ مایۂ ناز سپوت اپنے پیچھے امت کو یتیم چھوڑ گیا۔

هيهات لا يأتي الزمان بمثله ☆ إن الزمان بمثله لبخيل

مکرم حضرات! ناچیز اس مختصر تحریر میں یورپ اور شمالی امریکہ میں مقیم مسلمانوں کے دینی حالات اور مشکلات کے بارے میں چند معروضات پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہے۔ احقر کو پچھلے دس سالوں میں کئی بار برطانیہ، کینیڈا، امریکہ اور جزیرۂ غرب الہند کے سفر کا اتفاق ہوا ہے، اور وہاں کے مسلمانوں سے ملنے اور حالات کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کی توفیق ہوئی ہے؛ اس لیے اختصاراً چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

بعض مخصوص سیاسی اور اقتصادی حالات سے مجبور ہو کر پچھلے پچاس سالوں میں دنیا کے مختلف ممالک کے مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد فرانس، برطانیہ، جرمنی، کینیڈا اور امریکہ میں آباد ہو چکی ہے اور ان کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ مغرب کے مخصوص ماحول اور وہاں کی قوموں سے اختلاط کے سبب مسلمانوں کا متاثر ہونا یقینی بات ہے۔ اور دینی علم اور مذہب سے کمزور تعلق کے سبب اس اختلاط کے منفی اثرات ظاہر ہو رہے ہیں۔ جو لوگ عمر کا ایک حصہ مشرقی ممالک میں گزار کر وہاں پہنچے ہیں، وہ تو ابھی کسی نہ کسی طرح اپنے دین اور اپنی تہذیب کو بچائے ہوئے ہیں؛ مگر بڑا مسئلہ ان بچوں کا ہے جو وہاں پیدا ہوئے ہیں اور وہاں کے تعلیمی ماحول میں پرورش پا رہے ہیں۔

مغرب کا تعلیمی نظام:

ایک عرب محقق نے وہاں کے تعلیمی نظام کے بارے میں جو تبصرہ فرمایا ہے وہ بہت جامع اور مکمل ہے۔ فرماتے ہیں:

”المدرسة الغربية اليوم لا تنشئ إلّا إنسانا ماديا، نفعيا، لايؤمن باللّٰه ولاباليوم الآخر، و لايؤمن إلا بالحياة الدنيا فقط. ويتعلم كيف يستمتع بحياته إلى النهاية، و كيف يشرب كأسه إلى الثمالة، وكيف يكسب ما يقدر عليه باذلاً غاية الجهد و الكدح، و ينفق ما كسبه في هذه الحياة استمتاعا، ورفاهية، و رضا بالحياة الدنيا. هذا إلى استباحة كل حرام يستبيحه المجتمع، و يتعارف عليه الناس، واستعظامه أن تتدخل شريعة اللّٰه في شئونه الخاصة، أو يكون للرسل والمعلمين والمربين توجيههم العلوي، و رسالتهم التربوية، فالفلسفة المادية الغربية اليوم تقوم على أنّ الإنسان سيد نفسه ومصدر قراره، ومنبع أخلاقه، والحاكم على تصرفاته. و ما ارتضاه الناس فهو الشرعة، وما رفضه الأغلبية فممنوع. و لا حدّ للتشريع ينتهي إليه، ولا غاية يقف عندها. و ليس هناك ثوابت في الأخلاق والقيم، إنما الثابت الوحيد هو الحياة و المتعة والنفع.(۱)

ظاہر ہے ایسے تعلیمی نظام میں منسلک بچے اپنے عقائد، اخلاق اور اپنی تہذیب وثقافت کوکبھی باقی نہیں رکھ سکتے۔مسلم معاشرے میں پرانی اورنئی نسلوں میں جوتضادا بھر رہاہے، وہ ایسے تعلیمی نظام کی دَین ہے۔اس لیےسب سے بڑی ضرورت مسلمان بچوں کی تعلیم اسلامی ماحول میں رکھ کر دینے کی ہے؛ تاکہ اُن خرابیوں سے

(۱) عبد الرحمٰن عبد الخالق، بحث مقدم للمؤتمر الإسلامي الثاني، ۱۹/ستمبر ۱۹۹۳ء

محفوظ رہ کرمسلمان بچےتعلیم میں پیش قدمی کرسکیں؛خصوصاً مسلمان بچیوں کی الگ تعلیمی درسگاہیں وقت کی اہم ضرورت ہے۔

۲۔ ان مغربی ممالک میں عیسائی مشنریاں اوربعض دیگرادارےمختلف زبانوں میں چھوٹے چھوٹے رسالےطبع کرتے ہیں اور گھر گھر جا کران کوتقسیم کرتے ہیں، بعض مرتبہ ناواقف مسلمان ان سے متاثر ہوجاتے ہیں،خصوصاً جن کی دینی معلومات محدود ہےوہ بہت جلد شکارہوجاتے ہیں۔

اس لیےایسےاداروں کے قیام کی ہمیں ضرورت ہے جوصحیح اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتابیں، رسائل طبع کرکے مسلمانوں کو پہنچائے؛ تاکہ وہ غلط کتابوں کے اثرات سے محفوظ رہیں۔

۳۔ ان ممالک میں قادیانی،اسماعیلی وغیرہ فِرَق باطلہ کی آج کل خصوصی مدد کی جارہی ہے، ان کواپنے دفاتر اور مراکز قائم کرنے کے لیے خاصی رعایت دی جاتی ہے۔اکثر یونی ورسٹیوں کی لائبریریوں میں شعبۂ اسلامیات میں اِن فرقِ باطلہ کی کتابیں نظرآئیں۔علمائےحق کی بہت کم کتابیں وہاں پائی جاتی ہیں۔

اس لیےاس کی بھی ضرورت ہے کہ صحیح العقیدہ علما کی کتابیں وہاں کی تعلیمی درسگاہوں اور پبلک لائبریریوں میں پہنچائی جائیں؛ تاکہ اسلام کے بارے میں تحقیق کرنے والوں کوصحیح بات جاننے کا موقع مل سکے۔اگر یونیورسٹی، کالج میں پڑھنے والےطلبا سے ربط پیدا کرکے صحیح لٹریچر پہنچاسکیں تو ان فرقِ باطلہ کی کتابوں کے برے اثرات سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

۴۔ ایک خاص ضرورت یہ ہے کہ جدید الاسلام اشخاص کی تعلیم وتربیت کے لیے ادارے قائم ہوں جن کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے؛ مگر ان کی تعلیم وتربیت نہ ہونے کی شکل میں صحیح نتیجہ نہیں نکل رہا، اور یہ بھی بڑا خسارہ ہے۔

۵۔ مسلمانوں کے فروعی اختلافات کے سبب بھی جدید الاسلام لوگ کشمکش میں پڑ جاتے ہیں۔ مقلدین اور سلفی نوجوانوں کی کشمکش بہت نقصان دہ ثابت ہو رہی ہے۔ امریکہ میں ایک جدید الاسلام اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے کہ تبلیغی جماعت والے ہم کو اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دیتے ہیں؛ مگر میرے یہ عرب دوست مجھے سختی سے روکتے ہیں کہ یہ لوگ صحیح اسلام پر نہیں ہیں، اب میں پریشان ہوں کہ کس طرف جاؤں۔ اس لیے عرب علما کے ذریعہ اس کی کوشش کی جائے کہ مغرب میں رہنے والے عرب نوجوانوں کو سمجھائیں کہ فروعی اختلافات پر اتنا زور نہ دیں ورنہ لوگ مطلق دین سے بے زار ہو جائیں گے۔

۶۔ مسلمانوں میں عائلی مسائل میں بھی انتشار کی کیفیت ہے۔ مغربی معاشرے کے اثرات اور وہاں کے مخصوص قوانین سے غلط فائدہ اٹھا کر کثرت سے طلاق اور طلاق کے بعد شوہر کے نصف مال اور بچے ہونے کی حالت میں اس سے بھی زائد مال اور مکان کی عورتیں دعوے دار بن جاتی ہیں۔ اور حکومت عموماً عورتوں کے حق میں فیصلہ کرتی ہے؛ اس لیے مسلم معاشرہ بہت ہی انتشار کا شکار ہو رہا ہے۔ ''مونٹریال'' میں ایک دیندار مسلمان جو کئی سال سے نکاح پڑھانے کی خدمت انجام دے رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ پچھلے ۴۰؍سال میں ساڑھے تین ہزار نکاح میرے پاس رجسٹرڈ ہوئے ہیں؛ مگر اس میں ۷۰؍فیصد سے زیادہ عورتوں کی طلاق ہوگئی

یا شوہر کو چھوڑ کر چلی گئی ہیں؛ اس لیے اس کے تدارک کی بھی ضرورت ہے۔ خصوصاً کتابیات سے نکاح کرنے کے بارے میں محتاط رہنے اور اس کے نقصانات اور آئندہ نسلوں کی ایمانی زندگی کے بقا اور عدم بقا کے بارے میں سمجھانے کی ضرورت ہے۔

۷۔ تجارتی مراکز اور اسٹورس میں ملازمت چاہنے والے مسلمان لڑکوں کو اسلامی لباس ترک کرنے، ڈاڑھی اور ٹوپی پہننے سے منع کیا جاتا ہے، یا حسنِ اسلوب سے اسلامی تہذیب کو ترک کرنے کی طرف راغب کیا جاتا ہے۔ بعض کمزور مسلمان پریشان ہو کر وضع قطع تبدیل کر لیتے ہیں اور آہستہ آہستہ ان کی طرز رہائش و بود وباش اختیار کر لیتے ہیں۔ مسلمان اس حالت میں نہیں ہیں کہ اپنے تجارتی مراکز یا صنعتی ادارے قائم کریں اور مسلمان لڑکوں کے لیے کام کے مواقع فراہم کر سکیں۔

۸۔ ایک مشکل یہ ہے کہ پاک و ہند سے جو علما ان ممالک میں پہنچے ہیں، ان میں اکثر انگریزی زبان سے ناواقف ہیں؛ اس لیے نئی نسل کے نوجوانوں کے ساتھ ربط پیدا کرنے میں ان کو کامیابی نہیں ملتی، اور مسلمانوں کی بڑی تعداد صحیح علم سے محروم ہو جاتی ہے۔ اس لیے انگریزی دان اور بزرگوں سے تعلق رکھنے والے علما کو خدمت کرنے کے لیے منتخب کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسے علما کی ضرورت ہے جو علمی استعداد اور اخلاق و دیانت میں ممتاز ہوں اور اسلامی زندگی کی صحیح نمائندگی کرتے ہوں۔

۹۔ ان ممالک میں بعض علما اور دردمندان نے دینی مدارس شروع کیے ہیں؛ مگر ان میں بھی عموماً درسِ نظامی ہی رکھا گیا حتی کہ بعض فارسی کی کتابیں بھی نصاب میں شامل ہیں، اور انگریزی زبان جس کی وہاں کے فضلا کے لیے اہمیت ہے اس کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ اس لیے ایسی درسگاہوں کا قیام ضروری ہے جو وہاں کے طلبا

کے مناسب نصاب پڑھائے اور مسلمانوں کو وہاں پیش آنے والے مسائل کا حل کرسکیں۔ نیز مسلم اداروں کا آپسی ربط کی بھی ضرورت ہے۔

۱۰۔ ایک قابلِ فکر مسئلہ یہ ہے کہ قادیانی وغیرہ بعض باطل جماعتیں ٹی وی کی لائنیں خرید کران کے ذریعہ بھرپور طریقے سے اپنے مذہب کی اشاعت کررہے ہیں اور علمائے حق ٹی وی کے استعمال کے جواز وعدمِ جواز کی بحثوں میں الجھے ہوئے ہیں۔ انٹرنیٹ اورٹی وی سے لاکھوں انسان گمراہ ہورہے ہیں۔ ہمارے کتابچے، رسائل وکتب اتنے وسیع حلقے میں کس طرح پھیلائے جائیں؛ یہ قابل غور مسئلہ ہے۔ علمائے کرام کواس مسئلہ کے ہر پہلو پرغورکرنے کی ضرورت ہے۔ ذرائع ابلاغ کے اثرات کا خیال کرنا ضروری ہے۔

۱۱۔ اسلام مخالف طاقتوں کی ان تمام کوششوں اور ذرائع ابلاغ کے مکروہ پروپیگنڈوں کے باوجود الحمدللہ بہت سی سعید روحیں حلقہ بگوشِ اسلام ہورہی ہیں؛ مگر خود مسلمانوں کی غلط زندگیاں اور غیراسلامی طرز حیات رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ اگر مسلمان خود صحیح اسلامی زندگی گزارنے والے بن جاتے اور عملی طور پر اسلام کا نمونہ پیش کرتے تو شاید یورپ وامریکہ کا نقشہ بدل گیا ہوتا؛ مگر بدقسمتی سے معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے، اس لیے مسلمانوں کی اصلاح کے لیے مخلصانہ جدوجہد کی شدید ضرورت ہے۔

۱۲۔ فرقِ باطلہ کے مقابلے کے لیے کانفرنسیں منعقد کرنا بھی دشوار ہورہا ہے کہ نقضِ امن اور ملک میں مذہبی اختلافات کو روکنے کے بہانے سے کینیڈا جیسے ملک میں

ردقادیانیت کے جلسوں پر پابندی لگادی گئی ہے، جس میں قادیانی شاطروں کی مساعی کا بڑا دخل ہے؛ اس لیے کتابوں، مجلسی مذاکروں اور طلبہ کی مجلسوں کے ذریعہ خاموشی سے کوشش کرنے سے ہی اس کا علاج ہوسکتا ہے۔

۱۳۔ مسلمان حکومتوں کے بعض ادارے تھوڑا بہت کام کررہے ہیں؛ مگر اس میں مزید پھیلاؤ اور دیگر مسلم تنظیموں کے ساتھ تعاون کرکے متحدہ لائحۂ عمل بنانے سے بہتر کام ہوسکتے ہیں۔

۱۴۔ امریکہ میں اکثر جگہوں پر تعلیم یافتہ مسلمان ہیں، مگر اُن میں خودرائی کا ایسا خطرناک مرض پیدا ہوگیا ہے کہ ہر مسئلہ میں اپنی ذاتی رائے اور رسوخ کو اہمیت دی جاتی ہے اور علمائے دین سے وابستگی کم ہوگئی ہے؛ بلکہ اس کو زیادہ پسند بھی نہیں کیا جاتا، اس طرح نئے نئے فتنوں اور بحثوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس رجحان کو بدلنے اور اس کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۵۔ مذکورہ بعض نُقاط کا تعلق صرف یورپ وامریکہ ہی سے نہیں؛ بلکہ پاک وہند میں بھی ایسے ہی معاملات ہیں۔ اس لیے جب تک دینی کام کرنے والوں کا متحد اور مضبوط نظامِ عمل نہ ہوگا، یہ اسلام دشمن قوتیں اپنا کام کرتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فکرِ صحیح کے ساتھ اختلافات سے بالاتر ہوکر دینِ مبین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

و قل اعملوا فسيرى الله عملكم، ونسأل الله التوفيق إلى خير العمل

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نابینا علما اور ان کے بے مثال کارنامے

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلٰوۃ والسلام علی أشرف الأنبیاء والمرسلین، و علٰی آلہ و أصحابہ أجمعین. أما بعد! عن ابن عباس رضي اللّٰہ تعالٰی عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من آوی یتیمًا إلی طعامہ وشرابہ، أوجب اللّٰہ لہ الجنة البتة إلا أن یعمل ذنبًا لا یغفر (۱)، ومن عال ثلث بنات أو مثلهن من الأخوات، فأدّبهن و رحمهن حتی یغنیهنَّ اللّٰہ، أوجب لہ الجنة. فقال رجل: یارسول اللّٰہ أو اثنتین؟ قال: أو اثنتین، حتی لو قالوا: أو واحدة؟ لقال: واحدة، ومن أذهب اللّٰہ بکریمتیہ وَجَبَت لہ الجنة. قیل: یا رسول اللّٰہ و ما کریمتاہ؟ قال: عیناہ. (رواہ في شرح السنة) (۲)

حضرات علمائے کرام، بزرگو، اور دوستو! آج کی اس بابرکت مجلس میں شرکت کرکے ہم بے حد مسرت محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے

---

(۱) قلت: هكذا وقع في المشكاة و لكنه لم يقع في شرح السنة: إلا أن يعمل ذنبًا لا يغفر (شرح السنة: ج۱۳/ص۴۵، الرقم: ۳۴۵۷، ط.بيروت) نعم إنها وقعت في الروايات الأخرى.

(إسماعيل عفى عنه)

(۲) مشكوة المصابيح: باب الشفقة و الرحمة على الخلق، الفصل الثاني: ۴۲۳

عزیزم مولوی حسن مرچی صاحب زید مجدہٗ (۱) کو کہ انہوں نے از راہِ محبت ہم سب کو مدعو کر کے جنتی لوگوں کے ساتھ کچھ لمحات گزارنے کی سعادت بخشی۔ **فجزاہ اللّٰہ أحسن الجزاء!**

حضرات! آپ سب حضرات کو معلوم ہے کہ آج کا جلسہ ''مدرسة النور للمكفوفين'' کے چند خوش نصیب طلبا کے فراغت پانے اور ان کو تقسیمِ اَسناد و انعام کے لیے منعقد کیا گیا ہے۔ یہ وہ سعادت مند طلبا ہیں جن کے بارے میں لسانِ نبوت نے **وَجَبَت لَہ الْجَنة** کی خوش خبری سنائی ہے، جیسا کہ مذکورہ حدیثِ پاک ابھی آپ نے سماعت فرمائی ہے۔

حضرات! مولانا حسن مرچی زید علمہ اور ان کے رفقائے کار پوری امتِ مسلمہ کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنے فاقد البصر بھائیوں کی تعلیم وتربیت کے لیے یہ ادارہ قائم فرمایا، اور کئی سال سے اس کے لیے پوری محنت اور توجہ سے عظیم الشان خدمات انجام دے کر آج اس کا ثمرہ ہمارے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ **فجزاهم اللّٰہ عنا و عن جمیع المسلمین أحسن الجزاء!**

حضرات! اس ملک میں فضلائے کرام نے بہت سے دینی ادارے قائم فرمائے ہیں اور وہ سب اپنی اپنی جگہ قابلِ قدر خدمات انجام دے رہیں؛ مگر اِس ادارے کی یہ امتیازی شان ہے کہ وہ اُن طلبا کی تعلیم وتربیت کا انتظام کر رہا ہے جو

---

(۱) مولانا حسن مرچی صاحب مدظلہٗ: فاضل ''دار العلوم فلاح دارین ترکیسر''، ''مدرسة النور للمكفوفين'' کے بانی و مہتمم، مجاز حضرت اقدس مولانا محمد رابع صاحب ندوی دامت برکاتہم۔

بینائی کی دولت سے محروم ہیں، اور وہ اب تک دینی تعلیم سے محروم رہتے تھے۔ الحمدللہ! اس مثالی ادارے نے ان کے لیے تعلیم کی راہ کھول کر عظیم الشان فریضہ انجام دیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بہت قبول فرمائے۔

ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو ہمیشہ دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کا خیال رہتا تھا۔ حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک مرتبہ میرٹھ شہر کے ایک جلسے میں علما کو توجہ دلائی تھی، کہ مسلمان بچیوں کے لیے مکاتبِ اسلامیہ اور مدارسِ دینیہ ملک کے مختلف علاقوں میں کافی تعداد میں قائم ہورہے ہیں؛ مگر ہمارے نومسلم بھائیوں کی تعلیم وتربیت کے لیے ابھی کوئی ادارہ قائم نہیں ہوا ہے، اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ کاش کہ حکیم الامتؒ کی اس تجویز کو عملی جامہ پہنایا جاتا تو آج اس کے بہتر نتائج دیکھ سکتے تھے۔

حاضرینِ کرام! قرآن مجید میں سورۂ عبس وتولیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی تھی، جس کی تفصیل سب کو معلوم ہے۔ اس سورت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مجلس میں آتے دیکھتے تھے، تو فرماتے تھے کہ یہ وہ شخص ہیں جن کے بارے میں میرے رب نے عتاب فرمایا(۱)۔ اور صرف اتنا ہی نہیں؛ بلکہ سلطان العلما شیخ عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام السلمی الدمشقیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

(۱) أخرجه الديلمي في الفردوس، برقم: ٦٨٠٥.

كان الرسول صلى الله عليه وسلم إذا رأه مُقْبِلاً بَسَطَ له رِدائَه حتى جَلَسَ عليه إكرامًا له(۱).

کاشانۂ نبوت میں ان کی بہت خاطر مدارات ہوتی تھی۔ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کو لیمون وشہد کھلاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ نزول آیت کے بعد یہ ابن ام مکتوم کا روزینہ ہے(۲)۔

طبرانی میں بروایت عبداللہ بن مسعودؓ مروی ہے کہ: **من ذهب بصره في الدنيا جعل الله له نورًا يوم القيامة إن كان صالحًا.**

یعنی وہ فاقد البصر حضرات جو دنیا میں نیک اعمال کرتے رہے ہوں گے؛ قیامت میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ان کو ایک خاص نور سے مشرف فرمائیں گے(۳)۔

حضرات! غور فرمائیں، نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلیٰ اخلاق اور ''مکفوفین'' کے ساتھ آپ کے اس نادر الوجود برتاؤ کے بعد کون امتی ایسا ہوگا جو فاقد البصر بھائیوں کو عزت واحترام کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ۱۳ر مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا موقع ملا ہے(۴)۔

الحمدللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوۂ کریمہ نے امت میں ان کی قدریں بڑھادیں، اور بینائی سے محرومی کے باوجود یہ حضرات امت میں احترام کی نظر سے دیکھے جانے لگے۔ اور ان ''مکفوفین'' میں ایک اچھی خاصی تعداد علم وفضل میں کمال حاصل کرکے امت میں بلند مقام حاصل کرچکی ہے۔

(۱) تفسیر شیخ عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام السلمی الدمشقیؒ: ج۳/ص۱۳۱۱
(۲) مستدرک حاکم: ج۳/ص۷۳۵، الرقم: ۶۶۷۰
(۳) رواه الطبراني في الأوسط: ج۲/ص۵۲، الرقم: ۱۲۲۰ (۴) تاریخ خلیفہ ابن خیاط: ج۱/ص۱۴

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانیؒ نے تاریخِ ابن خلّکان، تذکرۃ الحفاظ، نزہۃ الالباب وغیرہ کتابوں کی مدد سے مسلمان نابینا فضلا کے حالات میں مختصر رسالہ مرتب فرمایا ہے۔ اس کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، فرائض وحساب وغیرہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں کتنے نابینا حضرات کامل گزرے ہیں۔ اوران میں بعض حضرات مثلاً حضرت قتادہؒ، ابوالعلاء معرّی، بشار بن برد- اپنے فن میں ایسے باکمال ہوئے ہیں کہ بینا علما میں ان کی نظیر مشکل سے نظر آئے گی۔

(۱) علامہ خلیل صفدیؒ نے بھی "الشعور بالعور" نامی کتاب میں نابینا علما کا ذکر کیا ہے۔ "نكت الهميان في نكت العميان" بھی ان کی کتاب ہے جو ۱۳۹۹ھ میں طبع ہوئی۔ ایک عرب عالم نے "العلماء المكفوفون" لکھی ہے؛ مگر مجھے نہیں ملی۔

بہرحال ان حضرات نے بڑے پائے کی کتابیں تصنیف کیں، ان کے حلقۂ درس میں بڑے بڑے نامور علما پیدا ہوئے، ان میں سے بعض باکمال حضرات یہ ہیں:

(۱) محمد بن منہال محدث

ان کی کنیت ابوجعفر ہے۔ بصرہ کے باشندے تھے۔ ابوعوانہ اوران کے طبقے کے شیوخ سے حدیث شریف کی روایت کی۔ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، ابوداوٗدؒ، ابویعلیٰؒ ایسے محدثین ان کے شاگرد ہیں۔ اپنے حافظے سے روایت بیان کرتے تھے، ائمۂ فن نے ان کی توثیق کی ہے۔

کسی نے سوال کیا کہ کوئی کتاب آپ کے پاس ہے، فرمایا، ہاں، میرا سینہ۔ ابویعلیٰ موصلی کے سامنے ان کا ذکر آیا تو انہوں نے بہت تعظیم سے ان کا ذکر کیا اور کہا کہ بصریوں میں ان کے زمانے میں کسی کا حافظہ ان کے جیسا نہیں تھا۔ شعبان ۲۳۱ء میں رحلت فرمائی(۱)۔

(۲) مغیرہ ابن مقسم الضبی الکوفی

ابوہشام کنیت تھی، کوفہ کے باشندے تھے، ۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ دنیا میں آئے تو آنکھوں میں نور نہیں تھا؛ مگر فقیہ اور محدث تھے، ذکاوت اور طباعی میں اعجوبۂ روزگار تھے۔ امام شعبیؒ، مجاہدؒ، ابراہیم نخعیؒ جیسے بلند پایہ ائمہ سے فنِ حدیث وفقہ حاصل کیا، اور شعبہؒ اور ابوعوانہؒ جیسے عالی مرتبت امام ان کے شاگردوں کی فہرست میں ہیں۔ امام احمدؒ نے ان کے حافظہ وذہانت اور اتباعِ سنت کی تعریف فرمائی ہے۔

خود فرماتے تھے کہ جو بات ایک دفعہ میرے حافظہ میں آگئی، کبھی گم نہیں ہوئی۔ ۱۳۳ھ میں وفات ہوئی(۲)۔(۳)

(۳) حماد بن زید بصری

ابواسماعیل کنیت ہے، ابن دینارؒ اور ثابت البنانیؒ وغیرہ محدثین سے حدیث شریف کی روایت کی۔ علی بن المدینیؒ ان کے تلامذہ میں ہیں۔ ابن مہدیؒ کا قول ہے کہ اپنے زمانے میں یہ چار آدمی امام الناس تھے: سفیان ثوری، امام مالک، اوزاعی، حماد

(۱) سير أعلام النبلاء للذهبي: ج۱۰/ص۶۴۴، ط. مؤسسة الرسالة بتحقيق شعيب الأرنؤط
(۲) سن وفات کے بارے میں ۱۳۳اور ۱۳۴ھ یوں دو قول مروی ہیں۔ (۳) سیر أعلام النبلاء: ج۶/ص۱۳

بن زید رحمہم اللہ۔ ابن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ بصرہ میں ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں تھا۔

ان کو خود اپنی روایت کردہ چار ہزار حدیثیں ازبریاد تھیں۔ اس خوبی سے روایت کرتے تھے کہ کبھی خطا نہیں کی، ۱۷۹ھ میں اکیاسی برس کی عمر میں رحلت فرمائی(۱)۔

(۴) ابو معاویہ محمد بن خازم الکوفی

۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے، امام اعمشؒ اور ان کے طبقے کے علما سے حدیث حاصل کی۔ بیس برس امام اعمشؒ کی صحبت میں رہے۔ ان کا قول ہے کہ میرے آنکھوں والے ہم سبق اعمش کی درس گاہ سے اٹھ کر میرے ساتھ مکان پر آتے، اور میں ان کو اپنی یاد سے وہ حدیثیں لکھوا دیتا جو شیخ کے یہاں سنی ہوتیں۔ خلیفہ ہارون رشید ان کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ، یحییٰ بن معینؒ اور ائمۂ حدیث ان کے شاگردوں میں ہیں۔ ان کی جلالتِ شان یہ تھی کہ جب شعبہ ان کی موجودگی میں اعمش کی احادیث روایت کرتے تو ان سے پوچھتے جاتے کہ اسی طرح ہے جس طرح مَیں نے روایت کی؟ حافظِ قرآن تھے۔ ابن المدینیؒ نے ڈیرھ ہزار حدیثیں ان سے روایت کیں۔(۲)

(۵) ابو العیناء

محمد نام ہے، ابو العیناء کنیت ہے۔ اصلاً یمامہ کے تھے، اہواز میں ۱۹۱ھ میں پیدا ہوئے، بصرہ میں پرورش پائی اور وہیں علمِ حدیث اور فنِ ادب میں کمال پیدا کیا۔

---

(۱) سیر أعلام النبلاء: ج۷/ص۴۶۱ (۲) سیر أعلام النبلاء: ج۹/ص۷۳

ان کے استاذ اصمعی اور ابوعبیدہ جیسے کامل الفن تھے۔ حافظہ بہت قوی تھا، نہایت فصیح وبلیغ اور لطائف وظرائف، حاضر جوابی وذہانت میں بے مثل تھے۔ ایک اور نابینا ابو علی(۱) ان کے ہم عصر تھے، دونوں میں مقابلہ رہتا تھا۔ ان معرکوں میں جو لطیفے اور مزے دار شعر ہوتے وہ مشہور ہیں۔ ۲۸۲ یا ۲۸۳ھ میں وفات ہوئی(۲)۔

(۶) ابو العلاء (المعرّی) الشاعر

احمد بن عبداللہ، عرب کے مشہور قبیلہ قضاعہ سے تعلق ہے۔ علامۂ عصر اور فنونِ ادب کے عالی مرتبہ اور کامل شخص تھے۔ ۲۷ ربیع الاول ۳۶۳ھ کو شہر معرّی واقع ملک شام قریب حماۃ میں پیدا ہوئے۔ چار برس کی عمر میں چیچک کی بیماری لاحق ہوئی(۳) اور آنکھیں اس کی نذر ہوگئیں۔ نحو اپنے والد سے معرّی میں پڑھی۔ شوقِ طلب نے وطن چھڑایا اور حلب پہنچ کر ابن سعد نحوی سے فنِ نحو کی تکمیل کی۔ گیارہ برس کی عمر میں شعر کہنے لگے تھے۔ ۳۹۸ھ میں بغداد آئے؛ مگر زیادہ نہیں ٹھہرے۔ دوسرے سال پھر سفر کیا اور ایک سال اور سات ماہ قیام کیا، اور کمال حاصل کر کے وطن کی طرف مراجعت کی۔ درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا کام بھی جاری تھا۔ نامور علما، وزرا اور ذی رتبہ لوگوں سے جو ان کے معاصر تھے خط وکتابت بھی کرتے تھے۔

---

(۱) اسی طرح ''وفیات الأعیان'' میں مذکور ہے؛ البتہ صاحبِ ''معجم المؤلفین'' تحریر فرماتے ہیں: كان بينه و بين أبي علي البصير مكاتبات و مهاجات. (ج۱۱/ص۱۳۹) ...... (۲) وفیات الاعیان: ج۴/ص۳۴۷

(۳) امام ذہبی، صفدی، ابن کثیر، سیوطی، اور سید احمد الہاشمی رحمہم اللہ وغیرہ حضرات نے تین برس کی عمر ذکر کی ہے؛ مگر علامہ عبدالعزیز میمنی راجکوٹیؒ نے اپنی لاجواب کتاب ''أبو العلاء المعري و ما إليه: ص ۳۳'' میں اِس پر رد کیا ہے۔ اور مذکورہ بالا قول کی تصحیح فرمائی ہے۔ (اسماعیل عفی عنہ)

انہوں نے از راہِ ظرافت اپنا نام رهين المحبسين (دوہرے قید خانے کا قیدی) رکھا تھا، یعنی نابینا اور خانہ نشیں۔ ۴۵؍سال تک گوشت نہیں کھایا۔

ابو القاسم تنوخی اور خطیب تبریزی جیسے ادیب ان کے شاگرد تھے۔ فہرست تصانیف پر نظر ڈالیے تو ان کے کمال پر حیرت ہوتی ہے۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں، منجملہ ان کے "لزوم مالا يلزم" ۵ جزء، "سقط الزند" اور فن ادب میں "الأيك والغصون" سو جلدوں میں۔ اس کے اشعار بہت مشہور ہیں، اس کے اشعار میں سے چند یہ ہیں:

صاح هذی قبورنا تملأ الرحـ	ـب فأين القبور من عهد عاد
خففِ الوطء ما أظن أديم الأر	ض إلا من هذه الأجسادِ
و قبيح بنا و إن قدم العهـ	ـد هوانُ الآباء و الأجداد
سر إن استطعتَ في الهواء رويدا	لا اختيالاً على رُفات العباد

(جواہر الادب: ۳۷۸)

(۷) الامام الشاطبی

قاسم بن فیرُّہ نام ہے، ابو محمد کنیت ہے۔ شاطبہ کے باشندے تھے جو مشرقی اندلس (۱) کا ایک بڑا مردم خیز شہر تھا۔ ۵۳۸ھ میں ولادت ہوئی۔ فن قرأۃ کے مشہور امام ہیں، علاوہ قرأۃ کے تفسیر وحدیث کے زبردست عالم اور فنِ نحو ولغت میں بے نظیر تھے، علم تعبیر میں بھی کافی درک رکھتے تھے۔

(۱) قال النووي: إنها بفتح الهمزة و الدال، و هذا هو المشهور، و يقال بضمهما. (تهذيب اللغات: ص۲٤) و في "تاج العروس" للزبيدي: ج ۱۵/ص ٤۲۳. إنها بفتح الهمزة و بضم الدال و اللام.
(إسماعيل عفى عنه)

فنِ قرأۃ قاری ابو عبد اللہ اور ابو الحسن اندلسی سے، اور علمِ حدیث ابن سعادہ خزرجی اور حافظ ابن النِّعمۃ وغیرہ سے حاصل کیا۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطا پر ایسا کامل عبور تھا کہ طلبا، پڑھتے تو یہ اپنے حافظے سے ان کے نسخوں کی صحت کراتے جاتے تھے، اور کثرت نکات بیان کرتے تھے۔ قول وفعل دونوں میں راست باز تھے، فضول کلام سے سخت احتیاط تھی اور ہرگز بے ضرورت بات نہیں کرتے تھے۔ جب کسی نے مزاج پرسی کی "خیریت ہے" کہہ کر خاموش ہو جاتے۔ ان کی کتاب عربی زبان وادب کے لحاظ سے بھی بلند درجہ رکھتی ہے۔

علمِ قرأۃ باوضو، پرتکلف لباس پہن کر نہایت خشوع وخضوع، انکسار کے ساتھ پڑھاتے۔ ۵۷۲ھ میں مصر گئے، وزیرِ مصر نے بہت اکرام کیا اور ان کے لیے مستقل ایک مدرسہ تعمیر کروایا۔ امام شاطبیؒ مدرسہ مذکور میں کلام مجید، قرأت ونحو ولغت پڑھایا کرتے تھے۔ علامہ ابن خَلّکان نے فرمایا کہ ان کی ذات نے ایک عالم کو فیض پہنچایا۔ مَیں نے مصر میں ان کے بہت شاگرد دیکھے۔ ۲۸؍جُمادی الاخریٰ، بروز یک شنبہ ۵۹۰ھ میں ۵۲؍سال کی عمر میں وفات پائی (۱)۔

(۸) محبّ الدین حنبلیؒ

ابو البقاء عبد اللہ بغداد کے رہنے والے تھے۔ علمِ حساب، فرائض اور نحو میں کامل تھے۔ ۳۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ فنِ نحو ابن خشاب وغیرہ اساتذۂ فن سے پڑھا، حدیث شریف کی سند امام طاہر مقدسیؒ وغیرہ سے حاصل کی۔ زندگی ہی میں مشہور

(۱) وفیات الأعیان: ج۴/ص۷۲

ہوگئے تھے، دور دور سے لوگ ان کے آستانے پر جمع ہوگئے تھے۔ جو آئے علم کی دولت سے مالا مال گئے۔ ان کی آخری عمر میں یہ تسلیم کرلیا گیا کہ فنونِ بالا میں وہ یکتائے روزگار تھے۔ نحو کی خدمت زیادہ کی، اس فن میں بہت مفید کتابیں لکھیں۔ ان کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

شرح ایضاح ابوعلی فارسی، شرح دیوان متنبّی، کتاب اعراب القرآن الکریم، کتاب اعراب الحدیث، شرح اللمع لابن جنی، کتاب اللباب فی علل النحو، کتاب اعراب شعر الحماسۃ، شرح مفصل زمخشری، شرح خطبِ نباتیہ، شرح مقامات حریری، ان کے علاوہ فن حساب میں متعدد تصانیف تھیں۔ ۶۱۶ھ میں بمقام بغداد وفات پائی (۱)۔

(۹) حضرت قتادہ ابن دعامۃ السدوسی الحافظ:

ابوالخطاب کنیت، وطن بصرہ، ۶۰ھ (یا ۶۱ھ) میں پیدا ہوئے۔ جلیل القدر تابعی ہیں اور بڑے پائے کے مفسر تھے۔ تفسیر کے علاوہ حدیث شریف، علم انساب، تاریخ عرب اور علم ادب ولغت میں ان کی جلالتِ شان اور کمال مسلم ہے۔

ابوعبیدہ کا بیان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ خلیفۂ دمشق کے دربار کا شُتُر سوار ان کے دروازے پر مذکورہ بالا علوم کے بارے میں کوئی بات دریافت کرنے نہ آیا ہو۔

حضرت سعید ابن المسیبؒ کے شاگرد ہیں، جب ان کی خدمت میں پڑھنا شروع کیا تو اس کوشش وجدوجہد سے علم حاصل کرتے تھے کہ ابن المسیبؒ گھبرا اٹھے، اور تیسرے روز فرمانے لگے کہ اے اندھے! تو یہاں سے نکل، تو نے مجھے نچوڑ لیا۔

(۱) وفیات الاعیان: ج۳/ص۱۰۱

ان کا قول ہے کہ مَیں نے کسی محدث سے حدیث دوبارہ سنانے کی فرمائش نہیں کی، اور جو بات میرے کان میں ایک دفعہ پڑ گئی حافظے میں محفوظ ہوگئی۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ تفسیر واخلاقی مسائل کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ امام ممدوح نے ان کی فقاہت کی تعریف فرمائی ہے۔

بصرہ کے بلند وپست حصے میں بے تکلف بغیر رہبر کے پھرتے تھے۔ ایک مسجد میں پہنچے، وہاں ابن عبید بیٹھے تھے، اتفاقاً اسی وقت ان لوگوں نے حضرت حسن بصریؒ کا حلقہ چھوڑ کر اپنا حلقہ جدا قائم کیا تھا۔ ان کی آواز سن کر قتادہ سمجھے کہ حسن بصری کا حلقہ ہے، قریب آئے تو اصلی حال معلوم ہوا، بے ساختہ زبان سے نکلا "**ھؤلاء المعتزلۃ**" اس روز سے گروہ مذکورہ کا یہی لقب مشہور ہوگیا۔ ۱۱۷ھ میں شہر واسط میں مبتلائے طاعون ہوکر رحلت فرمائی (۱)۔

(۱۰) بشار بن برد الشاعر

ابو مُعاذ کنیت تھی، اصلاً ایرانی تھے۔ نابینا پیدا ہوئے، آنکھوں کے حلقے سوجھے ہوئے اور سرخ، بلند وبالا قد اور خوب توانا اور فربہ، چہرے پر چیچک کے داغ تھے۔ شعرائے اسلام کے بعد پیدا ہونے والے شعرا میں یہ پہلے نمبر پہ تھے۔ خلیفہ مہدی کے مداحوں میں تھے۔ نوے برس سے زائد عمر ہوئی۔ ان پر زندقہ کا الزام لگایا گیا، سزا میں ستر درے کا حکم ہوا، اسی سزا میں رحلت ہوئی۔ ۱۶۸ھ کا واقعہ ہے، کسی شخص نے ۱۶۷ھ سنہ وفات لکھا ہے۔ بعض حضرات نے ان کے زندیق ہونے کا

(۱) سیر اعلام النبلاء: ج۵/ص۲۶۹

انکار کیا ہے۔واللہ اعلم !ان کا دیوان چھپا ہوا ہے(۱)۔

خـليـلـيّ إن الـمـال لـيـس بنافع　　إذا لـم يَـنَـلْ مِـنـه أخٌ وصـديـقٌ
وكـنـتُ إذا ضـاقـت عليّ محلّةٌ　　تـيـمَّـمـتُ أخرى ما عليَّ تضيقُ
و ما خاب بين اللّٰه والناس عاملٌ　　له في التقى أو في المحامد سوقٌ
و لا ضاق فضل اللّٰه عن متعفِّفٍ　　و لـكـنَّ أخـلاقَ الـرجال تضيقُ
إذا كـنـت في كل الذنوب مُعاتبًا　　صديقَكَ لَم تَلْقَ الذي لا تُعاتِبُهُ
فـعِـش واحدًا أوصل أخاك فإنه　　مـفـارقُ ذنـبٍ مـــرةً و مُجَانِبُهُ
إذا أنت لم تَشْرَبْ مَراتٍ على القذى　　ظمئت وأي الناس تصفو مشاربُهُ

(دیوان بشار ابن برد:۱/ ۹۳۸)

اے دل تمام نفع ہے، سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے، سو ایسا زیاں نہیں

(۱) وفیات الأعیان: ج۱/ص۲۷۳

عربی زبان کی عام غلطیاں

ہر زبان کے ماہر اپنی اپنی زبان کے ادیبوں، شاعروں اور اخبار نویسوں کی تحریروں پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں، اور زبان کی غلطی کو واضح کرتے ہیں۔ اردو زبان میں جناب حفیظ الرحمٰن صاحب دہلویؒ، مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اور ماہر القادریؒ وغیرہ زبان وادب کے ماہر نقاد تھے، جنہوں نے بڑے بڑے ادبا اور شاعروں کی تحریروں پر گرفت کی، اگر یہ نقد کا عمل جاری نہ رہے تو زبان میں فساد کا پیدا ہو جانا یقینی ہے۔ زبان کے معاملے میں عرب دوسروں سے زیادہ حساس اور بیدار ہیں، وہ ہر ایسی نحوی، صرفی غلطی اور عجمی تعبیرات کو ناپسند کرتے ہیں، جس کی وجہ سے عربی کی خوبصورتی مجروح ہوتی ہو۔

عربی زبان کے بہت سے فاضل نقاد گزرے ہیں، ان میں مصر کے الاستاذ عباس ابوالسعود المکرّم بھی ہیں، عربی زبان پر ان کی گرفت بہت مضبوط ہے۔ انہوں نے ''أخطاء شائعة'' کے عنوان سے ایک طویل مضمون کئی قسطوں میں مجلّہ ''الازہر'' میں شائع کیا تھا، جو عربی ادب کے طلبا کے لیے نہایت مفید اور زبان کا سلیقہ سکھانے والا مضمون ہے؛ ان کے اس قیمتی مضمون سے بطور نمونہ تھوڑا سا نقل کرتا ہوں:

(۱) لوگ کہتے ہیں: رأى الولد الأسد فاندهش خوفًا، وذهب عقله، فهو مندهش. و رأى أستاذه فاندهش حياءً۔ حالاں کہ یہ تعبیر غلط ہے؛ اس

لیے کہ انفعل کے مطاوع میں علاج ضروری ہے، جیسے **كسّرت الكوب فانكسر، وجَذَّبْتُ الشيء فانجذب**۔ اس میں فصیح تعبیر اس طرح ہے: **دهِش الولد دهشًا**، جس کا باب **فرِح** ہے **إذا تَحيّر و ذهب عقله خوفا أو حياء فهو دهِشٌ**، اور یہ لفظ بذریعہ ہمزہ متعدی ہوتا ہے، عرب کہتے ہیں: **أدهشه الخوف أو الخجلُ فهو مُدْهَش** (اسم مفعول کے صیغے کے ساتھ) اور یہی لغت فصیح ہے۔

(۲) ہم ریڈیو پر سنتے ہیں: **اليوم بارد یا اليوم حار**؛ اور یہ صاف غلطی ہے۔ **الطقس** کا لفظ ہے، عامی زبان ہے، فصیح تعبیر یہ ہے: **الجَوُّ اليوم بارد**، اس کی جمع **جِواء** آتی ہے جیسے **سهم وسهام**، یا **الهواء اليوم بارد أو حار** بھی بول سکتے ہیں۔ اس کی جمع **أهوِيَة** آتی ہے، جیسے **كِساءٌ و أَكْسِيَةٌ**۔ اور **هواء** خالی چیز کو بھی کہتے ہیں، جیسے **هذا منزل هواء أي خال من السكان**۔ اسی لیے عرب لوگ بزدل کو مجازاً **إنه لَهواء** کہتے ہیں: **أي خالي القلب عن الجرأة**۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول **وأفئدتهم هواء، أي خالية عن الفهم لفرط الحيرة والدهشة يا خالية عن الخير، خاوية عن الحق**۔

(۳) گرم پانی سے غسل کرنے والے کو کہتے ہیں: **طاب حمّامک**، اور یہ بالکل فاسد ہے۔ اس کی صحیح تعبیر یہ ہے: **طابت حِمّتک** یا **طاب حَمِيمُک**— دونوں کا معنی گرم پانی کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تیرا پسینہ اچھا ہو۔ تندرست آدمی کے لیے پسینہ بہتر معلوم ہوتا ہے، بیمار کے لیے تکلیف دہ ہوتا ہے، تو اس کلمہ کا مطلب یہ ہے کہ **أصَحَّ اللّٰه جسمک**۔ اور **حمام** کا لفظ سیبویہ کے نزدیک مذکر ہے؛ مگر

لوگوں نے اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ **حمامات** لکھی ہے۔ اور صاحبِ ''مصباح'' فرماتے ہیں کہ یہ لفظ مذکر اور مؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے۔

(۴) آج کل زمین پر بچھانے کی چیز کو لوگ **حصيرة** کہتے ہیں، اور اس کی جمع **حُصُرٌ** ضمہ اور سکون کے ساتھ لکھتے ہیں، کہتے ہیں: **المسجد مفروش بالحُصُرِ**، اور یہ بالکل صحیح نہیں ہے؛ بلکہ نماز وغیرہ کے لیے جو چیز بچھائی جاتی ہے اس کو **حصير** کہتے ہیں (بغیر گول تا) اور اس کی جمع **أحصِرة** آتی ہے جیسے کہ **رغيف** اور **أرغفة** یا **حُصُرٌ** مثل **كُتُبٌ**۔ اسی طرح ایسی چیز کو ''**باريّة**'' بھی کہتے ہیں (یائے مشدد کے ساتھ)؛ یہ وہ چٹائی ہے جس کو بانس وغیرہ سے ہاتھ سے بناتے ہیں۔ اور **حُصُرٌ** جو **حُمُرٌ** کے وزن پر ہے، اس کے معنی ایسی عورت جس کے ساتھ جماع مشکل ہو، وہ **حَصُرَاء** کی جمع ہے: **المرأة الرتْقاء التي لايستطاع جماعها أو لا خرق لها إلا المبال**۔ اور کبھی **حُصُرٌ** مفرد بولا جاتا ہے، جس کا معنی پیٹ کے قبض کے ہیں، جس کو عام لوگ امساک کہتے ہیں۔ **حُصِرَ الرجلُ و أُحْصِر** (مجهول) **إذا اعتقل بطنه** — اسی سے آتا ہے۔ **أعوذ باللّٰه من الحصر والأسر**، اخیر کا معنی ''**احتباس البول**'' کے ہیں؛ اور لفظ **حصير** کے اور بھی کئی معنی ہیں:

۱- اس کے معنی قید کے بھی آتے ہیں، مثلاً **وجعلنا جهنم للكافرين حصيرًا**(۱)۔

۲- بادشاہ کے معنی بھی آتا ہے۔ **غضب الحصير على فلان أي الملک، وسمی ذلک لاحتجابه**۔ اور کہتے ہیں: **خلده الحصير في الحصير أی أبقاه الملک في المحبس**۔

(۱) الإسراء: الآية:۸

۳- حصیر الأرض، اس کا ظاہری حصہ۔

۴-اس کے معنی پہلو کے بھی ہیں، دابة عریضة الحصیرین أي الجنبین، و أوجع اللّٰه حصیرَى فلان أى جنبیه۔

۵-تنگ سینہ والا بھی معنی ہوتا ہے، و هو ضیق الصدر ۔اسی طرح جس کو جماع کی قدرت کے باوجود عورت کی رغبت نہ ہو،اس کو حصور کہتے ہیں۔ وسیدًا وحصورًا و نبیًا من الصالحین(۱)۔

(۵) ایک ہندنژاد درخت کے پھل کو لوگ قُرنُفُل تین ضموں کے ساتھ بولتے ہیں؛ حالاں کہ صحیح لفظ قَرنْفُل ہے، دوفتحہ پھر سکون، تقول: الطعام مقرفل ومقرنف إذا کان مطیبا به، وطیب مقرفل إذا جعل فیه القرنفل(۲)۔

(۶) لوگ کہتے ہیں: نشط العامل في عمله ینشَط فهو نَشِطٌ (بکسر الشین) اور یہ غلط ہے؛اس لیے کہ اگر یہ فعل باب فرح سے ہے تو اس کا مصدر نَشَطًا ہوگا،جیسے فرِح فرَحًا ،اوراس طرح عربوں سے منقول نہیں ہے۔صحیح یہ ہے کہ نشِط اکثر سمع سے آتا ہے،کہا جاتا ہے، نشط العامل في عمله نَشِطَ نَشاطًا ،جب کہ اس کا نفس کام سے مطمئن ہو،تو وہ اس کی طرف رغبت سے جلدی متوجہ ہوتا ہے، فهو ناشط، ونشیط جیسے سامع وسمیع۔

(۱) أساس البلاغة، للزمخشري: ۸۸/۱

(۲) المزهر للسیوطي: ج۲/ص۳۵، و المخصص لابن سیده:۲۶۵/۳

اور کبھی یہ لفظ ضرب سے آتا ہے، اس وقت اس کا دوسرا معنی ہوتا ہے۔ نَشَطَ الرجل الحبل یَنْشِطُ نَشطا إذا عقده بأنشوطة، ونشط فلان من الدار نشطا إذا خرج منها ۔اوراسی سے اللّٰہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: والناشطات نشطا(۱) —یعنی ستارے ایک برج سے دوسرے برج میں منتقل ہوتے ہیں۔

اور کبھی باب ضرب اور نصر دونوں سے مستعمل ہوتا ہے۔ الحیة تنشِط وتنشُط إذا عضّت بنابِها(۲)۔

(۷) آج کل اخباروں میں یہ عبارت نظر آتی ہے: ”ینبغي لحکومتنا الرشیدة أن تقوي جیشنا و تدعمه تدعیما عظیمًا بکثیر من الأسلحة الفتاکة“ یہ بالکل فاسد تعبیر ہے؛اس لیے کہ ایسے موقع پر تدعیم کا لفظ عربوں سے منقول نہیں۔

اس عبارت کے مطلب کو ادا کرنے کے لیے ثلاثی مجرد کا فعل استعمال کرنا چاہیے، یوں لکھے: ینبغي لحکومتنا أن لا تدعم جیشنا دعمًا ۔باب نفع سے فعل ہوگا،عرب کہتے ہیں: مال حائط فلان فدعمه بدعامة و دعائم اور بدعمة اوردعم فهو حائط مدعوم ۔ اوراسی سے بطور مجاز کہتے ہیں: فلان دعامة قومه أي سیدهم و سندهم۔

اعشیٰ کا شعر ہے:

کلا أبویکم کان فرعا دعامة ☆ ولکنهم زادوا وأصبحت ناقصا

(۱) النازعات: الآیة: ۲ (۲) القاموس المحیط للفیروزا بادی :۸۹۰

وهـم دعـائـم قـومهم، وأقام فلان دعائم الإسلام، اور کہتے ہیں: دعمت فلانا إذا أعنته وقويته، ولا دعم بي أي لاقوة ولا تماسک(۱).

(۸) آج کل لکھتے ہیں: جـاء نـا مـن الأمیـر مرسال، معه رسالة يأمرنا فيهـا بكذا وكذا ۔اور یہ واضح غلط لفظ ہے، باوجود اس کے کہ لفظ مرسال، عربی لفظ ہے؛ مگر اس کا تعلق نہ تو امیر سے ہے نہ رسالۃ سے ۔اس کے دو معنی بالکل الگ ہیں؛ ایک النـاقة السهلة السير – ہلکی پھلکی چال والی اونٹنی۔عرب کہتے ہیں: نـاقة مـرسـال ونـوق مـراسيـل، أي رسـلات الـقـوائم ۔دوسرا معنی السهـم الـصـغـيـر – چھوٹا تیر ہوتا ہے۔ یہ لوگ جو بات کہنا چاہتے ہیں، اس کے لیے صحیح عبارت اس طرح ہوگی: جـاء نـا مـن الأمیـر رسـول وجـمـعـه رسل (بضم السين و قد تسكن) ارشاد باری ہے: لـقـد جاء ت رسل ربنا بالحق(۲)۔ یا اس طرح کہا جائے: جـاء نـا مـن الأمیـر مـرسل (اسم مفعول کے صیغے کے ساتھ) اور اس کی جمع مرسلون ہوگی۔ارشاد باری ہے: لا يـخـاف لـدیّ الـمرسلون (۳)۔اور الرسول ،اصل میں مرسل ہے،فعول بمعنی مفعول،اور اس کا استعمال مذکر،مؤنث،تثنیہ،جمع سب کے لیے ایک ہی لفظ سے ہوسکتا ہے۔ هـو رسـول، هـي رسول، لا رسولة و هما رسول، وهم وهن رسول ؛اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے: فقولا انا رسول رب العالمين (۴)۔

(۱) أساس البلاغة، للزمخشري: ۱/ ۱۳۴ — ۳۵۰

(۲) الاعراف: آیت ۴۳ (۳) النمل: آیت ۱۰ (۴) الشعراء: آیت ۱۶

اور تثنیہ بھی استعمال کر سکتے ہیں، جیسے فـاتيـاه فـقـولا إنـا رسـول ربک(۱)۔بعضوں نے سورۂ شعراء میں مفرد کی تعلیل کی ہے کہ فعول، اور فعیل میں مذکر و مؤنث، واحد و جمع یکساں ہوتا ہے، مثلاً کلمۂ عدو، جمع کے لیے استعمال ہوا ہے، ان الكافرين كانوا لكم عدوا مبينا (۲)، فانهم عدو لى الارب العالمين (۳) اور کلمۂ صَدیق مفرد اور غیر مفرد کے لیے مذکر اور مؤنث دونوں مستعمل ہے، هـو صديق ، وهى صَديق وهما صَديق وهم و هن صَديق۔عربی شاعر کہتا ہے ۔

دعـون الهـوى ثـم ارتـمـين قـلوبنـا
بـأعيـن أعـداء و هـن صـديـق (۴)

علامہ زمخشریؒ(۵) آیتِ سابقہ کے ذیل میں فرماتے ہیں جو سورۂ شعراء وطٰہٰ میں گزری، کہ رسول-مرسل اور الرسالۃ، دونوں معنوں میں آتا ہے۔سورۂ طٰہٰ میں مرسل کے معنی میں آیا اس لیے تثنیہ لایا گیا، اور شعراء میں الرسالۃ کے معنی میں ہے۔ رسول کا الرسالۃ کے معنی میں استعمال کی دلیل عربی کا یہ شعر ہے ۔

لقد كذب الواشون ما بحت عندهم
بسـر ولا أرسـلتهـم بـرسـول (۶)

(۹) کہتے ہیں: غـلـط الـخطيب فى منطقه فهو غلطان اور بعضوں کے نزدیک فهـو غالط، اور دونوں غلط ہیں، صحیح لفظ فهو غلِط ہے، اس لیے کہ یہ لفظ

(۱) طٰہٰ: آیت ۴۷ (۲) النساء: آیت ۱۰۱ (۳) الشعراء: آیت ۷۷

(۴) دیوان جریر: ۴۱۱ (۵) الکشاف: ۳/ ۳۰۴ (۶) دیوان کثیر عزۃ: ۱۷۱

باب ضرب سے ہے، عرب کہتے ہیں: **غلط في منطقه وغلت في حسابه فهو غلط** اور کہا جاتا ہے: **غالطه مغالطة وغلطة تغليطًا، إذا قال له غلطت. والأغلوطة (بالضم) والمغلطة (بالفتح) الكلام يُغْلَطُ فيه و يُغَالَطُ به والمِغلاط الكثير الغلط**، اور جو آپ کو مغالطہ دیتا ہے، اس کو آپ کہتے ہیں: **إياك والمكابرة والمغالطة، وأربأبك عن التخاليط**۔(۱)

(۱۰) آج کل لوگوں کی زبانوں پر اور تحریروں میں بھی یہ لفظ کثرت سے نظر آتا ہے، **هذا الشاعر رقيق الوجدان** (بکسر الواو) اور نسبت کے طور پر بولتے ہیں: **شاعر وجداني، وكان شعره الوجداني، أرق شعره وأنداه** وغیرہ۔ اور یہ سب غلط ہے؛ اس لیے کہ کلمۂ وِجدان مصدر ہے، جو الگ الگ دو معنوں میں مستعمل ہے: (۱) **إدراك الشيء والحصول عليه** - کسی چیز کا ادراک کر لینا یا اس کو حاصل کر لینا۔ جیسے آپ فرمائیں: **وجدت ضالتي وِجدانا وجِدة** (دونوں میں کسرہ) جب آپ گمشدہ چیز کو پالیں۔ (۲) غضب، ناراضگی، جیسے **وجدت عليه وجدانا، بالكسر، وموجدة، بالفتح**، اور محبت کے باب میں لکھتے ہیں: **وجد أخي بفلانة وعليها وجدا، و هو واجد بفلانة و علٰى فلانة، ومتوجد، و وجد بها وتوجّد وله بها وجد، وتواجد فلانة أرى من نفسه الوجد، وهو المحبة**۔ اور حزن کے باب میں **وجِد به وَجدا (بكسر الجيم في الماضى وفتح الواو في المصدر)**، کہا جاتا ہے: **أوجده**

(۱) القاموس:۸۷۸، أساس البلاغة:۳۳٦

اللّٰه إذا أغناه، ووجدت زيدًا ذا الحفاظ، أي علمته و منه قول الشاعر:

إن الكريم و أبيك يعتمل ☆ إن لم يجد يوما على من يتكل

أي إن لم يعلم على من يتكل، اور اسی طرح ارشاد باری میں: **ووجدك عائلا فاغنٰى أي علمك فقيرًا فأغناك** (۱)۔

اور شاعر کی فنی مہارت اور اس کی براعت کے اظہار کے لیے انہوں نے جو وجدان کا غلط لفظ استعمال کیا اس کی جگہ دوسری بہترین تعبیرات اور الفاظ موجود ہیں، مثلاً **هذا الشاعر جذل اللفظ، ساحر العبارة، متين النسج، نير الديباجة، سريع الخاطر، حاضر البديهة، يملك عليك لبك ومشاعرك بسحر بيانه وقوة عارضته، وبما يتحفله به من نفحات العبقرية في شعره الذي أحكم فواصله وأصاب كلاه ومفاصله.**

ملحوظہ: الاستاذ عباس ابوالسعود المحترم نے ۴۵۰ ر سے زائد اغلاط کی نشاندہی کی ہے، جن میں سے صرف ۱۰ ر بطور نمونہ پیش کر دی ہیں۔ اس قسم کے مضامین اور مقالات کے مطالعہ سے آدمی کا ادبی ذوق بلند ہوتا ہے، اور اس کو عربی زبان کی صحیح تعبیرات کا پتہ چلتا ہے۔ ممکن ہے کہ "**مجلة الأزهر**" کا یہ مقالہ رسالے کی شکل میں چھپ گیا ہو، "الازہر" میں پڑھنے والے کسی طالب علم یا ولی اللہ صاحب کے ذریعہ معلوم کر لیں۔

(۱) أساس البلاغة:۲/ ۱۰

میری اس تحریر کو بھی کسی صاف لکھنے والے سے دوبارہ لکھوا کر اساتذہ مطالعہ کریں گے تو نفع سے خالی نہیں۔ ایسی بحثیں ''الفلاح'' میں طبع ہونی چاہیے؛ تاکہ ادبی ذوق میں اضافہ ہو۔ یہ میری ناقص رائے ہے، آپ لوگ جس طرح بہتر خیال فرماویں عمل کرلیں؛ مگر کم از کم اساتذہ اس کو دیکھ لیں، تاکہ محنت کام میں آجائے۔ حضرت مولانا ذوالفقار احمد صاحب(۱)، مولانا اقبال صاحب(۲)، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب(۳)، مولانا عبداللہ کاوی صاحب(۴)، مولانا محمد صدیق صاحب(۵) مولانا بشیر احمد مدنی صاحب☆، مولانا یوسف صاحب☆، مولانا ابوبکر صاحب☆ وغیرہم سب ہی باذوق لوگ ہیں، ان کو خاص طور پر ایسے مقالات اردو، عربی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سب کے علم میں برکت ہو، اور اپنے وسیع علم اور بلند کردار کے ذریعے امت کے نونہالوں کی بہترین علمی اور عملی زندگی کی تعمیر آپ کے ہاتھوں ہوتی رہے۔ آمین!

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام

اخوکم فی اللہ

عبداللہ غفرلہ کاپودروی

نزیل حال ٹورنٹو، کینیڈا

۱۰/مارچ ۱۹۹۵ء جمعہ

(۱) مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب نروریؒ: محدث جلیل، مشہور صاحب طرز خطیب وادیب، مرجع العلما، قافلۂ علم و فضل کے فرد یگانہ، زہد وتقویٰ اور تواضع وانکساری کا مجسم نمونہ، ''فلاحِ دارین ترکیسر'' کے سابق شیخ الحدیث، متعدد اداروں کے سرپرست۔ ۱۴/دسمبر ۱۹۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ دیوبند میں دس سال قیام کرکے ۱۹۶۷ء میں فراغت حاصل کی۔ حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ، حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ اور حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ جیسے فضلائے روزگار آپ کے اساتذہ میں ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے زیر تربیت رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ برسوں کی محنت اور دعاؤں کے بعد لوگ ''دارالعلوم'' میں داخلہ پاتے ہیں، اور آپ کو خود ''دارالعلوم'' نے طلب کیا، گویا ''دارالعلوم'' مرید اور آپ مراد تھے۔ و ذلک فضل الله يؤتيه من يشاء! مفکر ملت حضرت مولانا کاپودروی صاحب کی نگاہِ انتخاب نے دیوبند سے ترکیسر جا پہنچایا، جہاں ۴۳/سال قیام کرکے تقریباً تمام علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں۔ آخری سالوں میں درسِ بخاری بھی متعلق رہا۔ آپ کے بہار آفریں قلم سے آدھ درجن سے زائد کتابیں نکل کر عوام وخواص سے خراجِ تحسین وصول کرچکی ہیں۔ افراد سازی، اخلاق کی بلندی اور محبت وشفقت کے حوالے سے اَنمٹ نقوش چھوڑے۔ ۵/اپریل ۲۰۱۰ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اور اب ''نرور'' کے گورستان میں میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ رحمه الله رحمةً واسعةً!

(۲) حضرت مولانا اقبال صاحب فلاحی ندوی ثم مدنی زیدت معالیہ: ۱۹۵۶ء میں ضلع ''بھروچ'' کے مردم خیز قصبہ ''دیولہ'' میں ولادت ہوئی۔ ۱۹۷۷ء میں ''فلاح دارین'' سے سند فراغت حاصل کی۔ ۱۹۷۹ء میں ''ندوۃ العلما'' سے ''تخصص في الأدب العربي'' کیا، اس کے بعد چار سال مدینہ منورہ میں قیام کرکے ''کلیۃ الدعوۃ و أصول الدین'' سے متعلق ہوکر امتیازی نمبرات سے ''لیسانس'' کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۸۳ء سے ''فلاحِ دارین'' میں ادب عربی، تفسیر، اصولِ تفسیر اور حدیث وغیرہ علوم کی کامیاب تدریس فرما رہے ہیں۔ چھ سال ''فلاحِ دارین'' کے عہدۂ نظامت پر بھی فائز رہے، پھر اپنے ذاتی عوارض اور علمی ودعوتی مشغولیتوں کے سبب سبکدوشی اختیار کرلی۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں حضرت مفتی احمد بیمات صاحبؒ، حضرت مولانا ابرار احمد صاحبؒ، حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب قاسمیؒ، حضرت مولانا شیر علی صاحب قندھاری، حضرت مولانا محمد رابع صاحب ندوی، حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی، الشیخ غنیمان، الشیخ عبدالرحمٰن الحذیفی امام الحرم المدنی، الشیخ ابراهیم الاخضر امام الحرم المکی، الشیخ فؤاد، الشیخ محمود فائد اور الشیخ جمعہ مصری حفظہم اللہ جیسی شہرۂ آفاق شخصیات گرامی ہیں۔ آپ کو حضرت مولانا محمد رابع صاحب ندوی دامت برکاتہم سے اجازتِ بیعت بھی حاصل ہے۔ آپ عربی ادب میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عربی زبان پر آپ کی قدرت کا اندازہ آپ کے استاذ گرامی حضرت مولانا نور

محمد صاحب دیوریاوی کی اس شہادت سے ہوتا ہے جو شهد شاهد من أهلها کی حیثیت رکھتی ہے۔آپ فرماتے ہیں:

"و ما تدري من هو إقبال؟ هو ذاك الغلام الذي أقبل على اللغة العربية، فدقها و طحنها و خبزها بعد عجنها، فأكلها، فأصبح يتكلم بها بالارتجال؛ لأنها تعلقت باللسان فلا تكاد تفارق من إقبال"۔(نبضاتِ قلبی:۱۲)

حق تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرما کر مزید حسنِ قبول سے نوازے۔آمین!

(۳) حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن بن عبد الغفار ندوی زیدت معالیہ: صوبہ ''بہار''، ضلع ''روہتاس'' کے ایک چھوٹے سے گاؤں ''مونا'' میں ۲۲؍جون ۱۹۶۴ء میں آنکھیں کھولیں۔''ندوۃ العلما'' سے حفظ، فضیلت، تخصص فی الحدیث اور افتا کے اسناد حاصل کئے۔اساتذہ اور اکابر کے مشورے پر ''دار السّلفیہ بمبئی'' کے مرکز بحث و تحقیق سے متعلق ہو کر "رسالة ابن حجر العسقلاني، مسند السيدة فاطمة الزهراء، جزء من الخلافيات بين الإمام أبي حنيفة و الإمام الشافعي للإمام البيهقي" وغیرہ کتب کی تحقیق و تخریج کی۔۱۹۹۴ء سے ''فلاحِ دارین'' میں ادب و حدیث اور دیگر علوم کی کامیاب تدریس فرما رہے ہیں۔اس دوران تقریباً ایک درجن کتابیں ترتیب دیں، جن میں "أخلاقيات الحرب في السيرة النبوية" ۲۵۰؍صفحات پر مشتمل ایک بے مثال کارنامہ ہے۔اس وقت ''صدائے اسلام ترکیسر'' اور ''فیضانِ حلیم بمبئی'' کے ایڈیٹر کی حیثیت سے امت کی رہبری فرما رہے ہیں۔آپ کو داعیٔ سنت حضرت مولانا منیر احمد صاحب زیدت معالیہ کے مُجاز اور معتمد ہونے کا شرف حاصل ہے۔مختلف تنظیموں کے رکن بھی ہیں۔اور ''کوساڑی''، ضلع ''سورت'' میں ماہِ رمضان المبارک میں خانقاہی سلسلہ بھی جاری فرمائے ہوئے ہیں۔موصوف اپنی وسعتِ علم، اخلاص وللّٰہیت اور تربیت کے حوالے سے کافی شہرت رکھتے ہیں۔خدا تا دیر سلامت رکھے اور دین وملت کی خدمت لیتا رہے۔آمین!

(۴) حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاوی زیدت معالیہ: یکم جون ۱۹۵۵ء میں ولادت ہوئی۔''فلاحِ دارین ترکیسر'' سے ۱۹۷۵ء میں سندِ فراغ حاصل کی۔''مظاہر علوم سہارنپور'' میں ایک سال قیام کر کے فنون پڑھا۔پھر ''دار العلوم دیوبند'' پہنچ کر دوبارہ دورے کی تکمیل کی۔آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا عاقل صاحب دام ظلہٗ، مولانا یامین صاحب، مولانا نصیر احمد خاں صاحب، مولانا انظر شاہ کشمیری، مفتی احمد بیمات صاحب، مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی (رحمہم اللہ) جیسی سربرآوردۂ روزگار شخصیات ہیں۔''دار العلوم بروڈہ'' میں بارہ سال تک علوم عربیہ اور فقہ کی تعلیم دیتے رہے۔۱۹۹۰ء سے ''فلاحِ دارین'' سے متعلق ہو کر فقہ، حدیث اور تفسیر وغیرہ علوم کی کامیاب تدریس فرما رہے ہیں۔ترجمہ وتفسیر سے آپ کو خاص مناسبت ہے۔آپ وجیہ، متواضع اور باوضع شخصیت کے

حامل ہیں۔حق تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائے۔اور آپ کے فیض کو جاری وساری فرمائے۔آمین!

(۵) حضرت قاری محمد صدیق سانسرودی صاحب زیدت معالیہ (ولادت ۱۹۶۱ء): سانسرود ضلع بھروچ کو موصوف کی جائے ولادت ہونے کا شرف حاصل ہے۔۱۹۸۰ء میں ''دار العلوم فلاحِ دارین'' سے سندِ فضیلت حاصل کی۔جامعہ مذکورہ ہی میں علوم قرأت، سبعہ، ثلاثہ اور عشرہ وغیرہ کی تکمیل کی۔۱۹۸۱ء سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔آپ اس وقت صدر القراء کے بلند مقام پر فائز ہیں۔آپ کے اساتذہ میں حضرت مفتی احمد بیمات صاحب، حضرت قاری انیس صاحب فیض آبادیؒ وغیرہ اکابر علما ہیں۔آپ کے اشہبِ قلم سے آدھ درجن سے زیادہ کتابیں نکل کر علمائے کرام سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔جن میں ''فتح الرحمٰن شرح خلاصۃ البیان'' اور ''المیسرۃ'' لاجواب کتابیں ہیں۔ثانی الذکر کتاب برصغیر میں عشرۂ کبیر کے اجراء کے حوالے سے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔آپ نے دنیا بھر میں اپنے تلامذہ کا جال بچھا دیا ہے۔آپ علمِ تجوید وقرأت کے حوالے سے علما وقراء کا مرجع ہیں۔اس علم شریف کے حصول کے لیے اکنافِ عالم سے لوگ جوق در جوق حاضر ہو کر آپ کی بارگاہِ عالی سے اپنی تشنہ لبی دور کرتے ہیں۔تجوید وقرأت میں آپ کی آرا کو وقیع نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔مصر وعرب کے علمانے آپ کی فنی مہارت کا لوہا مانا ہے۔جب تجوید وقرأت کے کسی موضوع پر گویا ہوتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ؎

بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسول میں

حق تعالیٰ مدت مدید تک آپ کے سایے کو باقی رکھے، اور علم وفضل کا یہ آبشار اپنی پوری توانائی کے ساتھ جاری وساری رہے۔آمین!

☆......افسوس کہ ان گرامی قدر حضرات کے تفصیلی حالات سعیٔ بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہو سکے۔ان شاء اللہ! اگر ممکن ہو سکا تو آئندہ اشاعت میں پیش کئے جائیں گے۔

☆☆☆☆☆

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے
(اقبال)

گجراتی زبان میں حج لٹریچر

حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ ہر وہ مؤمن جس کے دل میں اللہ کے گھر اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے، اور اس کو دارین کی فلاح وکامیابی ارکانِ اسلام کی ادائیگی میں نظر آتی ہے، وہ حج ادا کرنے کے لیے تڑپتا رہتا ہے۔ وہ دنیا کے کسی خطہ میں رہتا ہو اور کوئی بھی زبان جانتا اور بولتا ہوگا؛ مگر وہ اس اہم رکن کے بارے میں جاننے اور زندگی میں ایک بار زیارتِ حرمین کی تمنا رکھتا ہے۔

پھر اس دنیا میں حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کوئی انسان معصوم نہیں ہے؛ اس لیے ہر مؤمن کو-خصوصاً حدیث پاک کے اس مفہوم کو معلوم کرکے کہ حجِ مقبول انسان کو اس طرح گناہوں سے پاک کرتا ہے جیسے اس کی ماں نے اس کو آج ہی جنا ہو- بیت اللہ کی زیارت اور ارکانِ حج کو مسنون طریقے سے ادا کرنے کا شوق دامن گیر ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کی تمنا اور آرزو میں سالہا سال بسر کرتا ہے؛ تاکہ وہ توبہ وانابت، طواف وصلوٰۃ اور تسبیح وتہلیل کے ذریعے اپنے گناہوں کو صاف کرے اور اپنی روح کو سیئات کی آلودگیوں سے مزکّٰی بنادے۔

مگر حج ایک ایسی عبادت ہے جو زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے۔ چند خوش قسمت انسانوں کو چھوڑ کر اکثر مسلمانوں کو ایک یا دو بار ہی یہ سعادت حاصل ہوتی ہے؛ اس لیے اس کے صحیح طریقے، اس کے فرائض و واجبات اور سنن ومستحبات کا خیال رہنا مشکل ہے۔

اس لیے حج جیسے اہم رکن کے فضائل ومسائل امت کو سمجھانے اور اس کے ادا کرنے کے صحیح طریقے بتلانے کے لیے علمائے امت نے- اللہ تعالیٰ اُن کو اِس کا اجرِ عظیم عطا فرماوے- دنیا کی مختلف زبانوں میں ان موضوعات پر کتابیں لکھیں؛ تاکہ مسلمان صحیح ارکان ادا کرکے اس کے ثمرات کو حاصل کرے۔

خصوصاً ہمارے ملک کے ہر صوبے میں، اس صوبے کی زبان میں علما نے حج کا لٹریچر تیار کیا۔ آج کے سیمینار میں جو موضوعات طے کیے گئے ہیں ان میں ہندوستان کی مختلف زبانوں میں حج لٹریچر کا موضوع بھی ہے۔ اس لیے صوبۂ گجرات میں بولی جانے والی گجراتی زبان میں حج لٹریچر کا مختصر تعارف اس مقالے کا مقصد ہے۔

اللہ کے فضل سے صوبۂ گجرات کے علمائے کرام نے قرآن مجید کے ترجمے کے ساتھ احادیثِ پاک اور فقہ وفتاویٰ کی کتابوں کو بھی گجراتی زبان میں منتقل کیا ہے۔ اس لیے حجاج کرام پہلے انہی فقہ کی گجراتی کتابوں اور گجراتی فتاویٰ کے مجموعات سے مسائلِ حج سے واقف ہوتے رہے؛ مگر پچھلے پچاس سالوں میں اس موضوع پر متعدد مفید کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی ہیں۔

ان میں سے چند مشہور واہم یہ ہیں:

(۱) بمبئی کے مشہور صاحبِ خیر تاجر جناب احمد غریب صاحب مرحوم نے ''غریب کا حج'' نامی عمدہ کتاب گجراتی میں شائع فرمائی؛ جس میں فضائلِ حج کے علاوہ حجاجِ کرام کو گھر سے واپسی تک کی جملہ ضروری ہدایتیں اور ضروری مسائل ذکر کردیئے ہیں۔ اس کتاب میں مؤلف کے ذاتی تجربات اور مشکلات کا ذکر بھی آگیا ہے۔

(۲) دوسری اہم اور مختصر کتاب ''آسان حج'' نامی کتاب ہے۔ جس میں اختصار کے ساتھ حج کا طریقہ اور ضروری مسائل ذکر کئے گئے ہیں۔

(۳) تیسری کتاب ''انوار الحج'' ہے، جو مولانا سلیمان نورگت صاحب مرحوم (۱) کے قلم سے مرتب ہوئی، اور ''تبلیغ آفس'' نے اس کو شائع کیا۔ یہ کتاب بھی سہل انداز میں عوام کے لیے بہت مفید ثابت ہوئی۔

(۴) چوتھی کتاب ''احکام الحج'' نامی بہت مقبول کتاب گجراتی میں شائع ہوئی ہے۔

(۵) اردو زبان میں مسائلِ حج پر کافی کتابیں ہیں، ان میں معلم الحجاج کا ایک خاص مقام ہے۔ اسی طرز کی گجراتی کتاب ''مسائلِ حج'' ہے، جو حضرت مفتی احمد بیمات صاحب مرحوم (۲) کی مرتب کردہ اور شائع کردہ عمدہ کتاب ہے۔

(۶) اسی طرح ''فضائل حج'' نامی کتاب، فضائل حج پر بہترین کتاب ہے، جو مفتی صاحب موصوف نے شائع کی۔

---

(۱) مولانا سلیمان صاحب نورگتؒ: ترکیسر کے مایۂ ناز سپوت، جامعہ ڈابھیل کے قابلِ فخر فاضل، مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ کے تلمیذ، حضرت مولانا غلام حبیب صاحب نقشبندیؒ کے خلیفۂ اجل، افسوس کہ عمر عزیز کی صرف ۵۵/ بہاریں دیکھنے پائے تھے، کہ علم وعمل کا یہ مجسم نمونہ افقِ ترکیسر میں روپوش ہوگیا۔ رحمہ اللّٰہ رحمةً واسعةً !

(۲) حضرت مفتی احمد بیمات صاحبؒ: سابق صدر جمعیۃ علمائے گجرات، رکنِ مجلس عاملہ جمعیۃ علمائے ہند، سابق استاذ حدیث ''جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل''، سابق شیخ الحدیث ومفتی ''فلاحِ دارین ترکیسر''، بانی وسابق مہتمم ''جامعہ مدنی دار التربیت کرمالی''، سابق صدر دینی تعلیمی بورڈ، ہزاروں فتاویٰ کے مرتب، شیخ الاسلام اور حضرت شیخ رحمہما اللہ کے عاشقِ زار، گجرات کی متصلب فی الدین اور غیور شخصیت، پچاسوں گجراتی کتابوں کے مصنف۔ آپ کے قیمتی فتاویٰ ''فتاویٰ فلاحیہ'' کے نام سے مرتب ہوکر عوام وخواص میں قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ اور آپ کی تصانیف کئی زبانوں میں ترجمہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ افسوس ہے کہ علم وفضل کا یہ آفتاب ۱۳/فروری ۲۰۰۴ء کو غروب ہوگیا۔

(۷) اسی طرح حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی اردو کتاب، آپ حج کیسے کریں؟ کا گجراتی ترجمہ جناب اسماعیل لولات صاحب کاپودروی کے قلم سے تیار ہوا اور مقبولِ عام ہوا۔

(۸) ابھی حال ہی میں ایک اور کتاب جناب عثمان کھتری صاحب نے احمد آباد سے شائع کی ہے جس کا نام ''رفیقِ حج'' ہے، جس میں حج کے بارے میں تفصیلی معلومات اور ضروری مسائل ہیں۔

ان مفید کتابوں کے علاوہ گجرات کی مسلم صحافت نے بھی حج کے فضائل ومسائل؛ نیز مقاصدِ حج اور حجاجِ کرام کو ان تمام باتوں سے واقف کرنے کے لیے جو ایک حاجی کے لیے ضروری ہیں، عمدہ مقالات لکھے۔ ان میں گجراتی کا قدیم ہفتہ وار ''مسلم گجرات'' نے بہت مفید مضامین شائع کئے تھے۔ نیز موجودہ دور میں امید (سورت)، پندرہ روزہ مجاہد (سورت)، ماہنامہ تبلیغ (ترکیسر)، ماہنامہ الاصلاح (سورت)، ماہنامہ حیات (سورت)، ماہنامہ دار العلوم (کنتھاریہ) اور ماہنامہ بیان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (اکل کوا) وغیرہ رسائل نے بہترین مضامین شائع کئے ہیں۔

علاوہ ازیں حج وزیارت کی مسنون دعاؤں کو بھی گجراتی ترجمہ کے ساتھ الگ شائع کیا گیا ہے۔ نیز حج کے پانچ دن کے سلسلے میں چھوٹی جیبی سائز کی کتاب بھی شائع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان جملہ مؤلفین اور ناشرین کو جزائے خیر عطا فرماوے۔ آمین!

اخیر میں ہم اس مجلسِ مذاکرہ کے منتظمینِ کرام کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے حج سیمینار منعقد کر کے اس اہم فریضے کے سلسلے میں امت کی رہنمائی اور موجودہ حالات میں پیدا شدہ بگاڑ کی اصلاح کی راہ پیدا فرمائی ہے۔ **فجزاهم الله أحسن الجزاء!**

......غلطی سے مبرا کوئی انسان نہیں ہے......

امام مزنیؒ فرماتے ہیں:

میں نے ''کتاب الرسالۃ'' کو حضرت سیدنا امام شافعیؒ کی خدمت میں اَسّی سے زائد بار پڑھا، اس دوران آپ ہر بار کسی نہ کسی غلطی پر مطلع ہوتے رہے، یہاں تک کہ بالآخر تھک کر فرمانے لگے:

هيه أبى الله أن يكون كتابًا صحيحًا غير كتابه.

(الردالمختار: ۱/ ۱۰۵، ط. زکریا دیوبند)

جناب ذوق دہلوی فرماتے ہیں ؎

غلطی سے مبرا کوئی انسان نہیں ہے
یہ ذوق کا دیوان ہے، قرآن نہیں ہے

زیرِ نظر مقالہ، رابطۂ ادبِ اسلامی کے ۲۸ رویں مذاکرۂ علمی، منعقدہ بعنوان ''علامہ محمد ابن طاہر پٹنیؒ و دیگر علمائے گجرات اور ان کی علمی اور ادبی خدمات'' بتاریخ: ۲۲-۲۴ رجنوری ۲۰۱۰ء میں پیش کیا گیا۔

گجراتی زبان کے اسلام پسند مصنّفین اور صحافی

اہلِ گجرات کے لیے مقامِ مسرت و افتخار ہے کہ حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب(۱) مہتمم و بانی ''جامعہ علوم القرآن جمبوسر'' کی پُر خلوص دعوت کو منظور فرما کر عالمی ادب اسلامی کے صدر محترم اور اراکین نے اس کا اٹھائیسواں اجلاس جمبوسر، گجرات کی سرزمین پر منعقد کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ جس کا عنوان ''علامہ محمد طاہر پٹنی اور دیگر علمائے گجرات کی علمی، ادبی اور اصلاحی خدمات'' رکھا گیا ہے۔

فللّٰه الحمد و له الشكر و المنة !

اہلِ گجرات کے لیے یہ ایک نادر موقع ہے کہ ان اکابر کی دعوت پر لبیک کہہ کر یہاں کے علما و مشائخ، مصنفین اور شعرا کا تذکرہ پیش کریں۔ ناچیز کے ذہن میں

(۱) مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم (ولادت ۱۹۴۶ء): فاضل جامعہ ڈابھیل، تلمیذ و مُجاز حضرت فقیہ الامتؒ، بانی و مہتمم ''جامعہ علوم القرآن جمبوسر''، ''تحفظ مدارس گجرات'' کے روحِ رواں، ''مسلم پرسنل لاء بورڈ'' کے رکن رکین، رابطہ ادبِ اسلامی کے اہم رکن، گجرات کے مایۂ نام عالم۔ آپ کے بلند عزائم کے نتیجے میں افقِ گجرات میں مختلف علمی و عملی کارہائے نمایاں انجام پذیر ہوئے۔ خدا تا دیر سلامت رکھے۔ آمین!

یہ بات آئی کہ گجراتی زبان میں لکھنے والے مصنفین اور صحافیوں کا بھی ذکر کیا جائے، مگر وقت کی قلت کے سبب سے اس موضوع کا حق ادا کرنا تو ممکن نہ تھا، تاہم اختصار کے ساتھ تقریباً ۴۲/ بیالیس افراد کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

(۱) ہاشم یوسف بھروچہ راندیری: تخلص ''راندیریؔ''۔ تصنیفات: ''شاعری حصہ اول، دوم'' (گجراتی)، ''روح اور تناسخ'' (આત્મા અને પુર્નજન્મ)، ''ہندوستانی بھاشہ''۔

(۲) اعظم احمد اسماعیل راندیری: تخلص ''وحشی راندیری''، ایڈیٹر ماہنامہ ''کارواں''۔ موصوف نے ''مسلم گجراتی ساہتیہ منڈل'' کی بنیاد ڈالی تھی۔ موصوف کی تصنیفات میں ماہنامہ ''کارواں'' کے علاوہ ''کاویہ گونج'' (કાવ્ય ગુંજ) (ا تا ۸)، ''مسلمان اور گرجر ساہتیہ'' (મુસલમાન અને ગુર્જર સાહિત્ય)، ''ہندو مسلم ایکتا'' (હિંદુ મુસ્લિમ એકતા) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

(۳) محمد عارف داخلیؒ: تخلص ''سیوک راندیری''، آپ کی تصنیفات میں ''پردہ اور اسلام'' (گجراتی)، ''گجرات اور بوہرہ قوم'' (گجراتی) ہیں۔

(۴) مولانا عبدالرحیم بن غلام محمد اسماعیل صادق صاحب راندیریؒ: تصنیفات ''بہشتی زیور'' کا گجراتی ترجمہ (مکمل)، ''اظہار الحق'' کا ترجمہ، ''مشارق الانوار'' کا ترجمہ، ''قرآن مجید'' کا گجراتی ترجمہ۔

(۵) حاجی محمد اسماعیل قاضی کھٹوروی: تالیفات ''اسلام اور اصلاح''، ''سوانح حکیم عمر خیامؔ'' (گجراتی)۔

(۶) قاسم سلیمان پٹیل سنجالویؒ: تالیف ''انقلابِ عثمانی''۔

(۷) حاجی عبداللہ احمدؒ سورتی: آپ نے مولوی نذیر احمد دہلوی کی کتاب ''توبۃ النصوح'' کا ترجمہ فرمایا۔

(۸) ڈاکٹر قاسم ابراہیمؒ متالا ورٹھی، ضلع سورت۔ تصانیف (તસવ્વુફ અને આત્મજ્ઞાન) ''بستانِ فریدی''۔

(۹) غلام محمد احمد متالاؔ: مؤلف ''سنی بہورہ قوم کی تاریخ''۔

(۱۰) مولانا محمود ابراہیم منگیرؔاؒ (کالکوتی): علامہ عسقلانیؒ کی ''المنبہات'' کا گجراتی ترجمہ۔

(۱۱) محمد ابراہیم کرولیہؔؒ (سرخائی): ادب اور قومی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے۔ ان کی کتابوں میں ''موت کے وقت شیطانی دھوکہ اور اس سے حفاظت کا طریقہ''، ''دنیا اور آخرت کی کامیابی'' (گجراتی) مشہور ہیں۔

(۱۲) غلام حسین مشتاق راندیریؒ: قومی شاعر تھے، اردو میں بہترین اشعار کہتے تھے۔ راندیر اسلامی جیم خانے میں منعقدہ ایک جلسے میں جب انہوں نے یہ شعر پڑھا ؎

''اب بھی آسکتی ہے ''إنا فتحنا'' کی خبر
خالدِ جانباز کا ہم رنگ تو پیدا کریں

تو مولانا محمد علیؒ کے بھائی شوکت علیؒ کھڑے ہو گئے اور بار بار پڑھواتے رہے۔ پھر رنگون میں سبھاش چندر بوز کی جماعت ''آزاد ہند فوج'' میں

شامل ہوگئے۔ ''مشرق ومغرب کی کش مکش'' نامی کتاب میں اس تحریکِ آزادی کے بارے میں تفصیلات درج ہیں۔ کبھی کبھی ایک مصرع اردو اور ایک گجراتی میں جوڑ کر شعر کہتے تھے۔ مثلاً ؎

اچھی صورت پر ہی ہوتا ہے دلِ ناداں فدا
મુર્ખ પણ પોતાની મતલબમાં હોશિયાર છે.

آپ کی نعت کا ایک شعر اس طرح ہے ؎

دعوائے غلامی تو بڑی چیز ہے
زیبا نہیں اس منہ سے کہنا سگِ در بھی

(۱۳) احمد اکوجی سیرتیؔ کٹھوروی: بہترین غزل گو اور متعدد گجراتی کتابوں کے مترجم ہیں، ماہنامہ ''وہورہ سماچار''، ماہنامہ ''الاصلاح'' اور ماہنامہ ''تبلیغ'' کی ترتیب میں سالہا سال شامل رہے۔

(۱۴) مولانا محمد احمد ہتھورئیؒ: اصل ہتھورن ضلع سورت کے باشندے ہیں؛ مگر کئی سال سے جنوبی افریقہ میں قیام پذیر تھے۔ ان کی تقریباً آٹھ کتابیں گجراتی میں طبع ہوئیں اور بہت مقبول ہوئیں۔ ''سیرتِ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم''، ''سسرال جانے والی بیٹی کو خطاب'' کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہوئے ،بہت سلیس زبان میں لکھتے تھے۔

(۱۵) موسیٰ حسن راوت (بارولیہ): اسلامی موضوعات کا وسیع مطالعہ رکھتے تھے، گجراتی اور انگریزی میں آپ کی کئی کتابیں طبع ہوچکی ہیں۔

(۱۶) جناب موسیٰ یوسف حافظ جی دیپک بارڈولی: غزل گو اور گجراتی زبان کے اچھے مصنف ہیں۔ ان کے اشعار کے تقریباً آٹھ مجموعے شائع ہوچکے ہیں؛ نیز سنی بوہرہ قوم کے بارے میں بھی ایک تحقیقی کتاب لکھی۔ کراچی اور برطانیہ کی ادبی انجمنوں نے ان کو خراجِ عقیدت پیش کرکے ایوارڈ سے نوازا ہے۔

(۱۷) جناب عظیم الدین منادیؔ سورت: ''مسلم گجرات'' نامی ہفتہ وار کے فاضل مدیر تھے۔ ''مسلم گجرات'' کو بے حد مقبولیت حاصل ہوئی، بہت جری اور بے باک قلم رکھتے تھے۔ ''سیرتِ عائشہؓ'' کا گجراتی ترجمہ بھی کیا، ''صدق جدید'' کی سچی باتیں سالہا سال گجراتی میں شائع کرتے رہے۔ گجراتی، اردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبان کے ماہر تھے۔

(۱۸) جناب منشی عیسیٰ بھائی صاحبؒ متوطن کاوی: گجراتی زبان کے ماہر اور کئی کتابوں کے مترجم تھے۔ ماہنامہ ''پیغام'' کے مدیر تھے۔ ''جمعیۃ العلما'' کے سرگرم کارکن اور علمائے حق کی حمایت میں پیش پیش تھے۔ ''قرآن مجید'' کا ترجمہ اور مختصر تفسیر پانچ پارے تک کرچکے تھے کہ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ چکے۔

(۱۹) منشی محمود قاسم پانڈورؔ (کاپودرا): موصوفؒ نے حضرت حکیم الامتؒ کے مواعظ کو گجراتی زبان میں پھیلانے اور علمائے حق کی کتابوں کو گجراتی زبان میں ترجمہ کرکے طبع کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ بائیس سال تک ''التبلیغ'' نامی گجراتی ماہنامے کے ذریعہ قابلِ قدر خدمت انجام دی۔ کئی اردو کتابوں کا گجراتی ترجمہ کرکے شائع کیا۔ نہایت متقی شخص تھے، بیعت وسلوک کے

لیے حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے متعلق رہے۔ سیاسی امور میں شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے مسلک پر تھے، جانبین کی عزت واحترام میں ذرہ برابر کمی نہیں کرتے تھے۔

(۲۰) مولانا حبیب الرحمٰن غزنوی (احمد آباد): وسیع المطالعہ عالم تھے، بہت اچھے علمی اور تاریخی مضامین لکھتے تھے، گجراتی زبان بھی سلیس لکھتے تھے۔

(۲۱) وکیل کالے خانؒ (رادھن پور): اچھی وکالت کے ساتھ عمدہ صحافت جانتے تھے۔ ''ہلال'' نامی ہفتہ وار اخبار کے ذریعے قومی وملی مسائل پر واضح بات لکھتے تھے۔ سماجی اور علمی میدانوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، ''گجراتی عربی پریشد'' کے بانی تھے۔ مولانا محمود پانڈورصاحبؒ کے ساتھ مل کر ''شاہ ولی اللہ اکیڈمی'' قائم کی تھی۔

(۲۲) جناب ماسٹر ولی بھٹو (خانپوردہ): موصوف اپنے وطن خانپور کے اسکول میں ایک مثالی استاذ کی حیثیت سے سالہا سال تک خدمات انجام دیتے رہے۔ گجراتی زبان کے ایک عظیم الشان انقلابی شاعر ہیں، شاعری میں طنز ومزاح کے ساتھ شعلہ بیانی میں عجیب ملکہ رکھتے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں (રક્ત ભીના ઘાવ) یعنی خون آلود زخم، اور (શબ્દની સંવેદના) یعنی الفاظ کی تاثیر، منصۂ شہود پر آکے عوام وخواص میں خراجِ عقیدت حاصل کر چکی ہیں۔ موصوف دورِ حاضر کے ان شعرا میں شمار ہوتے ہیں جو حق گوئی میں بے باک اور اصلاحِ معاشرہ کے متعلق ہر وقت فکر مند رہتے ہیں۔

(۲۳) مولانا یعقوب سریگت صاحب ندوی (ڈڈھال): جامعہ ڈابھیل اور ندوۃ العلما لکھنؤ سے فارغ ہوئے۔ اردو اور عربی کے ساتھ گجراتی زبان میں بھی بہترین صلاحیت کے مالک ہیں۔ صحافت کو میدان بنا کر پچھلے ۲۵/پچیس سال سے زائد مدت سے بہترین خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ''مجاہد'' (پندرہ روزہ، سورت) ماہنامہ ''وہورہ ویلفیئر'' اور ''صدائے مرکز'' کے مدیر ہیں۔ مذہبی، علمی اور سیاسی مضامین بہترین انداز میں لکھتے ہیں۔

(۲۴) مولانا حسن عبداللہ صاحب بھڑکودروی: ماہنامہ ''دارالعلوم'' کنتھاریہ اور ماہنامہ ''بیانِ مصطفیٰ'' کے مرتب؛ نیز کئی اردو کتابوں کے مترجم ہیں۔ گجراتی زبان پر اچھی دسترس ہے۔ مذکورہ دونوں رسائل ہندو بیرونِ ہند میں نہایت مقبول ہیں۔ بہت بڑی تعداد میں اردو کتابوں کے گجراتی تراجم کر کے شائع کر چکے ہیں۔

(۲۵) مولانا علی صاحب نانجی ولنوی، حال مقیم یوکے: موصوف ''مظاہر علوم سہارن پور'' کے فارغ التحصیل ہیں۔ ''دارالعلوم ماٹلی والا'' میں طویل تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد آپ یوکے تشریف لے گئے۔ ایک کامیاب استاذِ حدیث ہونے کے ساتھ آپ کو گجراتی زبان پر اچھا عبور حاصل ہے۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں (આપણું યુવાધન) قابلِ ذکر ہے، اس میں آپ نے ملت کے نوجوانوں کے متعلق فکر فرماتے ہوئے ان کی صحیح رہنمائی کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

(۲۶) مفتی احمد دیولوی صاحب: مفتی صاحب مدظلہ بھی ایک عرصے تک جریدہ ''فدائے ملت'' کے مدیر رہے ہیں، اب بھی ''جامعہ علوم القرآن'' کے ترجمان گجراتی ماہنامہ ''البلاغ'' کے ایڈیٹر ہیں۔

(۲۷) مولوی فرید احمد کاوی: ''جامعہ علوم القرآن'' کے مدرس ہیں، گجراتی زبان میں مفید مضامین لکھتے رہتے ہیں۔

(۲۸) جناب عبد القادر فاتی والا (بلساڑ): کئی گجراتی رسائل میں مضامین لکھتے ہیں، بزرگوں کی کتابوں کا بہترین سلیس ترجمہ کرتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحئی حسنیؒ کی کتاب ''یادِ ایام'' کا بہت اچھا ترجمہ کیا ہے۔

(۲۹) مولانا اقبال ٹنکاروی صاحب: مہتمم دار العلوم ماٹلی والا، قابل منتظم، فاضل استاذ اور گجراتی ماہنامہ ''پیغامِ رحمت'' کے مدیر ہیں۔ گجراتی زبان میں کئی مفید کتابیں لکھ چکے ہیں۔

(۳۰) مولانا اسماعیل بھوٹا صاحب (ٹنکاریہ): گجراتی ماہنامہ ''سچائی'' (The truth) کے مدیر ہیں۔

(۳۱) مولوی حبیب الرحمٰن صاحب متادار (کرماڈ): گجراتی مجلّہ ''انجمن'' کے مدیر ہیں، بھروچ میں بہترین اسکول قائم کر کے مسلم بچوں کی عصری تعلیم کا معقول نظم کر رکھا ہے۔ ''جماعت اسلامی'' سے تعلق کے سبب معطون رہتے ہیں، اگر تھوڑی توجہ کریں تو بہترین کام کر سکتے ہیں۔

(۳۲) مولوی اقبال صاحب بوکڑا (گودھرا): عربی مدرس ہیں۔ گجراتی میں بھی بہت اچھا لکھتے ہیں، کئی کتابوں کے مترجم ہیں۔

(۳۳) جناب اکرام درگاہی صاحب (گودھرا): گجراتی کے اچھے لکھنے والوں میں ہیں۔ ابھی ابھی ''ہماری تہذیب کے روشن پہلو'' کا بہترین ترجمہ کر کے شائع کیا ہے، یہ کتاب ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کی کتاب ''روائع من حضارتنا'' کا ترجمہ ہے۔

(۳۴) احمد اسماعیل منگیرا (کانگوئی): تخلص ''مست منگیرا'' ہے۔ گجراتی ماہنامہ ''وہورہ سماچار'' کے ایڈیٹر ہیں۔ علامہ اقبالؒ کی کتاب ''زبورِ عجم'' کا گجراتی ترجمہ کر کے شائع کر چکے ہیں، خاموش طبع اور مطالعہ کے شوقین ہیں۔

(۳۵) ڈاکٹر محمد حنیف بَنا (ترکیسر): گجراتی زبان کے بہترین مقرر ہیں، گجراتی تقریر کے مقابلے میں آپ نے گولڈ میڈل حاصل کیا تھا۔ ''وہورہ سماچار'' میں ہر ماہ کالم لکھتے تھے۔ ''ماٹڈوی کالج'' کے پرنسپل تھے، ریٹائرڈ ہو کر کچھ ہی مدت میں وفات پا گئے۔

(۳۶) بے کار راندیری۔ موصوف اصلاً خانپوردہ کے باشندے تھے؛ مگر راندیر میں قیام پذیر ہو چکے تھے۔ گجراتی زبان کے بہترین شاعر، خصوصاً غزل گوئی میں بہت معروف تھے، گجراتی مشاعرے میں ان کی حاضری سے جان پڑ جاتی تھی۔ ماہنامہ ''انسان'' کے کئی سال تک مدیر رہے، ان کی گجراتی غزلوں کا مجموعہ طبع ہو چکا ہے۔

(٣٧) عبد القادر میر صاحب، گجراتی کے اچھے لکھنے والوں میں تھے۔''وہورہ ساچار'' اور ''جماعت'' اخبار کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں، ہمیشہ علمائے حق اور جمعیۃ علمائے ہند کے ترجمان رہے۔

(٣٨) عبداللہ طالب دیولوی: گجراتی کے اچھے مضمون نگار تھے، کئی ماہناموں میں اُن کے مضامین چھپتے ہیں۔

(٣٩) غلام حسین پانڈور (مانگرول): بروڈہ یونی ورسٹی میں پروفیسر ہیں، چند کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے بعض انگریزی بھی ہیں۔

(٤٠) محمد یوسف سیداتؔ (چاسا) ماہنامہ ''وہورہ ساچار'' میں ان کے دینی مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

(٤١) مولوی فرید بیگؔ فلاحیؔ (ویارا)-مقیم حال امریکہ-''دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر'' کے فضلا میں ہیں۔ گجراتی کے اچھے صاحب قلم ہیں، ہفتہ وار ''امید'' (سورت) میں مسلسل مضامین لکھتے رہے ہیں۔عبداللہ عمادی کی کتاب ''مسلمان سائنس داں'' کا سلیس گجراتی ترجمہ کیا، اور تمام مسلم اسکولوں میں تقسیم کیا۔

(٤٢) مولوی ادریس فلاحیؔ ورٹھی، کئی گجراتی کتابیں لکھیں، اور ''امید'' و''وہورہ ساچار'' میں ہر ماہ لکھتے رہتے ہیں۔

(٤٣) مولوی ولی خانپوری فلاحیؔ، گجراتی مضامین لکھتے ہیں، کئی کتابوں کے ترجمے بھی کئے ہیں۔

(٤٤) مولانا یعقوب باری والا صاحب (حال مقیم یو کے) نے کئی کتابوں کا ترجمہ کیا ہے۔اُن میں سرِفہرست ''معارف الحدیث'' (مؤلفہ: مولانا محمد منظور نعمانیؒ) اور ''فضائل صدقات'' کا گجراتی ترجمہ ہے جو ''جامعہ علوم القرآن جمبوسر'' کی جانب سے شائع ہو چکا ہے۔

گجراتی میں اور بھی اصحابِ قلم گزرے ہیں، یا موجود ہیں۔ جو حضرات میرے ذہن میں تھے ان کا ذکر کر دیا ہے؛ جو بطور نمونہ ہیں۔البتہ اگر کوئی باہمت عالم اس موضوع کو لے کر ان کا تفصیلی تذکرہ لکھ لے، نیز اُن کی کتابوں کا تعارف کر دے تو یہ ایک اچھی خدمت شمار ہوگی۔ امید ہے کہ ہمارے نوجوان اہلِ علم اس کی طرف توجہ فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ علما، مشائخ اور دین کی حمایت کرنے والے تمام اصحابِ قلم کی خدماتِ جلیلہ کو قبول فرمائے۔ اور اسلامی علوم و اسلامی فکر کو عام فرمائے، اور اس کو نوجوان نسل تک عصری اسلوب میں پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین والسلام)

باب دوم

غبارِ کارواں

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں
یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں
لیکن اب وہ نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو گئیں
(غالبؔ)

مفکرِ ملت حضرت اقدس

مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم
کے قلمِ فیض رقم سے نکلے ہوئے
سوانحی وتعزیتی مضامین کا حسین مرقع

حضرت مولانا سید مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

کچھ تاثرات

حضرت مولانا الحاج المقری المفتی السید عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ کی شخصیت برِصغیر (پاک و ہند، بنگلہ دیش و برما) کے اصحابِ علم وفضل میں ممتاز ومعروف ہستی شمار ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو بہت سے اوصافِ حمیدہ اور کمالاتِ علمیہ وعملیہ سے متصف فرمایا تھا۔ آپ کی ذاتِ گرامی عربی کے اس شعر کے مصداق تھی ۔

لیس علی اللّٰہ بمستنکر ☆ أن یجمع العالم فی واحد

موصوف قرآن مجید کے جید حافظ اور بہترین قاری تھے، اور زندگی بھر بچوں کو صحیح قرآن مجید کی تعلیم دینے اور تجوید کی مشق کرانے میں باوجود اپنی فتاویٰ کی اہم ذمہ داری ادا کرنے کے مشغول رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمہ اللہ کو ایک خاص قسم کا لہجہ عطا فرمایا تھا، جس میں بڑی شیرینی اور جذّابیت تھی۔ راندیر کی مشہور و معروف ''بڑی مسجد'' میں سالہا سال پابندی کے ساتھ امامت کے فرائض ادا فرماتے رہے، شائقین آپ کی پُرکشش قرأۃ سننے فجر کی نماز میں حاضر ہوتے تھے۔

یہاں ٹورنٹو کی ''مسجدِ ابوبکر'' میں ایک روز ایک نوجوان صبح کی نماز کی امامت کے لیے آگے کئے گئے، بندہ اُن سے متعارف نہیں تھا۔ انہوں نے بہترین تجوید

اور حلاوت بھرے لہجے میں تلاوت کی، جس سے طبیعت میں ایک خاص کیف پیدا ہوا۔ نماز سے فراغت کے بعد ان سے مصافحہ ہوا اور احوال دریافت کیے تو معلوم ہوا کہ راندیر کے باشندے ہیں، اس وقت اوٹاوہ میں مقیم ہیں، اور حضرت مفتی عبدالرحیم صاحبؒ سے حفظ و تجوید کی تعلیم حاصل کی ہے؛ ان کا نام نامی حافظ انور مَغْلَم ہے۔

میں دیر تک ہمارے اکابرین کی دینی خدمات اور اُن کے فیوضاتِ علمیہ کے دور دور تک پہنچنے پر غور کرتا رہا، کہ اللہ تعالیٰ نے ہند کی سرزمین سے اِس فیض کو شمالی امریکہ کے شہروں تک کس طرح پھیلا دیا ہے۔ حافظ انور اس وقت بھی اوٹاوہ میں **خیرکم من تعلم القرآن و علمه** پر عمل کرتے ہوئے تعلیمِ قرآن میں مشغول ہو کر حضرت مفتی صاحب کے لیے صدقۂ جاریہ بنے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرمائے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو فقہ میں خاص ملکہ اور بصیرت عطا فرمائی تھی، سالہا سال آپ کی فقہی خدمات جاری رہیں۔ جب ''فتاویٰ رحیمیہ'' اردو میں شائع ہوئے تو پاک و ہند کے اکابر علما نے مفتی صاحب کے تفقہ اور علمی کمالات کا برملا اظہار فرمایا۔

ناچیز نے حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ کی زبانی خود سنا کہ ہم لوگ مفتی عبدالرحیم صاحب کے اس علمی مقام سے واقف نہیں تھے؛ مگر ''فتاویٰ رحیمیہ'' کے مطالعہ کے بعد حضرت کے بلند فقہی مقام سے واقف ہوئے۔ حضرت رحمہ اللہ کے بعض جوابات مستقل علمی رسالے ہیں، جن میں قرآن و حدیث اور ائمۂ عظام کے اقوال سے مدلل اور تشفی بخش جوابات دیئے گئے ہیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے اس علمی فیض کو عام کرنے کے لیے بغیر کسی اشتہار واعلان کے ایسے افراد بھی تیار کر دیئے، جو آج ہند و بیرونِ ہند فتاویٰ کی اہم ذمہ داری بحسن و خوبی ادا کر رہے ہیں۔ مفتی صاحبؒ کے بہت سے تلامذہ میں اس وقت مفتی احمد خانپوری صاحب مدظلہ صدر مفتی ''جامعہ اسلامیہ ڈابھیل'' اور مفتی اکرام صاحب مقیم حال بلیک برن (یوکے) بہت ممتاز ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے علما نے آپ سے کسبِ فیض کیا ہے جو اپنے اپنے مقامات پر خدمتِ دین میں مشغول ہیں۔ **تقبل الله مساعيهم!**

ان عظیم علمی کمالات کے باوجود آپ بے حد متواضع اور منکسر المزاج تھے، اپنے خردوں کے ساتھ بھی جس محبت اور خوش مزاجی سے ملتے تھے اور ان کے معمولی کاموں کی تعریف کر کے ہمت افزائی فرماتے تھے، وہ انہی کا خاص حصہ تھا۔

زندگی کے آخری سالوں میں ان کی مقبولیت اور مرجعیت کے سبب زیارت کرنے والوں کا ہجوم رہتا تھا، اور حضرتؒ ہر ایک شخص سے اس کے مقام اور مرتبے کے مطابق اکرام و ضیافت کا معاملہ فرماتے۔ مفتی صاحب کے گھر سے شاید ہی کوئی شخص چائے یا شربت پیئے بغیر جاتا ہو۔ طلبا اور مدرسین کے ساتھ خصوصی لطف و مہربانی کا معاملہ فرماتے۔ ان کو اپنی گرانقدر تصنیفات ہدیہ کرتے، عطر کی بوتلیں عنایت فرماتے تھے اور اگر کھانے کا وقت ہوتا تو کھلانے پر اصرار فرماتے تھے۔

مسائل کے باب میں کافی تصلب تھا، اور بہت مشکل سے اکابرین کے مسلک سے الگ کوئی رائے تبدیل فرماتے۔

"پانولی" میں عالمی تبلیغی اجتماع ہو رہا تھا، جس میں "نظام الدین" کے جملہ اکابرین تشریف لائے تھے، گجرات کے مدارس کے اساتذہ اور اکابر علما بھی شریک تھے۔ تبلیغی اجتماع میں نماز میں آلۂ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کا استعمال نہیں ہوتا، شرکائے اجتماع کی بہت بڑی تعداد تھی اور تکبیر کہنے والوں کی آواز ٹھیک سے پچھلی صفوں میں نہیں پہنچ رہی تھی، اور نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی رکوع میں تو کوئی سجدہ میں۔ اس حالت کو دیکھ کر نماز کے بعد جب علمائے کرام اپنے کمروں پر تشریف لائے تو بندہ حضرت مفتی صاحب کے کمرے میں حاضر ہوا اور اس مسئلے میں گفتگو شروع کی، حضرت مفتی صاحب کی رائے اب بھی عدمِ جواز کی تھی۔ بندے نے عرض کیا، حضرت! حرمین شریفین اور پورے عالم میں مساجد میں لاؤڈ اسپیکر استعمال ہو رہا ہے، اس پر قدرے ناراضگی کے لہجے میں فرمایا کہ مکہ، مدینہ کے لوگ کوئی عمل کریں اس کو حجت شرعی نہیں مانا جائے گا۔

حضرت مولانا محمد سعید راندیریؒ مہتمم "جامعہ حسینیہ" بھی تشریف فرما تھے، انہوں نے میرا دامن کھینچا اور فرمایا کہ بات آگے نہ بڑھاؤ، یہ اکابر اپنے مسلک سے مشکل سے ہٹیں گے۔

بندے کا مقصد تو یہ تھا کہ ہمارے پاک و ہند اور شام و مصر کے حنفی علما وہاں نماز میں شریک ہوتے ہیں تو شاید ایسے عظیم اجتماعات میں یہاں بھی اس کی گنجائش نکلنی چاہیے؛ مگر بندہ اس کی وضاحت نہ کر سکا، اور خاموش ہو گیا۔

حضرت مفتی صاحب باوجود کبرسنی اور امراض کی کثرت کے حالاتِ حاضرہ سے برابر واقف رہتے تھے۔ دینی تحریکات اور امت کے اجتماعی معاملات میں برابر شریک رہتے اور اپنی مفید اور تجربے پر مبنی رائے سے رہ نمائی فرماتے تھے۔

ناچیز کا معمول تھا کہ کینیڈا سے جب بھی ہندوستان جانا ہوتا راندیر ہو کر حضرتِ اقدس کی زیارت کی سعادت حاصل کرتے، آواز سن کر ہی پہچان لیتے اور دیر تک مسلمانوں کے احوال دریافت فرماتے۔ اور فرماتے کہ جہاں کہیں رہو مسلمانوں کو شریعت کی پابندی کی دعوت دیتے رہو، اور خصوصاً ہمارے اکابرِ دیوبند کے مسلک کی اشاعت وحفاظت کی تاکید فرماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو حسنِ باطنی کے ساتھ حسنِ ظاہری بھی عطا فرمایا تھا۔ لباس نہایت صاف ستھرا اور نشست و برخاست میں بھی خاص سلیقہ مندی نظر آتی تھی۔

مفتی صاحبؒ کے تقویٰ اور اعمال پر مواظبت کو دیکھ کر اکابر کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ ان کے اخلاقِ حسنہ اور شفقت ومحبت نے کتنے انسانوں کی زندگیوں میں روحانی انقلاب پیدا کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو بلند فرماوے اور ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین!

آہ! اب نہ دنیا میں آئیں گے یہ لوگ
ڈھونڈنے سے بھی نہ پائیں گے یہ لوگ

رحمه الله تعالى رحمة واسعة

محی السنۃ، مصلح الامۃ، حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ

کچھ باتیں، کچھ یادیں

یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ اس عالمِ رنگ و بو میں جو بھی متنفس آیا ہے، وہ جانے ہی کے لیے آیا ہے، لاکھوں سال گزر گئے موت وحیات کا یہ سلسلہ جاری ہے اور تاابد جاری رہے گا۔

قرآن مجید نے اس ابدی حقیقت کو کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوْالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (۱) کے بلیغ انداز میں پیش فرمادیا ہے۔ ہر چیز کو فنا ہے، بقاصرف اور صرف اس خالق و مالک کے لیے ہے جو ذوالجلال والاکرام ہے۔

اگر موت کا یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ قائم نہ فرماتے تو اس سرزمین پر چلنا پھرنا دشوار ہوجاتا۔ عربی کے مشہور شاعر احمد بن حسین المتنبی نے کہا ہے ؎

سُبِقْنَا إِلَى الدُّنْيَا فَلَوْ عَاشَ أَهْلُهَا
مُنِعْنَا بِهَا مِنْ جَيْئَةٍ وَ ذُهُوْبِ

ہم سے پہلے بہتیرے لوگ گزر گئے، اگر یہ سب اہلِ زمین زندہ رہتے
تو آج ہمارے لیے آنا جانا دشوار ہوتا۔

(۱) الرحمٰن: آیت: ۲۶، ۲۷

حکیم مشرق نے کہا کہ ؎

اول و آخر فنا ، ظاہر و باطن فنا
نقش کہن ہو کہ نَو ، منزل آخر فنا
ہے مگر اس نقش میں رنگِ ثبات و دوام
جس کو کیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام

جی ہاں! ان سب حقیقتوں اور صداقتوں کو جانتے ہوئے بھی کچھ نفوسِ قدسیہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی وفات دنیا میں شور برپا کردیتی ہے، ہزاروں آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں، اور ہزاروں دل مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے ہیں، عرصے تک یہ زخم تروتازہ رہتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی زندگیاں منارۂ نور ہوتی ہیں، جن کے اس دنیا سے اٹھ جانے سے ہر طرف تاریکی محسوس ہونے لگتی ہے، اور ان کی وفات سے قوم کی بنیادیں ہلنے لگتی ہیں۔

وَ مَا كَانَ قَيْسٌ هَلْكُهٗ هَلْكُ وَاحِدٍ
وَ لٰكِنَّهٗ بُنْيَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

انہی نفوسِ قدسیہ میں محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب حقی ہردوئی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی تھی۔

مجددِ ملت، حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ نے علم وعرفان کے جو چراغ روشن فرمائے تھے اس بزمِ اشرف کے حضرت ہردوئی رحمہ اللہ آخری چراغ تھے۔ جنہوں نے اپنے شیخ کے طریقۂ تعلیم وتربیت، تزکیۂ باطن اور اصلاحِ

اعمال واخلاق کا عظیم الشان کام ہند اور بیرونِ ہند، ۶۰ یا ۶۵ رسال تک جاری رکھ کر ہزاروں انسانوں کی زندگیوں میں نظم وضبط، طہارت وپاکیزگی، اصول وقواعد کی پابندی، معاملات کی درستگی اور سادگی وشائستگی پیدا کردی، اور سب سے بڑھ کر ان میں قرآن مجید اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت وشیفتگی پیدا فرمادی۔

قرآن مجید جو تمام انسانوں کے لیے منبعِ ہدایت اور مریض دلوں کے لیے شفا ہے، اس کی صحیح تلاوت اور تجوید کا جو اہتمام حضرتؒ کے یہاں دیکھا گیا اُس کی مثال کم ملتی ہے۔ چناں چہ بچوں کے لیے ''نورانی قاعدہ'' مرتب ہوا، اور ''دعوۃ الحق'' کے ذریعے ہندوستان میں جگہ جگہ صحتِ قرأۃ کا نظم کردیا گیا، جس نے عمومی طور پر عام نفع پہنچایا۔ **فجزاہ اللہ عنا و عن المسلمین خیرًا!**

حضرت رحمہ اللہ کا یہی ایک عمل مغفرت اور رفعِ درجات کے لیے کافی تھا۔

حضرت رحمہ اللہ کو صحتِ تلاوت کا اس قدر اہتمام تھا کہ دینی مدرسوں کے فارغ التحصیل اور مدرسینِ کرام بھی اگر بیعت کی درخواست کرتے تو سب سے پہلے ان کو قرآن مجید کی چند آیات سنانے کے لیے ارشاد فرماتے، اگر ذرا سی بھی کمزوری محسوس ہوتی تو سب سے پہلے اس کی اصلاح کے لیے چند روز محنت کروائی جاتی۔

اس فکر وجہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ اہلِ تعلق میں صحتِ تلاوت کا خیال مضبوط ہوتا گیا، اور ہزاروں انسانوں نے اصلاح کی طرف توجہ فرمائی۔

حضرت رحمہ اللہ کی ایک امتیازی شان یہ بھی تھی کہ امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر کا بھی اہتمام فرماتے تھے، اور اس سلسلے میں کبھی کسی لومۃ لائم کی پروا نہیں

فرماتے۔ دینی یا دنیوی اعتبار سے چاہے کوئی کیسا ذی وجاہت ہو، حضرت اپنی بات کرنے سے کبھی نہ دبتے اور اصلاحِ حال کی طرف توجہ فرماتے۔

ابھی چند سال قبل حضرت رحمہ اللہ کا برطانیہ کا سفر ہوا تھا، اتفاق سے ناچیز بھی وہاں موجود تھا، حضرت کی مجلس میں شرکت کو باعثِ سعادت سمجھ کر حاضری دیتا رہا۔ ایک مسجد میں حضرت کا وعظ تھا، مسجد مصلیوں سے بھری تھی، نماز کے بعد وعظ شروع ہوا۔ ایک وجیہ آدمی حضرت کے سامنے بیٹھ کر تسبیح کے دانے گھمانے لگے، حضرت نے فرمایا: بھائی! آدمی ایک وقت میں دو کام ساتھ نہیں کرسکتا، یا تو آپ میری بات سنیں یا پھر دوسری طرف بیٹھ کر اللہ اللہ کریں، اس نے فوراً تسبیح جیب میں ڈال دی اور وعظ سننے لگا۔

ہمارے جیسے لوگ ایسے وقت مصلحت یا مروت کے نام سے خاموش رہتے ہیں؛ مگر حضرتؒ کے یہاں سب سے مقدم اصلاحِ حال تھی، اس میں رورعایت کی گنجائش نہ تھی۔

یوکے ہی کے ایک اور شہر میں نماز سے فارغ ہوکر باہر نکلے، حضرت کی نظر پڑی کہ مسجد کے دروازے کے باہر سگریٹ کے خالی ڈبے اور ردّی کاغذ اِدھر اُدھر پڑے ہیں۔ حضرت فوراً کھڑے ہوئے اور دریافت فرمایا کہ مسجد کے متولی صاحبان میں سے کوئی صاحب موجود ہیں؟ مجمع میں دو آدمیوں کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ حضرات اس مسجد کے ذمہ داروں میں ہیں۔ حضرت نے ان سے مصافحہ فرمایا اور سُوال کیا کہ کیا آپ اپنے گھر کے سامنے کوڑا کرکٹ پسند فرماتے ہیں؟ انہوں نے نفی

میں جواب دیا۔ تو فرمایا کہ پھر یہ اللہ تعالیٰ کے گھر کے سامنے کوڑا پڑا ہے، اس کا کیوں خیال نہیں فرماتے؟ مسجد کے متولی ہونے کے ناطے سب سے پہلے آپ کی ذمہ داری ہے کہ مسجد کے صحن اور اندر صفائی رکھیں۔ اور پھر فرمایا، آیئے ہم ان کاغذات کو اٹھالیں، فوراً اراکینِ کمیٹی اور دوسرے لوگ صفائی کرنے لگ گئے۔ بندہ حیران تھا کہ اہلِ ثروت سے متاثر ہوئے بغیر حضرت کس طرح بلا جھجک اصلاح فرماتے ہیں۔

اذان و اقامت کی صحت، نیز مسجد میں بغیر جزدان کے قرآن مجید کا ہونا بھی حضرت کو گوارا نہ تھا، جہاں بھی تشریف لے جاتے اس کی اصلاح فرماتے تھے، قرآن مجید کے احترام کرنے پر خاص توجہ دلاتے تھے۔

ہر کام میں اتباعِ سنت کا خیال فرماتے تھے۔ سالِ گذشتہ حضرت بمبئی تشریف لائے تھے، عصر کے بعد عمومی مجلس ہوتی تھی، جس میں لوگ دور دور سے آ کر شرکت کرتے تھے، ہم بھی حاضر ہوئے، مصافحہ کرکے پیچھے بیٹھ گئے۔ مولانا یعقوب اشرف صاحب مدظلہ بھی موجود تھے، انہوں نے کچھ تعارفی کلمات کہے، حضرت نے فوراً حاضرین سے فرمایا کہ مجلس میں اہلِ علم کو آگے بٹھاؤ، پھر بڑی عمر والوں کو، اس کے بعد نوجوانوں کو۔

حضرت کے مزاج میں بڑی سلیقہ مندی اور نظم وضبط کی پابندی تھی۔ دو سال قبل ہم لکھنؤ ''ندوۃ العلما'' میں حاضر ہوئے، وہاں معلوم ہوا کہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کی علالت کی خبر سن کر حضرت مولانا محمد رابع صاحب مدظلہ اپنے رفقا کے ساتھ ہردوئی گئے ہیں۔ مولانا مدظلہ رات واپس تشریف لائے اور حضرت کی صحت

کے بارے میں فرمایا کہ شدید ضعف ہے، ہم نے رفقا سے مشورہ کیا کہ ہمیں ہردوئی جا کر حضرت کی عیادت کرنی چاہیے۔

فجر کی نماز پڑھ کر لکھنؤ سے روانہ ہوئے، سردی کا موسم تھا، دس بجے کے بعد ہردوئی پہنچے، ''مدرسہ اشرف العلوم'' میں داخل ہوتے ہی ہر طرف نظافت دیکھ کر مسرت ہوئی۔ حضرت رحمہ اللہ کو آمد کی اطلاع کرکے حاضری کی اجازت چاہی، حضرت نے خادم کو بھیجا سلام کہلایا اور فرمایا کہ تھوڑی دیر مہمان خانے میں آرام کرلیں۔ خادم نے رضائیں پیش کیں، بیت الخلاء، وضوخانہ بتلایا۔ ہر طرف صفائی اور موزونیت نظر آئی، تھوڑا وقفہ گزرا اور چائے اور بسکٹ سے تواضع کی گئی۔

گیارہ بجے خادم تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ کچھ مہمانوں سے بات چیت کررہا تھا؛ اس لیے دماغ میں ضعف محسوس کرتا ہوں، اگر آپ حضرات مزید تھوڑا انتظار کرلیں تو بہتر ہے، اور اگر واپسی میں عجلت ہے تو ابھی حاضر ہوجائیں۔

اللہ اللہ بیماری اور کمزوری کی حالت میں بھی مہمانوں کی کیسی رعایت، کتنی صفائی سے معاملہ کرنا! ہم لوگوں نے عرض کیا، حضرت آرام فرمالیں، ہمیں اتنی عجلت نہیں۔ نصفِ گھنٹہ کے بعد طلب فرمایا، بشاشت سے ملاقات فرمائی اور قیمتی نصائح فرماتے رہے؛ خصوصاً نہی عن المنکر کے فریضے کو ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔

دس بارہ نوجوان علما کو بلوایا، اور ہر ایک سے سوال فرمایا کہ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ کس مدرسے میں پڑھاتے ہیں؟ یہاں تشریف لانے کا مقصد کیا ہے؟

سب ہی حضرات نے باری باری اپنا تعارف کرایا۔ ہر ایک نے یہ بھی کہا کہ ہم تجوید درست کرنے اور اپنی اصلاح کے لیے یہاں مقیم ہیں، اس سے حضرت کے عمومی فیض کا اندازہ ہوا۔

ہم حضرت کی بیماری کی وجہ سے جلدی دعا کی درخواست کر کے باہر نکلے، تو حضرت نے دعا فرمائی اور ناظمِ کتب خانہ سے فرمایا کہ ان حضرات کو مطبوعہ کتابیں اور پرچے عنایت فرمادیں۔ ہم لوگ یہ قیمتی تحفہ لے کر لکھنؤ واپس آئے۔

آج جب ان واقعات کو یاد کرتے ہیں تو بے اختیار زبان پر یہ شعر آتا ہے ؎

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل
وہ دکان اپنی بڑھا گئے

حضرت کا نورِ تقویٰ سے چمکتا اور دمکتا چہرہ آنکھوں کے سامنے آتا رہتا ہے۔ بلاشبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فیض ہندو پاک، افریقہ، برطانیہ، فرانس وغیرہ دور دور علاقوں تک پہنچ چکا ہے، اور حضرت کے مسترشدین اس فیض کو عام کر رہے ہیں۔

الحمدللہ! خطۂ گجرات میں بھی حضرت مولانا عبدالاحد صاحب تاراپوری شیخ الحدیث ''دارالعلوم تارہ پور''، عالم باکمال حضرت مولانا شیر علی صاحب قندھاری شیخ الحدیث ''دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر''، حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب مہتمم ''دارالعلوم اشرفیہ''، حضرت مولانا ایوب صاحب ایٹالوی سابق استاذ حدیث وتفسیر ''دارالعلوم فلاحِ دارین'' (مقیم حال برطانیہ) حضرت کے مُجازین میں ہیں، اور اپنی اپنی جگہ رشد و ہدایت اور تعلیم وتعلّم کے کام میں مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب

حضرات اور حضرت کے دیگر خلفاء کو صحت وعافیت کے ساتھ امت کی اصلاح کے لیے تادیر زندہ وسلامت رکھے۔ آمین یارب العالمین!

زندگی جن کے تصور سے جلا پاتی تھی
ہائے کیا لوگ تھے جو دامِ اجل میں آئے

اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ان عظیم اور ناقابلِ فراموش خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرماوے۔

اللّٰهم اغفر له و ارحمه و سكنه في الجنة. اللّٰهم أمطر عليه شأبيب رحمتك و رضوانك، و أدخله في فسيح جناتك مع الشهداء والصالحين، بفضلك و كرمك يارب العالمين. اللّٰهم ارزقنا و جميع المؤمنين حسن الخاتمة. آمين ثم آمين!

☆☆☆☆☆

مت ہمیں سہل جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے ذرے سے انسان اُٹھتا ہے

برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رضا اجمیریؒ

(متوفی ۱۴۱۵ھ)

کچھ یادیں، کچھ باتیں

غالباً ۱۹۴۵ء کا زمانہ تھا، ناچیز ”جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل“ کے ابتدائی درجات میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ ایک روز چند احباب کے ساتھ ”راندیر“ کا سفر کرنے اور وہاں ”دارالعلوم اشرفیہ“ اور ”جامعہ حسینیہ“ میں زیر تعلیم اپنے دوستوں سے ملاقات کرنے کا مشورہ ہوا، جمعرات کی شام مدرسے سے رخصت حاصل کر کے ”راندیر“ پہنچے۔

اس دور میں سرزمین راندیر علما، صلحا، مشائخ اور اصحابِ افتا سے جگمگا رہی تھی، جس طرف بھی رخ کریں کوئی نہ کوئی بزرگ اور معروف شخصیت کو موجود پاتے تھے۔ حافظ صالح صاحبؒ، مولانا عبدالرحیم صادق صاحبؒ، مولانا محمد سعید صاحبؒ، مولانا احمد اشرف صاحبؒ، حافظ احمد موٹا صاحبؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد رضا اجمیری صاحبؒ، مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ، مولانا شیخ احمد اللہ صاحبؒ اور دیگر اکابر علما جو آسمان علم وفضل کے روشن ستارے تھے، اپنی ضیاپاشیوں سے سرزمین گجرات ہی نہیں؛ بلکہ دور دور کے ملکوں کو بھی منور فرما رہے تھے۔

جمعہ کے دن ان مشائخ سے ملاقات اور ان بزرگوں سے دعاؤں کی درخواست کے لیے حاضری ہوئی۔ سب سے پہلے حافظ صالح صاحبؒ- جو راندیر کی معروف شخصیت اور فرشتہ صفت بزرگ تھے- کی خدمت میں حاضری ہوئی اور دعا کی درخواست کی۔ اس کے بعد جس ہستی کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا وہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رضا اجمیریؒ کی ذات گرامی تھی۔

حضرتؒ کے ساتھ یہ پہلی ملاقات اور خدمت عالیہ میں پہلی حاضری تھی۔ حضرتؒ ہم طالب علموں کے ساتھ جس خندہ روئی اور شفقت ومحبت سے ملے اور ہم ابتدائی درجات کے بچوں کو جس پیار بھرے انداز میں نصیحتیں فرمائیں وہ آج تک برابر ذہن کے پردے پر نقش ہے۔ باوجود علم وفضل کے کمال خردوں کے ساتھ ایسی محبت اور مہمان نوازی فرمائی کہ آپ کی ذات والا صفات سے انتہائی گرویدگی اور احترام کے جذبات ابھر گئے۔

اس کے بعد نہ معلوم کتنی بار شرف ملاقات حاصل ہوا، کتنی مجلسوں اور جلسوں میں حضرت کے ملفوظات طیبات - جو از دل خیزد وبردل ریزد کے مصداق ہوتے تھے- سننے کا موقع ملا؛ مگر اس پہلے تاثر میں کمی کے بجائے اضافہ ہی ہوتا رہا۔ ورنہ عام طور پر آدمی ابتدائی ملاقات میں کسی سے متاثر ہوتا ہے؛ مگر جب کثرت سے میل جول ہوتا ہے تو وہ تاثر قائم نہیں رہتا۔ حضرت مولانا اجمیریؒ کی ذات گرامی کا معاملہ بالکل دوسرا تھا کہ جیسے جیسے کوئی شخص حضرت کے قریب ہوتا اور حضرت سے جتنی بار ملاقات کا موقع ملتا حضرتؒ کے علم وفضل اور آپ کے اخلاق عالیہ کا نقش گہرا ہوتا چلا جاتا۔

حضرتؒ جید الاستعداد عالم تھے، آپ کی علمی جلالت شان کی اس سے بڑی کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ ''دارالعلوم اشرفیہ'' کی مَسندِ حدیث شریف پر تقریباً پچاس برس رونق افروز رہ کر تشنگانِ علومِ نبوت کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ یعنی ''بخاری شریف'' کا درس دے کر فیض یاب فرماتے رہے۔ کئی بار ''دارالعلوم اشرفیہ'' میں حاضری ہوئی اور دیکھا گیا کہ طلبا انتہائی عقیدت وعظمت اور ادب و احترام کے ساتھ آپ کے ارشاداتِ طیبہ سے مستفیض ہورہے تھے۔ اتنے طویل عرصے میں نہ کبھی شکایت، نہ کوئی خلفشار؛ بلکہ اکثر وبیشتر علما آپ کے درس اور توجہات عالیہ کی برکت سے صلاح وتقویٰ والی زندگی اختیار کر لیتے تھے۔ الحمد للہ! آج بھی حضرتؒ کے شاگردوں میں ایسے نیک سیرت اور خوش اخلاق علما موجود ہیں جن کا فیض دور دور پہنچ رہا ہے۔ بقول حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ''درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے'' ان بے شمار علما کی خدمات کو دیکھ کر جنھوں نے آپ سے کسبِ فیض کیا ہے اور آپ کے علوم سے خوشہ چینی کی ہے آپ کے علم اور کردار سازی کا کمال معلوم ہوتا ہے۔

علم کے اس بلند مقام کے ساتھ اتباعِ سنت، تقوی، انابت الی اللہ میں بھی آپ کی زندگی مثالی تھی۔ جب کوئی مہمان آپ کے دولت کدے پر حاضر ہوتا، اور بسا اوقات لوگ بے وقت حاضر ہوتے؛ مگر ہر شخص کے ساتھ چاہے وہ دیہاتی ہو، طالب علم ہو، عالم ہو کہ تاجر ورئیس ہو خندہ روئی اور بشاشتِ وجہ سے ملاقات فرماتے اور اصرار فرما کر چائے یا شربت پلاتے۔

ایک مرتبہ کی حاضری میں حضرتؒ نے اپنے دستِ مبارک سے چائے تیار فرما کر پیش کی، تو شرمندگی سے جسم پسینہ پسینہ ہوگیا۔ اتباعِ سنت میں ہر خرد وکلاں کو الوداع کہنے حضرت ان کے درجات کے مطابق گلی کے کنارے یا گھر سے باہر تک تشریف لاتے؛ غرض ہر موقع اور ہر وقت حضرتؒ کی طبیعت میں اتباعِ سنت کا غلبہ رہتا تھا، آپ کا یہ عمل زندگی بھر قائم رہا۔

جن حضرات کو کسی دینی ادارے کے انتظام سے سابقہ پڑا ہو ان کو اندازہ ہوگا کہ ہمارے ادارے میں تقسیمِ کتب کا کام بھی ایک دشوار ترین کام ہے۔ ایک طرف یہ تقاضہ کہ نئے مدرسین کو ترقی کے مواقع فراہم کئے جائیں، دوسری طرف قدیم مدرس کا معاملہ کہ اس کی مُفوَّضہ کتاب کی تبدیلی جرمِ عظیم؛ مگر یہ حضرت رحمہ اللہ کا اخلاص اور للّٰہیت تھی کہ انھوں نے اپنے خردوں کو کبھی مایوس نہیں فرمایا؛ بلکہ ان کو شوق و ہمت دلا کر بڑی کتاب سپرد فرماتے اور ان کو آگے بڑھاتے، یہ ان کے اخلاص کی دلیل ہے۔

زہد کا بھی حال یہ تھا کہ نہ کسی بیرونی سفر کا ارادہ فرمایا اور نہ کسبِ دنیا کے اور کوئی طریقے اپنائے، دارالعلوم کے اساتذہ کو بھی قناعت کی زندگی اختیار کرنے کی بار بار تاکید فرماتے۔ کئی مرتبہ سفر میں حضرتؒ کے ساتھ کھانا کھانے کا اتفاق ہوا، مشکل سے ایک روٹی بھی تناول نہ فرماتے؛ مگر کھانے کا انداز اس طرح ہوتا کہ کسی شخص کو آپ کی کم خوری اور قلتِ غذا کا احساس نہ ہوتا، دسترخوان پر بیٹھے احباب کی پوری رعایت فرماتے۔

اللہ تعالیٰ نے قوتِ برداشت اور تحملِ شدائد کی بھی عجیب صفات عطا فرمائی تھیں۔ کئی مرتبہ لوگوں کے اصرار پر کسی جلسے یا مجلس نکاح میں شرکت کا وعدہ فرما لیتے؛ مگر اسباق کا ناغہ بھی گوارا نہ فرماتے، چناں چہ اسباق پڑھا کر سخت دھوپ میں راندیر سے سفر فرماتے اور ایفائے وعدہ فرما کر ممنون فرماتے۔ بہت سے جلسوں اور میٹنگوں میں باوجود ضعف وتعب کے تین تین گھنٹے بیٹھتے دیکھا، اور جب جلسہ ختم ہوا موسم کی خنکی یا گرمی کی پروا کئے بغیر فوراً واپسی کی جلدی فرماتے۔

اپنے شاگردوں، خردوں اور متعلقین کی اصلاح کا بھی عجیب مشفقانہ طریقہ ہوتا۔ کسی غلطی پر نہ تو خاموشی اختیار فرماتے اور نہ نکیر میں شدت ہوتی؛ بلکہ نہایت موزوں انداز میں توجہ دلاتے، اور یہ بات آپ کی عالی ظرفی اور شفقت علی الخلق کی دلیل ہے۔

اور اس دور میں جب کہ ہر شخص اپنا مقام بنانے کی فکر میں رہتا ہے، دوسروں کی ترقی اور مقبولیت کو اپنے لیے رکاوٹ خیال کرنے لگا ہے، حضرتؒ اپنے چھوٹوں کا وقار بڑھانے، ان کو میدان میں آگے لانے اور لوگوں کو ان کی طرف متوجہ کرنے کی سعی فرماتے تھے، یہ دلیل ہے حضرتؒ کی فنائیت کی۔

ان اوصاف وکمالاتِ باطنی کے ساتھ لباس میں شائستگی اور سادگی کے ساتھ پاکیزگی و نظافت کا خیال فرماتے، مجاہدات اور تقویٰ کے سبب چہرۂ انور پر جو انوار تھے سبز وسیاہ عمامے میں اور چمکنے لگتے، اور مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی آپ کا چہرہ دیکھ کر متاثر ہو جاتا تھا۔

ادبی ذوق بھی بلند تھا، اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں میں قدرتِ تامہ حاصل تھی۔ خطوط بہت مختصر اور جامع تحریر فرماتے تھے، خطوط کے جواب میں جو پابندی حضرتؒ کے یہاں تھی ایسی کم دیکھنے میں آئی۔ مختصر یہ کہ حضرت رحمہ اللہ علم وعمل، تقویٰ وتواضع، شفقت علی الخلق اور دیگر صفاتِ عالیہ کے جامع اور مثالی زندگی کے مالک تھے، ایسے علم وعمل کے جامع لوگ برسوں میں پیدا ہوتے ہیں ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرتؒ سے آخری ملاقات ''جامعہ اسلامیہ ڈابھیل'' کی مجلس شوری کے جلسے میں ہوئی۔ نقاہت اور ضعف صاف نظر آ رہا تھا؛ مگر اس کا تصور نہ تھا کہ علم وفضل کا یہ گنج گراں مایہ اب چند روز کے بعد زندگی بھر کے مجاہدات کے بعد ابدی راحت وآرام کے لیے رب کریم کی رحمتوں کے سائے میں چلا جائے گا، ہاں مگر وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔ **وماتشاء ون إلا ان یشاء اللّٰہ رب العالمین** !(۱)

اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرماوے اور آپ کے اعمال صالحات کا بہترین بدلہ نصیب فرماوے، ہم لوگوں کو آپ کی پاکیزہ ونورانی زندگی سے سبق حاصل کرنے اور اسی راستے پر گامزن ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین!

نہ پوچھو ہم سے راندیر کے پیرِ مغاں کا حال
جوان کے میکدے سے ہو کے آیا چور چور آیا

(۱) التکویر: آیت ۲۹

خطیبِ بے بدل مفسرِ قرآن

مولانا سید ابرار احمد صاحبؒ

اس دنیا میں موت سے زیادہ یقینی اور کوئی چیز نہیں، زمانے کے لیل ونہار میں کوئی روز بھی ایسا نہیں گزرتا جس میں کسی کے لختِ جگر، مہربان پدر، مشفق مادر، ہمدرد برادر اور مخلص دوست یا مربی استاذ کی جدائی کی خبر نہ ملتی ہو، اور اپنے ان عزیزوں اور رشتہ داروں، اہلِ تعلق کی وفات پر صفِ ماتم نہ بچھتی ہو؛ یقیناً دنیا میں ہر آنے والا جانے کے لیے ہی آتا ہے۔

قرآنِ کریم نے اسی صداقت کو ”كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ“ (۱) اور ”اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَايَسْتَأخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ“ (۲) کے بلیغ اور واضح الفاظ میں بیان فرمادیا ہے۔ اور تاریخ نے اس دنیا سے جانے والوں کی بے حساب داستانیں اپنے صفحات میں محفوظ رکھی ہیں۔

عرب کے مشہور شاعر ابوالعلاء المعری نے جب اپنے اہلِ خاندان اور دوستوں کی وفات کے پے در پے صدمات اٹھائے تو وہ پکار اٹھا ؎

صاح هذي قبورنا تملأ الرحـ   ـب فأين القبور من عهد عاد
خفف الوطأ ما أظن أديم الأ   رض إلا من هذه الأجساد

(۱) آل عمران: آیت ۱۸۵ (۲) سورۂ یونس علیہ السلام: آیت ۵۰

وقبيح بنا وإن قدم العهـ   ـد هوان الآباء والأجداد
سر إن إستطعت في الهواء رويدا   لا على رفات العباد
رب لحد قد صار لحدا مرارًا   ضاحک من تزاحم الأضداد

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد رضا اجمیری، ادیبِ کامل مولانا وحید الزماں کیرانوی، فقیہِ وقت اور طبیبِ حاذق حکیم ننھے میاں اور خطیبِ ملت مولانا ابرار احمد صاحب (رحمہم اللہ جمیعاً) کی یکے بعد دیگرے جدائی کی خبروں نے علمی دنیا میں کہرام مچا دیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک علم وفضل کا آفتاب و ماہتاب تھا، جن کی ضیا پاشیوں سے ایک عالم منور ہو رہا تھا؛ مگر مشیت ایزدی یہی تھی کہ امت ان کے فیوض سے محروم ہو جائے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون!

ان سب میں حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحبؒ سب سے کم عمر اور صحتمند تھے، اور تمام علمی حلقے ان سے بہت سی امیدیں وابستہ کئے ہوئے تھے؛ مگر وہ بھی مؤرخہ ۱۷/ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ داغِ مفارقت دے کر اپنے ربِ کریم کے دربار میں پہنچ گئے۔ تغمده الله بغفرانه ورحمته!

مولانا مرحوم کی پیدائش ”نواپور“ میں ہوئی، علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ بچپن ہی سے دینی علوم کی طرف راغب ہو گئے، حفظِ کلام پاک کے بعد ابتدائی کتابیں مالیگاؤں میں پڑھیں اور اعلیٰ تعلیم کے لیے ”جامعہ اسلامیہ ڈابھیل“ میں داخل ہو گئے۔

زمانۂ طالب علمی ہی میں اپنی ذہانت، قوتِ حافظہ، اساتذہ کے ساتھ تعلق اور ادب و درس کی پابندی کے سبب اساتذہ کے محبوب ہو گئے تھے۔

راقمِ سطور ۱۹۶۱ء میں جب دوبارہ ’’جامعہ ڈابھیل‘‘ میں مدرس ہوا تو مولانا ابرار احمد صاحبؒ عربی سوم میں داخل تھے۔ اگلے سال ۱۹۶۲ء میں ’’شرحِ وقایہ‘‘ اور ’’مقاماتِ حریری‘‘ دوسبق اس ناچیز کے پاس تھے، سبق میں برابر پابندی سے حاضر رہے اور مقامات کے اسباق جس شوق ودلچسپی سے سنتے تھے اور لغاتِ عربی کو محفوظ کرتے؛ اس سے طبیعت بہت ہی خوش ہوتی تھی، اور اسی وقت دل گواہی دیتا تھا کہ اس طالبِ علم کا مستقبل نہایت روشن ہوگا۔

دیگر اساتذہ بھی ان کے ساتھ اسی طرح شفقت اور محبت کا معاملہ فرماتے رہے۔ اردوزبان وادب کا بھی ذوق بہت پاکیزہ تھا، مولانا آزاد اور دیگر مؤرخ مصنفین کی کتابیں مطالعہ فرماتے اور بہت سی عبارتیں یاد کر لیتے۔

طلبا کی ’’انجمنِ اصلاح الکلام‘‘ کے سالانہ جلسوں میں باوجود صغرسنی ایسے بہترین خطیبانہ انداز میں تقریر فرماتے کہ تمام حاضرین کی توجہ اپنی طرف مرکوز کر لیتے، اور ہر طرف سے ماشاء اللہ ماشاء اللہ اور اساتذہ کی طرف سے بارک اللہ بارک اللہ کی صدائیں بلند ہوتیں اور انعامات سے نوازے جاتے۔

ان کی اس لیاقت اور صلاحیت کے پیشِ نظر بعض اساتذہ خصوصاً مولانا عبدالغفور صاحب پشاوریؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد ایوب صاحب اعظمیؒ خصوصی توجہ فرماتے، اور خارج میں بھی بعض اسباق پڑھاتے رہے۔ مولانا عبدالغفور صاحب پشاوریؒ کو تفسیرِ رازی پر بہت عبور تھا، مولانا ابرار احمد صاحبؒ عصر کے بعد بھی بارہا ان کی خدمت میں حاضر ہوکر تفسیری فوائد سے مستفید ہوتے۔ قرآن مجید کی تفسیر کا خصوصی ذوق انہی اساتذہ کی صحبت اور تربیت کے سبب پروان چڑھا۔

سورت میں حکیم فخر الدین صاحبؒ فنِ طب میں مہارت کے ساتھ علومِ اسلامیہ میں بھی کمال رکھتے تھے۔ مولانا مرحوم کے خاندان سے مصاہرت کے تعلق کے سبب مولانا ابرار صاحبؒ بارہا ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور گھنٹوں علمی اور روحانی مجلسوں سے فیض یاب ہوتے رہتے، جس کے سبب ان کے علمی ذوق میں بہت ترقی ہوئی، ساتھ ساتھ اہل اللہ کی صحبت اور اصلاحِ باطن کی طرف بھی توجہ ہوئی۔

’’جامعہ ڈابھیل‘‘ میں ممتاز نمبروں سے کامیابی کے بعد اصلاحِ باطن کے لیے علمائے سلف کی طرح شیخِ کامل کی تلاش میں لگ گئے، اور بالآخر اپنے دور کے جلیل القدر عالم اور مصلح، مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ خلیفۂ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوکر دوسال تک حضرتؒ کی خانقاہ میں رہے۔

حضرت مصلح الامتؒ کی اس صحبت نے ان کی طبیعت پر بہت اثر ڈالا۔ بار بار ایک جملہ فرماتے تھے کہ حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے تھپڑوں نے دماغ کی ساری کجی نکال دی ہے اور اپنی حقیقت سمجھ میں آنے لگی ہے؛ مگر طریق کی تکمیل سے قبل ہی شاہ صاحبؒ کا وصال ہوگیا۔ مولانا مرحوم کی طبیعت پر شیخ کی وفات کا سخت اثر ہوا، عرصے تک غم کے آثار ان پر رہے۔ پھر کچھ مدت قطبِ وقت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سہارنپور گزارا اور بالآخر حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تکمیل فرماکر اجازتِ بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔

حضرت مولانا محمد سعید صاحب سملکیؒ زمانۂ طالبِ علمی سے ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرماتے تھے؛ اس لیے جب مولانا نے تدریس کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے فوراً ''جامعہ ڈابھیل'' میں تقرر فرمالیا، اور ماشاء اللہ اپنے اساتذہ کے حسنِ ظن کو صحیح ثابت فرمایا۔

مولانا نے بہت جلد درجاتِ علیا کی کتابیں پڑھانی شروع فرمادیں؛ مگر اس وقت بھی اپنے اساتذہ اور مشائخ سے علمی استفادہ فرماتے رہے۔

باوجود علمی ترقی اور وعظوں میں عمومی اور خصوصی حلقوں میں غیر معمولی مقبولیت کے اپنے اساتذہ کے احترام ولحاظ میں ذرہ برابر کمی نہیں آنے دی؛ حتیٰ کہ ''بخاری شریف'' کا درس شروع کرنے کے بعد بھی جب کبھی دفتر میں تشریف لاتے یا اپنے گھر بلاتے تو اسی نیاز مندی اور احترام کا برتاؤ کرتے تھے، طلبا کی موجودگی میں ہمیشہ سامنے ادب کے ساتھ بیٹھتے تھے۔

راقمِ سطور ان کی خاندانی شرافت، علمی برتری اور روحانی مقام کی بلندی کے سبب ہمیشہ عزت واحترام سے ملتا تھا؛ مگر وہ بار بار فرماتے تھے کہ آپ کے برتاؤ سے مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔

کبھی کبھی مزاحاً فرماتے کہ طالبِ علمی کے زمانے کا رعب ایسا غالب ہے کہ ڈر لگتا ہے کہ کہیں ادھر ہاتھ دراز نہ ہو جائے؛ مگر یہ ان کی بڑائی اور بلندیٔ اخلاق کی بات تھی۔ کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ: مولانا ہم تو ہر طرح آپ سے پیچھے رہ گئے، اور آپ ایسے شاگردوں ہی کی وجہ سے ہم تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں نجات کی امید کئے

ہوئے ہیں۔ اور یہ بات دل خوش کرنے کے لیے نہیں؛ بلکہ صدق دل سے عرض کرتا تھا۔ مولانا نظر نیچی کر لیتے اور صرف اتنا فرماتے کہ آپ کی محبت اور عنایت ہے ''ورنہ من آنم کہ من دانم''۔

مولانا مرحوم کے وعظ وارشاد کا ایک خاص طرز تھا، وعظ میں تفسیری نکات، احادیث کی نادر تشریحات، علمی لطائف، مشائخ اہل اللہ کے ملفوظات اور موقع بہ موقع بہترین اشعار ہوتے، اور طلبا اور اہلِ علم کے لیے بڑی علمی اور روحانی غذا فراہم کرتے تھے۔ ناچیز کو برصغیر ہندوپاک کے بہترین خطیبوں اور علمائے دین کے وعظ سننے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، اس بنا پر بلا شبہ میں یہ عرض کر سکتا ہوں کہ مولانا ابرار صاحبؒ برصغیر کے صفِ اول کے خطیبوں میں شمار کرنے کے قابل تھے۔

مولانا کے پُر اثر وعظ نے صدہا نوجوانوں کو اسلامی زندگی اختیار کرنے پر آمادہ کر دیا ہے۔ ہندوستان کے علاوہ زامبیا، ملاوی، جنوبی افریقہ، ری یونین، زمبابوے، برطانیہ، کینیڈا، جزائرِ غرب الہند، پناما تک لوگ فیض یاب ہوئے ہیں۔ علمی انہماک اور تبلیغی اسفار کے باوجود طبیعت میں خاص شان کی نفاست اور سلیقہ مندی رکھتے تھے۔ صاف ستھرے کپڑے اور درسگاہ اور گھر میں ہر چیز قرینے اور سلیقے سے رکھتے اور طلبا کو بھی اس کا عادی بناتے تھے۔ عطر کا استعمال کثرت سے فرماتے تھے؛ بعض مرتبہ دفتر کے باہر سے گزرتے تو پتہ چل جاتا کہ مولانا ابرار احمد صاحبؒ تشریف لے جارہے ہیں۔

ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتے اور ہمیشہ باغ و بہار نظر آتے تھے۔ بزرگوں اور اہلِ دل کی صحبت سے طبیعت میں رقت پیدا ہوگئی تھی، خصوصاً اپنے اکابر کے احوال بیان کرتے وقت آبدیدہ ہوجاتے۔

دعا میں خاص طور پر بہت ہی الحاح وزاری فرماتے تھے، ختمِ جلالین شریف، ختمِ بخاری شریف اور دیگر تبلیغی جلسوں میں ایسی رقت انگیز دعا فرماتے کہ مجمع بے قابو ہوجاتا اور ہر سو آہ وبکا کی آواز آنے لگتی تھی۔

''دارالعلوم فلاحِ دارین'' کے اساتذہ واراکین سے بلکہ تمام خدام سے محبت واحترام کا معاملہ فرماتے تھے۔ مولانا کی ذات سے اربابِ دارالعلوم کو بڑی امیدیں وابستہ تھیں، اور مکمل اطمینان تھا؛ مگر تقدیرِ الٰہی میں کچھ اور ہی مقدر تھا۔ مولانا کی اس اچانک وفات سے صرف ''دارالعلوم فلاحِ دارین'' ہی نہیں گجرات کا پورا علمی حلقہ مبہوت ہوگیا۔

میرے لیے مولانا کی وفات کی خبر واقعی صاعقۂ فاجعہ تھی، دل بے قرار ہوگیا، اور اب تک اس صدمے کے اثر سے پوری طرح نجات نہیں مل سکی ہے۔ مولانا کی تقریروں اور وعظوں کے کیسیٹ عام ہیں، خادم زادے نے دوروز پہلے سنانا شروع کیا تو بندے کو سننے کی تاب نہ تھی، دل بھر آیا اور ٹیپ موقوف کرادیا گیا۔

عیدالفطر کے دوتین روز بعد ہی کینیڈا تشریف لائے اور ملاقات سے بہت مسرت ہوئی؛ مگر اسی سفر میں مرض کا حملہ ہوا۔ بندے نے عرض کیا کہ اب آپ یہ طویل اسفار موقوف فرماکر ترکیسر ہی میں خانقاہ شروع فرمادیں، طالبین ان شاء اللہ حاضرِ خدمت ہوں گے۔ جواباً فرمایا کہ ہاں شاید میرا یہ آخری سفر ہے، ہمیں کیا معلوم

تھا کہ مولانا سے بس یہ آخری ملاقات ہے اور یہ تھکا ماندہ مسافر اب ایسے سفر کی تیاری کررہا ہے جہاں سے کسی کی واپسی نہیں ہوتی۔ **اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وأسکنہ في أعلى الجنة، وأمطر عليه شآبيب رحمتك ورضوانك!**

بلاشبہ مولانا مرحوم ایک مثالی زندگی گزار کر اپنے مولیٰ کے دربار میں پہنچ گئے، ان کی یاد عرصۂ دراز تک عقیدت مندوں، شاگردوں اور چاہنے والوں کو رلاتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے درجات بلند فرماوے، اور جملہ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرماکر ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

آج امتِ مسلمہ کو جس آزمائش وابتلا کے دور کا سامنا ہے، ان حالات میں ان اکابرین اور فاضل وصالح علما کی جدائی کچھ زیادہ ہی محسوس ہوگی؛ مگر ہمارے لیے صبر کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں۔ **إنما الموت منهل يصير إليه صابر وجزوع.**

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرماوے، اور حسنِ خاتمہ کی دولت سے مالامال فرماوے، اور جنت الفردوس میں صالحین وابرار کا ساتھ نصیب فرماوے۔

کبھی کبھی بعض احباب مولانا ابرار احمد صاحبؒ کی خیرت دریافت فرماتے تو بندہ کہہ دیتا تھا کہ (**إن الأبرار لفي نعيم**) اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل وکرم سے نعیمِ جنت نصیب فرماوے۔

بس یہ چند پراگندہ تاثرات ہیں جو ایک مجروح قلب اور پراگندہ ذہن شخص پیش کررہا ہے۔

یارانِ رفتہ ہم سے اپنا منہ چھپا گئے　　معلوم بھی ہوا نہ کدھر کارواں گیا

آہ! مفتی اسماعیل صاحبؒ

نَجۡمٌ تَعَلَّقَ ثُمَّ ھَوٰی (ایک ستارہ چمکا اور پھر چھپ گیا)

اس عالمِ رنگ و بو کے بارے میں اس کے خالق و مالک کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ یہاں کسی چیز کو بھی بقا نہیں ہے۔ **کُلُّ مَنۡ علیها فانٍ و یبقٰی وَجه رَبک ذوالجلال و الإکرام** (۱) – انسان، حیوان، نباتات، جمادات سب پر یہ قانون جاری رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں حضراتِ انبیاء علیہم السلام سب سے زیادہ مقرب اور محبوب ہوتے ہیں؛ مگر ان کا بھی وقت مقرر ہوتا ہے اور اجلِ مسمّیٰ مکمل ہونے پر اپنے رب کے پاس پہنچ جاتے ہیں ؎

بشر کو چاہیے کہ خیالِ قضا رہے
ہم کیا رہیں گے جب رسولِ خدا نہ رہے

مذکورہ حقیقت کے اعتراف کے باوجود انسان اپنے کسی اہلِ تعلق کی جدائی اور اس عالمِ فانی سے عالمِ باقی کی طرف سفر کی خبر سنتا ہے تو رنج و غم میں ڈوب جاتا ہے۔

عرب کے مشہور شاعر ابوالعتاہیہ نے صحیح کہا ہے ؎

وما الموتُ إلارحلة غير أنها
من المنزل الفاني إلى المنزل الباقي

(۱) الرحمٰن: آیت: ۲۶، ۲۷

مگر یہ مسافرِ آخرت پسماندگان کے قلب کو رنجیدہ کر دیتا ہے، حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتا ہے۔ اور یہ ایک رحمت و محبت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں پیدا فرمائی ہے۔

حضرت مفتی اسماعیل صاحب بھڑکودروی رحمہ اللہ کی وفات کی خبر سنتے ہی دل کو شدید صدمے کا احساس ہوا؛ حالاں کہ ان کے مرض کے احوال ملتے رہتے تھے، بار بار زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون کے الفاظ نکلتے رہے۔

مرحوم مفتی صاحب ہم سے عمر میں چھوٹے تھے؛ مگر ان کے علمی ذوق اور اخلاص و محبت کے جذبات کی وجہ سے دل میں بہت زیادہ قدر و احترام رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فقہ، حدیث شریف اور دیگر علومِ اسلامیہ میں ان کو بڑا حصہ عطا فرمایا تھا۔ ایک طرف درسِ حدیث میں انہماک تو دوسری طرف فقہ و فتاویٰ میں مشغولیت کی وجہ سے انہوں نے اپنے ہم عصروں میں اچھا مقام پیدا کر لیا تھا۔

علمی میدان میں اس بلند مقام پر ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو تواضع اور انکساری کے قیمتی جوہر سے نوازا تھا۔ اگر انسان کو دین کی صحیح سمجھ ہو، اس کو تفقہ حاصل ہو، اور اس کے ساتھ اس کے دل میں خشیت اور تواضع ہو تو وہ یقیناً بلند مرتبہ کا انسان سمجھا جاتا ہے۔ اور ایسے افراد ہی امت کے لیے قابلِ قدر سرمایہ ہوتے ہیں، مفتی صاحب بھی امت کا قابلِ قدر سرمایہ تھے۔

اس لیے ان کی وفات نہ صرف ان کے اہلِ خاندان کے لیے؛ بلکہ پورے علمی حلقے کا عظیم نقصان اور خسارہ ہے۔ **فإنا للّٰہ وإنا إليه راجعون!**

وماکان قیس هلکه هلک واحد   ولکنه بنیان قوم تهدما

اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت بہتر جانتے ہیں، ورنہ امت کے لیے یہ مسلسل صدمات بہت ہی دل گداز اور پریشان کن ہیں۔ مولانا عبدالرحیم صاحب متالاؒ (۱) خلیفہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی اچانک وفات، مفتی صاحب کی جدائی اور ابھی ابھی خبر آئی ہے کہ مولانا عبداللہ الحسنیؒ ایسے داعی الی اللہ بھی ہم سے رخصت ہوگئے۔ إنا للہ وإنا إليه راجعون!

اللّٰهم اغفرلهم وارحمهم، وأمطر عليهم شأبيب رحمتک ورضوانک يارب العالمين!

کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ بلند منصب ملنے پر یا لوگوں میں مقبولیت پیدا ہونے پر اپنے بڑوں اور اساتذہ کو نظر انداز کردیتے ہیں، اور اپنے محسنوں کا بھولے سے بھی ذکر نہیں کرتے۔ مگر حضرت مفتی اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کو دیکھا کہ

(۱) حضرت مولانا عبدالرحیم بن سلیمان متالاؒ: قطبِ افریقہ، فاضل ''جامعہ حسینیہ راندیر'' و ''مظاہر علوم سہارنپور'' بانی ''معهد الرشيد الإسلامي'' چیپاٹا، مُجاز بیعت حضرت شیخ الحدیثؒ۔ ''ورٹھی ضلع سورت'' میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد صوفی عبدالغفور صاحب، مُجاز حضرت کشمیریؒ کے خلیفہ تھے۔ اُن پر حالتِ جذب طاری ہوجانے سے ''نرولی'' ننھیال میں منتقل ہوگئے، اور وہیں پروان چڑھے۔ آپ نے حضرت شیخ رحمہ اللہ سے دوبار بخاری شریف پڑھی۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے کاتب، معتمد اور محبوب ترین شاگرد ہونے کی وقیع نسبتوں کے حامل تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی محبت کا اندازہ ''محبت نامے'' کی تین جلدوں سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی کتبِ حدیث کو مصر و بیروت سے سب سے پہلے طبع کرانے کا سہرا آپ ہی کے سر جاتا ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ ہی کی ایما پر ''زامبیا'' میں ''دارالعلوم'' قائم کیا، جہاں آپ شیخ الحدیث بھی رہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے درسِ بخاری کے افادات ''سراج القاری'' کے نام سے مرتب کرائے جو آپ کے بے مثل کارناموں میں شمار ہونے کے قابل ہے۔ افسوس کہ ۹ر دسمبر ۲۰۱۲ء کو یہ آفتابِ علم وفضل السلام علیکم کہتے ہوئے غروب ہوگیا۔

بار بار اپنے اساتذہ اور جن سے تھوڑا بہت بھی استفادہ کیا ہو، بہت احترام اور جذبۂ تشکر سے ان کا ذکر فرماتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب آنند میں زیر تعلیم تھے، ہدایہ کے تکرار میں جہاں مشکل پیش آتی فوراً مدرسے کے قریب مولانا سلیمان کاپودرویؒ (۱) کی خدمت میں پہنچ جاتے۔ مولانا مرحوم جیدالاستعداد عالم تھے؛ مگر معمولی تجارت پر گزارہ کرتے تھے۔ فقہ اور دیگر کتب پر گہری نظر تھی، طلبا سے عبارت سنتے اور مسئلے کی وضاحت فرمادیتے تھے۔ مفتی صاحب مرحوم نے ناچیز کو بارہا سنایا کہ ہم نے کئی مقامات مولانا سلیمان کاپودروی رحمہ اللہ سے حل کئے ہیں۔

مولانا سلیمانؒ کی زندگی میں مفتی صاحب کاپودرا آکر ان سے ملتے اور ان کی وفات کے بعد ہمیشہ ان کے لیے کلماتِ خیر اور دعائیہ جملے ارشاد فرماتے تھے۔

(۱) مولانا سلیمان پانڈور کاپودرویؒ: ''کاپودرا ضلع بھروچ'' کے ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد حضرت تھانویؒ سے بیعت تھے، جس کی برکت سے روزانہ ''مواعظِ تھانوی'' اور ''مثنوی شریف'' کی تعلیم ہوتی، جس میں لوگ ذوق وشوق سے شریک ہوتے۔ ''جامعہ ڈابھیل'' سے فراغت حاصل کی۔ ''کھیڑا'' اور ''آنند'' میں برسوں مقیم رہے۔ فقہی جزئیات پر بڑا عبور حاصل تھا، نحو وصرف پر بھی کامل دستگاہ تھی۔ ''آنند کے قیام کے دوران ''دارالعلوم آنند'' کے طلبا آپ سے استفادہ کرتے رہے۔ فارسی زبان پر اس درجہ قدرت تھی کہ مثنوی کے طرز پر اشعار کہتے تھے۔ بڑے باوضع اور اصول پسند آدمی تھے۔ ستمبر ۱۹۸۴ء میں علم وفضل کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ حضرت مفکر ملت زادمجدہٗ کی شان میں کہے ہوئے چند اشعار پیشِ خدمت ہیں ۔

عالمے سنجیدۂ زین روستاں　　　ہست در ترکیسر از اتقیا
عالمِ ربانی کردہ مقام　　　ہست در ترکیسر بر اہتمام
اہتمامش چست و در تدبیر تیز　　　باز دارد رائے او از رستخیز

اپنے بڑوں کی یہ احسان شناسی اب نئی نسل میں کم ہوتی جارہی ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی صلاحیت کا اندازہ اس ناچیز کو اس وقت ہوا جب ہم ''فقہ اکیڈمی'' کے جلسے میں مدراس شامل ہوئے، وہاں مفتی صاحب نے بحث میں حصہ لیا اور دلائل سے اپنی بات سمجھالی۔ جلسے کے بعد قاضی مجاہد الاسلام رحمہ اللہ نے بندے سے فرمایا ''یہ نوجوان اچھی صلاحیت رکھتے ہیں، ان کو لگائے رکھیں، انشاء اللہ اچھا کام کریں گے''۔

قاضی صاحبؒ کی بات بالکل صحیح ثابت ہوئی، جیسے بعد کے حالات ہمارے سامنے ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کو جتنی مدت کام لینا تھا لیا گیا اور پھر اپنے پاس بلالیا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات کو قبولیت عطا فرماوے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرماوے، اور ہم پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرماوے، اور ہمارے دونوں اداروں (۱) کو نعم البدل عطا فرماوے۔

مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے
زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

ہم تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہیں گے۔

جزائے دائمی ملتی رہے خلاقِ عالم سے
کی نصرت اور اعانت تم نے دینِ احمدؐ کی

(۱) اس سے مراد ''دارالعلوم کنتھاریہ'' اور ''جامعہ علوم القرآن جمبوسر'' ہیں، کہ اول الذکر میں موصوف صدر مفتی اور ثانی الذکر میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔

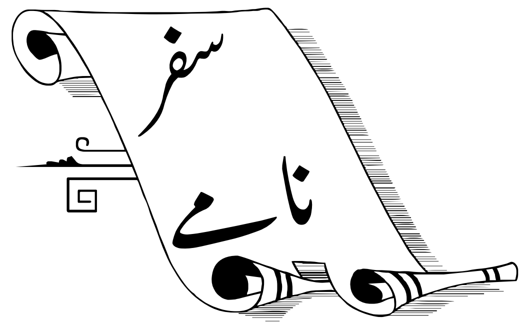
خراجِ عقیدت

از: مولانا سلیمان صاحب پانڈور، کاپودرویؒ

درشانِ حضرت مفکرِ ملت دامت برکاتہم

عالمے ربانیؔ کردہ مقام   ہست در ترکیسور بر اہتمام
اے صبا تو بوئے از کاپودرا   تا بسوئے ایں دیار انگیختہ
پس ازاں بو بہرہ ور ترکیسور   گشت و اہلش چید در دامن گُہر
جامعہ را قیِّم خدمت گزار   پائبندِ دینِ احمد ذو وقار
صحبتِ اہلِ نظر در یافتہ   فیض و برکت از بزرگاں یافتہ
منفقانِ جامعہ را شد امیں   طالباں را ہست موزوں و گزیں
تربیت مر طالباں را خوب کرد   ہمگناں را زجرِ او مرعوب کرد
اہتمامش چست و در تدبیر تیز   باز دارد رایِ او از رُستخیز
عاقل و دانشور ست و ذوالفطن   بر کنارہ ماند از شر و فتن
بنشیند خاموش ، و وقتِ گفتگو   ہرچہ بیند راست گوید رُوبرو
تا حبش فیضش رسید از فضلِ حق   طالباں زاں مُلک راغب درسبق
مدحِ او را مردمِ ترکیسور   ہرچہ گویند آزمودہ سر بسر
ہست عبداللہ نامِ نامیش   ابن اسماعیل باشد کُنیتش
در مودّت خوش بماند چوں چمن   در قرابت ہست ابن خالِ من
حق تعالیٰ اجر بخشد پُر ز خیر   پاسدارد از ہمہ آفات و ضیر

باب سوم



جس سمت بھی چاہے صفتِ سیل چلا چل
دریا یہ ہمارا ہے ، وہ صحرا بھی ہمارا

فخرِ گجرات، زینت العلما حضرت اقدس
مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم
کے بیرونِ ملک کے اسفار کی دلچسپ روئداد

متحدہ عرب امارات میں چند دن

عزیز القدر مولانا یعقوب (۱) صاحب زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد سلام مسنون! عرض ایں کہ ناچیز اور عزیزم مولوی اسماعیل سلمہٗ ایک ہفتے کے لیے خلیج کی ریاستوں کے دورے پر گئے تھے؛ تاکہ وہاں کے علمی اور ثقافتی حالات سے واقفیت ہو سکے۔ نیز ''دار العلوم فلاحِ دارین'' کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ کی پُرخلوص دعوت کو قبول کرتے ہوئے ایک سال پہلے ان سے ابوظبی حاضر ہونے کا وعدہ کیا تھا، اس کا ایفا بھی کرنا تھا۔ بہر حال ۳؍فروری کی شام کو بھروچ سے بمبئی کے لیے ''شتابدی ایکسپریس'' سے روانہ ہوئے۔

انسانیت زندہ ہے:

مغرب کی نماز ادا کرنے کے لیے بندہ جگہ تلاش کر رہا تھا، ریلوے کے ملازمین کھانا تقسیم کررہے تھے۔ ان میں سے ایک نے مجھے دیکھا، مَیں نے ان کو اشارہ کیا کہ مجھے نماز پڑھنی ہے۔ وہ فوراً آگے بڑھا اور مجھے کہا ذرا ٹھہریئے، اور ایک گتہ کا بکس لایا؛ اُس کو توڑ کر بچھایا اور کہا کہ اس پر نماز پڑھیں۔ ایک غریب انسان کی یہ ادا بتاتی ہے کہ ابھی ملک میں انسانیت زندہ ہے۔ دس بج کر پندرہ منٹ پر بمبئی پہنچ گئے، کھانا ٹرین میں کھالیا تھا اس لیے عشا پڑھ کر لیٹ گئے۔

(۱) مولانا یعقوب صاحب سریگت مراد ہیں۔ آپ کا تذکرہ صفحہ ۱۶۰؍ پر ملاحظہ فرمائیں۔

بمبئی ہوائی اڈے پر:

۴؍فروری تین بجے اٹھ کر مطار کے لیے روانہ ہوئے، ہوائی اڈے کے ملازمین کی ہڑتال کے سبب ہو کا عالم تھا، مسافرین اپنا اپنا سامان گھسیٹ رہے تھے، صفائی نہ ہونے کے سبب کاغذ اور ڈبوں کا ڈھیر تھا۔ ضروری کارروائی کے لیے عزیزم مولوی اسماعیل سلمہٗ (۱) کاؤنٹر پر گئے، کارروائی مکمل کر کے وہیں ایک طرف فجر کی نماز ادا کی۔ سات بج کر ۴۵؍منٹ پر فلائٹ نمبر ۵۰۳؍روانہ ہوئی۔ امارات کے جہاز کی خدمات اچھی ہوتی ہیں، عربی، انگریزی اور ہندی بولنے والا عملہ کام کرتا ہے؛ اس لیے سہولت ہوتی ہے۔ عربی اخبارات بھی دستیاب ہوتے ہیں، ''الخلیج'' نامی روزنامہ پڑھتا رہا اور نو بجے دبئی اتر گئے۔ **الحمد للّٰہ علی سلامۃ السفر!**

دُبئی ایئرپورٹ پر:

دُبئی امیگریشن میں کارروائی چند منٹ میں مکمل ہوگئی، کنیڈین، برطانوی پاسپورٹ کو فوراً ویزا لگ جاتا ہے۔ سامان لے کر باہر آئے تو ہمارے رشتے دار

(۱) مولانا اسماعیل پٹیل صاحب مدظلہٗ: مفکرِ ملت حضرت کاپودروی دامت برکاتہم کے لختِ جگر، خادمِ خاص، مزاج شناس، سفر وحضر کے حاضر باش اور بزرگوں کے معتمد۔ ۴؍اپریل ۱۹۶۵ء میں پیدا ہوئے۔ ''فلاحِ دارین ترکیسر'' میں درجۂ عربی پنجم تک تکمیل ہی ہوئی تھی کہ ''انگلینڈ'' جا پہنچے۔ ۸۵،۱۹۸۴ء میں ''دارالعلوم بری'' سے فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد مادرِ علمی ہی میں عربی علوم کی تدریس کی، پھر ایک مدت تک ''بولٹن'' میں مدرس رہے۔ آپ کو حضرت مولانا اجمل صاحب قادری حفید حضرت لاہوریؒ، حضرت مولانا نعیم اللہ فاروقی نقشبندی دام ظلہٗ، حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب جونپوری دام ظلہٗ، حضرت مولانا ہاشم صاحب جوگواڑی دام ظلہٗ اور ڈاکٹر تنویر احمد صاحب مُجاز حضرت مسیح الامتؒ سے اجازت بیعت حاصل ہے۔ ۲۰۱۰ء سے یورپ کے عیش و آرام کو قربان کر کے اپنے آپ کو والد ماجد کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ خدا ہر ماں باپ کو ایسی ہی اولاد عطا کرے۔ آمین!

جناب فاروق منگیرا صاحب انتظار میں کھڑے تھے۔ فاروق بھائی کے والد اصلاً مانگرول کے باشندے ہیں؛ مگر کئی سال سے بولٹن یوکے میں رہتے ہیں۔ فاروق صاحب وہیں بڑے ہوئے اور اچھی تعلیم لی، چار سال سے ''فرید علوانی و اِخوانہ'' کی کمپنی میں کام کے لیے دُبئی میں مقیم ہیں۔ خوش اخلاق نوجوان ہیں، اُن کی والدہ ہماری مرحومہ اہلیہ کی چچازاد بہن ہوتی ہیں۔

شہر کی سیر:

چائے ناشتے سے فارغ ہو کر آرام کرتے رہے۔ شام کو فاروق بھائی شہر میں سے گزرتے ہوئے ساحلِ سَمُندر لے گئے۔ دبئی فری پورٹ ہے؛ اس لیے کئی ملکوں سے یہاں سامان آتا ہے، اور یہاں سے دوسرے ملکوں میں روانہ ہوتا ہے۔ دور تک سامان کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے، نہ چوری کا خطرہ اور نہ توڑ پھوڑ، حفاظتی اقدامات قابلِ تعریف ہیں۔ دبئی کی سڑکیں کشادہ اور صاف ستھری نظر آئیں، اونچی اونچی عمارتیں کینیڈا اور امریکہ کے شہروں کی یاد دلا رہی تھیں۔ سڑکوں پر عمدہ عمدہ قسموں کی کاروں کا طویل سلسلہ نظر آتا ہے، امریکہ، جاپان، اور جرمن گاڑیاں قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔ اس طرح تیل کی آمدنی کا ایک بڑا حصہ پھر انہی ملکوں کے پاس چلا جاتا ہے؛ کاش کہ مسلمان صنعت و حرفت میں خود کفیل بنتے۔

ایک قلندر کی نصیحت:

آج سے چالیس پچاس سال پہلے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ عرب ممالک کے سفر پر جا رہے تھے، سفر سے پہلے خانقاہِ رائے پور میں اپنے شیخ شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے؛ تاکہ ان کی نیک دعاؤں کا توشہ

لے کر جائیں۔شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ ’’ان بھلے مانسوں سے کہئے کہ اپنے ملکوں میں صنعتیں قائم کریں‘‘ مولانا نے اپنی تقریروں اور مقالات میں اس پر توجہ دلائی تھی۔کاش کہ ان اللہ والوں کی باتوں کو گوشِ ہوش سے سنا جاتا،تو آج عرب ممالک پورے اسلامی اور ایشیائی ملکوں کے لیے مرجع بنتے۔ **فإلَی اللّٰہ المشتکٰی!**

مسجد الغُرَیر میں:

۵؍فروری اتوار کی فجر کی نماز کے لیے ہم ’’مسجد احمد الغُرَیر‘‘ گئے۔احمد الغُرَیر دبئی کے مشہور تاجر ہیں، انہوں نے اپنے جیب خاص سے یہ شاندار مسجد بنوائی ہے، اور اس مسجد کے امام ہمارے دوست قاری یعقوب مملا بلیشوری مدظلہ ہیں۔قاری صاحب ’’جامعہ حسینیہ راندیر‘‘ اور ’’دارالعلوم دیوبند‘‘ کے فیض یافتہ ہیں،’’جامعہ حسینیہ‘‘ میں ۵؍سال مدرس بھی رہے ہیں اور ۲۰؍سال سے دبئی میں شاندار خدمت انجام دے رہے ہیں،ملنسار اور مہمان نواز ہیں۔ماشاء اللہ! قرآن مجید بھی بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ان کی اقتدا میں فجر کی نماز ادا کی،نماز سے فارغ ہو کر ان کا درسِ حدیث سنا اور پھر ان سے ملاقات کی۔اس اچانک ملاقات سے وہ بہت خوش ہوئے اور مسجد سے ملحق اپنی قیام گاہ پر لے گئے،گرم گرم حلیب اور تمور پیش کئے،کئی قسم کے بسکٹ لے آئے اور مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔

ایک اہم کتاب:

پچھلے چند سالوں میں بعض حلقوں کی طرف سے تبلیغی جماعت اور علمائے دیوبند کے خلاف زہریلی اور سخت گمراہ کن کتابیں شائع کی جارہی ہیں،اور ان کو عرب

نوجوانوں میں پھیلایا جارہا ہے،اس ناچیز کا پختہ خیال ہے کہ اس کے پیچھے استعماری طاقتیں اور ان کے دم چھلوں کا ہاتھ ہے۔بہرحال اس پروپیگنڈے کے جواب میں حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی مدظلہ نے مختلف عرب علما کے بیانات،شیخ بن باز کے جوابات وغیرہ جمع کر کے ایک کتاب ’’**جماعة التبليغ، أكبر حركة إصلاحية، عالمية**‘‘ کے نام سے شائع کی ہے،جس کو ’’**مكتبة الحرمين للنشر و التوزيع**‘‘ دبئی نے شائع کی ہے۔قاری یعقوب صاحب نے یہ کتاب مطالعے کے لیے پیش کی اور بعد میں مجھے ہدیۃً عنایت فرمادی۔تبلیغی جماعت سے منسلک علما کو اس کا مطالعہ مفید رہے گا۔

قاری صاحب کے گھر سے واپس آئے،غسل کیا،ناشتہ کر کے مطالعہ کرتے رہے۔چار بجے پھر شہر میں نکلے، یہاں کے مشہور مول ’’سیٹی سینٹر مول‘‘ میں داخل ہوئے،یہ تجارتی مرکز لندن،کینیڈا،امریکہ کے ’’محلات التجاریۃ‘‘ یعنی مول سے کم نہیں ہے۔بعض چیزیں خریدیں اور ساحلِ سَمُنْدر کی سیر کرتے ہوئے گھر واپس آئے۔

دُبئی کی مساجد:

یہاں کی ہر مسجد اپنی الگ شان رکھتی ہے،ہم نے عصر کی نماز علی ابن حیدر کی ایک خوبصورت مسجد میں ادا کی تھی۔ دورۃ المیاہ (استنجا خانہ) اور وضو خانے صاف ستھرے اور سلیقہ کے ہوتے ہیں۔جوتے مسجد کے دروازے کے باہر بڑی تعداد میں ہوتے ہیں؛مگر چوری کا کوئی خطرہ نہیں۔بمبئی،دہلی میں ایسے عمدہ قسم کے جوتے قطعاً محفوظ نہیں رہ سکتے۔ **هٰذا من بركات بلاد الإسلام**۔کاش کہ مسلمانوں کو اپنے

دین اوراس کی عظیم برکات کا احساس ہو۔افسوس ہے کہ دوسروں کے پروپیگنڈے سے ڈر کر ہم نے اپنے پیروں پر کلہاڑے مارے ہیں۔ اگر تمام اسلامی ممالک شریعت کے مطابق حکومت چلائیں تو دنیا کی قوموں کو اسلام سمجھنے میں مدد ملتی؛ مگر انہوں نے اپنے قیمتی ہیرے کو پھینک کر دوسروں کے ٹھیکرے لے لیے ہیں۔ **اللّٰھم اھد قومنا فإنھم لایعلمون. آمین!**

۶رفروری پیر کی فجر کی نماز کے لیے فاروق ہم کو ”مسجدِ فُطَیم“ لے گئے، پونے چھے بجے جب مسجد میں پہنچے تو صفِ اول تلاوت کرنے والوں سے بھر چکی تھی۔ مسجد وسیع اور خوبصورت ہے،قبلہ کی طرف رنگین کانچ کے ٹکڑوں سے کوفی خط میں لکھی ہوئی آیات بہت دیدہ زیب معلوم ہورہی تھیں۔نمازایک شامی امام کے پیچھے ادا کی، عربی لہجے میں قرأۃ سے دل متاثر ہوا۔نماز کے بعد ہم نے ان سے ملاقات کی،حلب کے باشندے ہیں،اخلاق سے ملے اور ہند کے مسلمانوں کے حالات پوچھتے رہے۔

العین کا سفر:

مسجد سے گھر آکر چائے ناشتے سے فارغ ہوئے اورابوظبی کے شہر ”العین“ کے سفر کی تیاری شروع کی۔حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ عرصے سے ”العین“ میں مقیم ہیں۔ پہلے آپ ”جامعۃ العین“ کے ”کلیۃ الحدیث“ میں استاذ الحدیث تھے،اب ریٹائرڈ ہونے کے بعد کتبِ حدیث کی تحقیق اورطباعت کا اہم کام انجام دے رہے ہیں۔ دبئ سے تقریباً پونے نو بجے ”سیارۃ الاجرۃ“ (ٹیکسی) لے کر نکلے، ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت طے کر کے ”العین“ کی حدود میں داخل ہوگئے۔

ڈرائیور زیادہ واقف نہیں تھا؛ اس لیے سیل فون سے مولانا مدظلہٗ سے رابطہ کرتے رہے۔ایک مقام پر رک گئے،مولانا نے وہاں اپنے ایک عزیز کو کار لے کر بھیج دیا، اورہم ان کی رہنمائی میں مولانا کی قیام گاہ پہنچ گئے۔ ماشاء اللہ! مولانا کا مکان کافی وسیع اور سہولت والا ہے۔تھوڑی دیر ”غرفۃ الاستقبال“ میں بیٹھے اور پھر مولانا ہم کو تصنیف وتالیف والے کمرے میں لے گئے۔ یہ وسیع کمرہ چاروں طرف اہم مراجع کی کتابوں سے بھرا ہوا ہے،اور مولانا کے کام میں تعاون کے لیے تین ہندوستانی فضلا موجود ہیں،جنہوں نے تخصص فی الحدیث کیا ہے۔مولانا تقی الدین صاحب زیدمجدہٗ کے ساتھ رہ کر تخریج اور تحقیق کا کام برابر سیکھ گئے ہیں۔اس وقت مولانا کی نگرانی میں ”بذل المجہود شرح أبي داوٗد“ مؤلفہ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی تصحیح اور تحقیق کا کام ہورہا ہے۔کام مکمل ہوگیا ہے،اس کو بیروت طباعت کے لیے بھیج رہے ہیں، پروف آنے پر دوبارہ نظر کی جائے گی۔امید ہے کہ چھ سات ماہ میں ”بذل“ طبع ہوجائے گی،ٹائپ پر ترقیم،تخریج اور تصحیح کے ساتھ یہ نسخہ اہل علم کے لیے ایک نادر تحفہ ہوگا(۱)۔

مولانا کی اہم تحقیقی خدمات:

ازیں قبل مولانا ”**أوجز المسالک شرح مؤطا إمام مالک**“ مؤلفہ شیخ الحدیثؒ کو؛ نیز ”**التعلیق الممجد علی مؤطا إمام محمد**“ للشیخ عبدالحیٔ لکھنویؒ، ”**ظفر الأماني بشرح مختصر الجرجاني**“ ازمولانا عبدالحیٔ لکھنوی فرنگی محلیؒ؛ نیز امام بیہقیؒ کی ”**الزھد الکبیر**“ کو بہترین تعلیقات کے ساتھ

(۱)الحمدللہ یہ کتاب بیروت سے اعلیٰ پیمانے پر طبع ہوکر اہلِ علم کی آنکھوں کا سرمہ بن چکی ہے۔

طبع کرا چکے ہیں، اور یہ کتابیں تمام عرب ممالک کے اہلِ علم وفضل کے پاس پہنچ گئی ہیں، ان کے علاوہ اور کئی کتابیں بھی نشر ہوگئی ہیں۔ اب ''بذل'' کی طباعت پر مزید علمی فائدہ ہوگا۔ مولانا مدظلہٗ اس کام کی تکمیل کے بعد ''بخاری شریف'' کے نسخوں کا تقابل کر کے اس کی تصحیح وتعلیق کا کام کرنا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ اس کی تکمیل کرادے۔ آمین!(۱)

شاندار عربی کھانا:

دوپہر کو مولانا نے بہترین عربی طرز کے کھانے پکوا کر کھلایا، اور وافر مقدار میں پھلوں سے تواضع فرمائی۔ مولانا کے رفقا بھی دعوت میں شامل تھے، کھانے کے بعد ''غرفۃ النوم'' میں قیلولہ کیا، عصر کے بعد ''العین'' کی سیر کے لیے نکلے۔

العین (Al-Ain):

''العین'' ریاست ''ابوظبی'' کا بہت خوبصورت اور منظم شہر ہے۔ کشادہ سڑکیں، سڑک کے دونوں طرف اور بیچ میں درخت لگائے گئے ہیں، جگہ جگہ پھلواریاں بنائی گئی ہیں، اور صفائی یورپ او رامریکہ کے شہروں سے بھی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ ہر جگہ پانی کے پائپ اور فواروں سے سبزہ تروتازہ رکھا جاتا ہے۔ شہر سے گزر کر ایک شاندار پارک کے قریب سے گزرے۔ پارک میں بچوں کے کھیل کے لیے مکمل انتظام ہے، پارک کے ایک حصے میں صرف عورتیں جاسکتی ہیں، ''للنساء فقط'' کا بورڈ آویزاں ہے؛ تاکہ مستورات بلا تکلف وہاں بیٹھ سکیں۔ مجھے اس انتظام سے

(۱) الحمد للہ مذکورہ کتاب بھی زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر علمی دنیا سے خراج تحسین وصول کرچکی ہے۔

مسرت ہوئی۔ دبئی اور ابوظبی دونوں جگہ ساحلِ سَمُندر ہو یا پارک ہوں، مسجد کا نظم رکھا جاتا ہے؛ تاکہ سیر وتفریح کرنے والوں کو عصر ومغرب کی نماز جماعت سے پڑھنے کا موقع ملے۔ **هذا أيضا من حسنات بلاد المسلمين!**

جبل حفیت:

پارک کو باہر ہی سے دیکھ کر ہم ''جبل حفیت'' پر گئے، ''العین'' سے پندرہ کیلو میٹر پر ہزاروں فٹ کی بلندی پر یہ تفریح گاہ بنی ہے، چاروں طرف پہاڑ کی چوٹیاں ہیں، ایک چوٹی پر سلطان کا محل بھی ہے، جس میں سال میں کبھی کبھی وہ تشریف لاتے ہیں۔ تھوڑی دیر چہل قدمی کر کے مشروباتِ باردہ سے لطف اندوز ہوئے، اور ایک تفریح گاہ کی طرف گئے۔ یہاں اتر کر پہلے مغرب کی نماز ادا کی، پھر گرم پانی کے چشمے پر جا کر بیٹھے۔ لوگ یہاں آکر غسل کرتے ہیں؛ تاکہ قدرتی گرم پانی سے خارش وغیرہ امراض کا علاج کریں۔ چاروں طرف پہاڑوں پر سبز گھاس اُگائی گئی ہے اور بڑی بڑی لائٹیں اس پر روشنی پھینکتی ہیں، بہت خوشنما منظر ہے۔ مولانا فرما رہے تھے کہ بیس سال میں یہ تیسری مرتبہ یہاں آیا ہوں، سیر وتفریح کی فرصت ہی نہیں، اگر سیر وتفریح کرنے لگوں تو تحقیقی کام ہو ہی نہیں سکتا۔ مولانا کی اس رفاقت اور قیمتی وقت کی قربانی پر ہم نے شکریہ ادا کیا اور عشا کے قریب واپسی ہوئی۔ عشا کے بعد عَشاء کے لیے دسترخوان لگا، ثرید پکوائی گئی تھی، مولانا نے بکرے کا پورا سر زبان اور آنکھوں سمیت سامنے ڈال دیا۔ زندگی میں اس طرح کا کھانا پہلی مرتبہ کھانے کا اتفاق ہوا اس کے علاوہ سبزی وغیرہ ترکاریاں تھیں، اس لیے سہولت رہی۔ کھانے کے بعد پھر علمی مجلس

رہی اور دیر تک مختلف کتابوں، ہندوستان کے مدارس وغیرہ موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں، پھر آرام کرنے ''غرفۃ النوم'' میں چلے گئے۔

بعض نئی کتابیں:

مولانا مدظلہٗ کے کتب خانے میں بعض نئی کتابیں نظروں سے گزریں، ان میں سے بعض ہمارے مدارس کے لیے بہت مفید ہیں۔ مثلاً:

(۱) غبطة القاري ببيان إحالات فتح الباري، از أبو صهيب العدوي، مكتبه العلم، جدة.

(۲) المعلم بفوائد مسلم، للإمام أبي عبدالله محمد بن علي .

(۳) الحديث الشريف و تحديات العصر.

(۴) تعليق التعليق على سنن أبي داوود، مكتبة الرشد، الرياض.

(۵) الفكر والسلوك السياسى عند أبي الحسن الندوي (دارالقلم بيروت).

(۶) الدولة الأموية عوامل الازدهار و تداعيات الانهيار، مكتبة الصحابة (الشارقة).

(۷) الشيخ محمد يوسف الكاندهلوي "حياته ومنهجه في الدعوة" دارالبشائر.

(۸) نظرات جديدة في علوم الحديث، دار ابن حزم .

مولانا کے رفقا:

مولانا تقی الدین صاحب مدظلہٗ کے تحقیقی کام میں جو نو جوان علما پوری تندہی سے لگے ہیں، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولوی حسان صاحب ندوی مظاہری، مولوی شمس الرحمٰن قاسمی مظاہری، مولوی اسعد عالم مظاہری ندوی؛ ان تینوں علما کو ہم نے بااخلاق، متواضع اور علمی مزاج رکھنے والا پایا۔ اللہ تعالیٰ ایسے نو جوانوں سے علمی دنیا کو فائدہ پہنچائے۔ مولوی حسان صاحب نے بتلایا کہ علامہ محمد طاہر پٹنیؒ کی ''المغنی'' مکتبہ ''دارالعلوم الرحیمیہ'' بانڈی پورہ کشمیر سے تصحیح کے ساتھ طبع ہوئی ہے اور بہت عمدہ طبع ہوئی ہے۔

ڈاکٹر ولی الدین ندوی:

میں یہ ذکر کرنا بھول گیا کہ مولانا کے بڑے صاحب زادے دبئ کی کسی جامعہ میں مدرس ہیں، وہ ہماری قیام گاہ پر تشریف لائے تھے اور دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو فرماتے رہے۔ ان سے یوکے اور پھر ''جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ'' میں خوب ملاقاتیں رہی تھیں، جامعہ کے ترجمان 'الشارق' کے مدیر بھی ہیں جو ایک اچھا دینی، علمی، فکری، اصلاحی ماہنامہ ہے۔

۷؍فروری صبح قریب کی مسجد میں فجر کی نماز پڑھی اور مولانا کے کمرے میں آ گئے۔ ''بذل المجہود'' کی کاپیوں پر نظر ڈالی؛ نیز مولانا کی حدیث شریف کی اسناد کو بھی دیکھا جو عنقریب کتابی شکل میں طبع ہونے والی ہے۔ پھر ناشتے کا انتظام ہوا اور دس بجے حضرت مولانا تقی الدین صاحب کی رہبری میں ''ابوظبی'' کے لیے روانہ

ہوئے۔ ''العین'' سے ''ابوظبی'' تک بہت عمدہ سڑک بنی ہے اور شجر کاری نے اس کی خوب صورتی دوبالا کردی ہے۔ ڈیڑھ گھنٹے میں ہم ''ابوظبی'' پہنچ گئے؛ یہ بھی اچھا منظّم اور جدید شہر ہے۔

سب سے پہلے ہم "وزارة العـــدل والشئون الإسلامية" کے دفتر میں گئے اور وکیل الوزارۃ شیخ محمد، شیخ حمدان، ڈاکٹر محمد جمعہ، د۔ احمد المبارک وغیرہ ذمہ دار شخصیتوں سے ملاقات اور گفتگو کرتے رہے۔ یہ سب مولانا کے قدرداں ہیں اور علمی اور تحقیقی خدمات کے مداح ہیں۔ عربوں کے طریقے پر چائے اور شربت لائے گئے۔ اسی درمیان کچھ مہمان بھی آئے جو مصر (القاہرہ) سے آئے تھے، ان کا اسمِ گرامی وجدی العربی معلوم ہوا، دکتورہ کی سند رکھتے ہیں، لب ولہجہ خالص مصری تھا۔ اسی "وزارة العـــدل والشئون الإسلامية والأوقاف" کی طرف سے ایک ماہنامہ "منار الإسلام" کے نام سے شائع ہوتا ہے جس کے مدیر د. علی محمد عجلة ہیں۔ پتہ: أبوظبي، ص ب ۲۹۲۲، دولة الإمارات العربية المتحدة ہے۔

وزارۃ کے دفتر سے نکل کر ہم ساحلِ سَمُنْدر کی سیر کرتے ہوئے مسجد میں ظہر کے لیے حاضر ہوئے، اور نماز سے فارغ ہوکر شیخ راشد بن محمد جو پہلے حکومت کے اعلیٰ منصب پر تھے اور کافی صاحبِ رسوخ ہیں، ان کے گھر دوپہر کا کھانا طے ہوا تھا؛ اس لیے وہاں حاضر ہوئے۔ ان کا مکان عرب رؤساء کے مکانوں کی طرح بہت وسیع اور پُرکیف تھا، تپاک سے ملے، تھوڑی دیر ''غرفۃ الاستقبال'' میں بات چیت اور تعارف ہوتا رہا، پھر دسترخوان بچھایا گیا اور محبت سے کھلاتے رہے۔

مولانا کے چھوٹے صاحبزادے نصیرالدین ابوظبی میں مقیم ہیں۔ نیز مولوی ابوسعد اعظمی سلمہٗ جنھوں نے درجہ عربی سوم تک ''فلاحِ دارین'' میں تعلیم حاصل کی تھی، اس کے بعد ''ندوہ'' اور ''ازہر'' میں جاکر مزید تعلیم حاصل فرمائی، وہ بھی ''ابوظبی'' ہی میں مقیم ہیں۔ ابوسعد سلمہٗ ناچیز سے بہت تعلق رکھتے ہیں؛ اس لیے وہ اپنی کار لے کر شیخ راشد المحترم کے دولت کدے پر ملاقات کے لیے تشریف لائے، محبت سے گلے ملے، ان کی ملاقات سے ہمیں بھی دلی مسرت ہوئی۔ کھانا اور چائے وغیرہ سے فارغ ہوکر ہم لوگ مولانا مدظلہٗ کے فرزند نصیرالدین کے فلیٹ پر آگئے اور قیلولہ کیا۔ عصر کی نماز ان کے کمرے میں ادا کی، ابوسعد سلمہٗ بھی اپنے گھر سے تشریف لائے، حضرت مولانا تقی الدین صاحب مدظلہٗ اپنے گھر والوں کے ہمراہ ''العین'' واپس تشریف لے گئے۔ ہم نے مولانا کا شکریہ ادا کیا اور مولانا ابوسعد سلمہٗ کے ہمراہ ''ابوظبی'' کے بعض مقامات دیکھنے کے لیے شہر کی طرف نکلے۔

المكتبة الوطنية:

سب سے پہلے ہم "الـمـكتبة الـوطـنية" (نیشنل لائبریری) پہنچے۔ یہ لائبریری بہت عمدہ اور وسیع عمارت میں ہے، شاندار کتب خانہ اور اس کے ساتھ مختلف پروگراموں کے لیے بڑے بڑے ہال بنائے گئے ہیں، جہاں ثقافتی اور علمی پروگرام ہوتے ہیں۔ کتب خانے میں ہر فن کی کتابوں کا بہترین ذخیرہ موجود ہے، بہت سے لڑکے اور لڑکیاں مطالعہ میں مصروف تھیں۔ معلوم ہوا کہ پردہ والی طالبات کے لیے مستقل وسیع کمرہ بھی ہے، جہاں وہ مردوں سے الگ مطالعہ کرسکتی ہیں؛ یہ بھی قابلِ تعریف اور قابلِ تقلید چیز ہے۔

تعلیمِ نسواں:

ابو سعد سلمہٗ نے ہمیں بتایا کہ ریاست میں لڑکیاں تعلیم میں بہت آگے جارہی ہیں، اس کے فوائد بھی ہیں اور کچھ خرابیاں بھی ظاہر ہورہی ہیں، خدا کرے تعلیم گاہوں کے ذمے دار حضرات اس کے تدارک کی فکر کریں؛ ورنہ مغربی ثقافت ہماری تہذیب اور آداب کو برباد کردے گی۔ لڑکیوں کی تعلیم میں یہ توازن قائم رکھنا بہت اہم کام ہے، اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔

الکورنیش کی سیر:

مکتبہ سے نکل کر ہم ساحلِ سَمُندر کی طرف گئے جس کو عموماً ''الکورنیش'' کہا جاتا ہے، اور وہاں تفریح کرنے والوں کے لیے خصوصاً ساحل کے کنارے پیدل چلنے والوں کے لیے بہترین پختہ پلیٹ فارم بنایا گیا ہے، اور جگہ جگہ پھلواریاں بھی لگائی گئی ہیں۔ ہم نے مغرب کی نماز قریب کی ایک خوبصورت مسجد میں ادا کی، اور نماز کے بعد وہاں کے مشہور مول دیکھتے ہوئے ''ابوظبی'' کے مشہور ہوٹل کے قریب سے گزرے جہاں بڑے بڑے بیرونی سرکاری مہمانوں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ ہوٹل کے باہر وسیع میدان میں درخت لگائے گئے ہیں، تفریح کے جملہ سامان موجود ہیں۔

شام کا کھانا ہمیں بھائی ساجد چوہان صاحب کے گھر کھانا تھا، اُن کے والد اصلاً ترکیسر کے ہیں؛ مگر عرصے سے لیسٹر، یوکےٗ میں مقیم ہیں۔ ساجد صاحب نے یوکےٗ میں تعلیم حاصل کی ہے اور ''ابوظبی'' کے کسی اسپتال میں کمپیوٹر کے شعبے میں سَرْوِس کرتے ہیں۔ اتفاق سے ان کے والد صاحب بھی آئے ہوئے تھے، اہلِ وطن

اہلِ زبان سے مل کر خوشی ہوتی ہے۔ مولانا ابو سعد سلمہٗ کو ہم نے ان کے گھر کے قریب رخصت کیا اور ہم ساجد صاحب کے گھر آگئے، عشا ان کے کمرہ میں ادا کی اور ان کی ضیافت سے لطف اندوز ہوئے۔ کھانے سے فارغ ہوکر فوراً دبئی کے لیے روانہ ہوئے، ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت طے کرکے ساڑھے دس بجے دبئی آگئے۔

راستے میں شیخ زائد بن سلطان آل نہیان مرحوم کے مزار کے قریب سے گزرے جہاں ایک شاندار اور وسیع مسجد کی بھی تعمیر ہورہی ہے۔ شیخ زائدؒ نے اپنے ہم وطنوں کا دل جیت لیا تھا؛ اس لیے اب بھی لوگ ان کو عزت ومحبت کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ ''ابوظبی'' سے دبئی جاتے ہوئے صحرا سے گزرتے وقت عربی کے یہ مشہور شعر یاد آرہے تھے ؎

أَقُوْلُ لِصَاحِبِيْ وَالْعِيْسُ تَهْوِيْ　　بِنَا بَيْنَ الْمُنِيْفَةِ فَالضِّمَارِ
تَمَتَّعْ مِنْ شَمِيْمِ عَرَارِ نَجْدٍ　　فَمَا بَعْدَ الْعَشِيَّةِ مِنْ عَرَارِ

(مَیں نے اپنے ساتھی سے کہا جب اونٹ ہمیں مُنِیْفَہ اور ضِمار کے درمیان تیزی سے لیے ہوئے چلے جارہے تھے کہ نرگسِ نجد کی خوشبو سے لطف اٹھاؤ، آج کی شب کے بعد یہ خوشبو پھر ہاتھ نہ آئے گی)

فرق یہ تھا کہ ہم اونٹ کے بجائے تیز رَو کار پر جارہے تھے اور قدیم عربوں کے اونٹوں کے قافلوں اور ان کے حُدی خوانوں کا تصور کررہے تھے، جواب تاریخ کا حصہ بن رہیں ہیں۔

شارجہ کا سفر:

بدھ ۸؍فروری: صبح کی نماز اور ناشتے سے فارغ ہو کر تھوڑا آرام کیا، غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ''شارجہ'' کے لیے روانہ ہوئے، ''شارجہ'' بھی ''ابوظبی'' کی طرح ایک چھوٹی سی ریاست ہے۔ دوستوں سے معلوم ہوا کہ یہاں کے اربابِ حکومت الحمدللہ! دینی ذہن کے ہیں، دعوت وتبلیغ کا بھی اچھا مرکز ہے، اور مساجد نمازیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ ''شارجہ'' میں داخل ہوتے ہی ہم مکتبات کی تلاش میں نکلے، ''مکتبۃ الصحابہ'' یہاں کا اچھا تجارتی مکتبہ ہے، مکتبہ کے مالک بھی دین دار اور خلیق معلوم ہوئے۔ ہم نے بعض ضروری کتابیں خریدیں اور بعض دوسرے کتب خانوں کو دیکھتے ہوئے ''مسجدِ فیصل'' پر آئے۔ شارع عبدالعزیز پر یہ وسیع شاندار مسجد سعودی بادشاہ شاہ فیصل شہیدؒ نے بنوائی تھی، ہم نے وضو کیا اور مسجد میں دوگانہ ادا کی، شاہ فیصل شہیدؒ اور امتِ اسلامیہ کے لیے دعا کر کے باہر آئے۔ کیرالہ کے جناب عبدالمجید صاحب جن کی گاڑیوں پر ہم سفر کرتے رہے ہیں، ان کا یہی کاروبار ہے، ان کے گھر دوپہر کا کھانا کھایا، ان کا شکریہ ادا کر کے دبئی واپس آ گئے۔

عصر کی نماز کے بعد ہم جناب فرید بھائی علَوانی صاحب- جو جدہ میں رہتے ہیں اور دبئی میں بھی ان کی تجارت ہے- کے آفس پر آئے، اور ان کے بھتیجوں سے ملاقات کر کے الحاج عبداللطیف مکلائی صاحب کے دفتر میں پہنچے جو ایک دین دار اور صاحبِ خیر تاجر ہیں، اور عزیزم مولانا غلام محمد وستانوی سلمہٗ کے خصوصی تعلق والوں میں ہیں(۱)۔ ان سے خیر خیریت معلوم کر کے ہم لوگ بَرْ دبئی کی طرف چلے جو نہر کی

دوسری طرف کا حصہ ہے۔ مغرب کا وقت ہو رہا تھا، اس لیے سیدھے مسجد میں حاضر ہوئے، امام مصری معلوم ہو رہے تھے۔ مغرب کے بعد یہاں کے معروف بازار 'مینا بازار' کی سرسری سیر کی اور سلیم علَوانی صاحب کے صاحب زادے عبید اور عابد کی دکان پر ملاقات کے لیے گئے۔ ہمارے عزیزم مولوی اسماعیل سلمہٗ کے ساتھ، ان کی پہلے سے ملاقاتیں اور دوستی ہے۔ وہاں سے قاری یعقوب صاحب بلیشوری مدظلہٗ کی رہنمائی اور معیت میں ''مسجد دارالسلام'' آ گئے۔

قاری عبدالمجید ندوی:

اسی مسجد میں محترم قاری عبدالمجید ندوی صاحب امام ہیں۔ قاری صاحب تیس سال سے دبئی میں مقیم ہیں اور علما ومشائخ اور دیگر حضرات سے خوب تعلق رکھتے ہیں۔ قاری یعقوب صاحب نے ناچیز کا غائبانہ تعارف کرایا ہوگا تو انہوں نے عشا

---

(۱) خادم القرآن والمساجد حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم: ''دارالعلوم فلاحِ دارین'' کے قابلِ فخر فاضل، ''جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا'' کے بانی مبانی، ''دارالعلوم دیوبند'' کے مہتممِ عاشر، ''دارالعلوم دیوبند''، ''جامعہ مظاہر علوم سہارنپور'' اور ''جامعہ عربیہ ہتھورا'' کی مجلسِ شوریٰ کے رکنِ رکین، جنیدِ وقت حضرت باندویؒ اور محدثِ عصر حضرت شیخ محمد یونس صاحب جونپوری دامت برکاتہم کے مجازِ بیعت، سیکڑوں مدارس ومکاتب کے سرپرست ورہنما۔ ۱۳۷۰ھ مطابق یکم جون ۱۹۵۰ء میں صوبۂ گجرات، ضلع سورت کے مردم خیز وتاریخی قصبہ ''کوساڑی'' میں آنکھیں کھولیں۔ آپ کے دستِ اقدس سے اکل کوا کی وادیٔ ذی زرع میں وہ شجرۂ طوبیٰ قائم ہوا، جس کی جڑیں زمین میں ہیں اور فروعات آسمان کو چھو رہی ہیں، اور مساجد، مکاتب، مدارس، عصری ادارے اور رفاہی وملی کاموں کا وہ سلسلہ قائم ہوا جس پر عقل دنگ ہے۔ مذکورہ خدمات کے نتیجے میں اللہ نے شہرت ومقبولیت کے بامِ عروج کو پہنچایا جس سے شاہانِ عالم بھی محروم ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے یہ بے مثل کارنامے معجزے سے کم نہیں ہیں۔ اِن سب کے باوجود انتہائی متواضع، اور سادہ طبیعت کے مالک ہیں۔ خدا تعالیٰ عافیت وسلامتی کے ساتھ طولِ عمر سے نوازے۔ آمین!

کے بعد کھانے پر مدعو کیا تھا۔ ان کے گھر پر اہلِ علم اور دیندار حضرات کا مجمع تھا، حالاتِ حاضرہ پر گفتگو ہوتی رہی، ان کے حسنِ اخلاق اور بے تکلف برتاؤ کا دل پر بہت اثر ہوا۔ الحمدللہ! ہندو پاک کے اہلِ علم میں اپنے بزرگوں کی تربیت کا جو اثر ہے، وہ نمایاں طور پر ہر جگہ دیکھا جاسکتا ہے، اس پُرلطف مجلس سے ہم لوگ ساڑھے ۱۰ر بجے فاروق بھائی کے گھر پر آگئے اور آرام کیا۔

جمعرات ۹ر فروری: صبح فجر کی نماز ادا کی، ناشتہ کیا اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد ساڑھے نو بجے شہر میں گئے ''مول امارات'' اور ''مول ابن بطوطہ'' دیکھنے گئے۔ یہ دونوں مول دُبئی کے مشہور اور بہت ہی بڑے مول ہیں، کینیڈا اور امریکہ کے مول کی برابری کرتے ہیں اور خوبصورتی میں وہاں سے بڑھ کر ہیں۔ میرے ایسے ضعیف آدمی کے لیے اس کو مکمل دیکھنا مشکل تھا؛ اس لیے کچھ حصے دیکھ کر یہاں کے مشہور جدید ہوٹل ''بُرج العرب'' کو باہر سے دیکھ کر واپس آگئے۔

ظہر بعد عزیزم افضل امین سلمہٗ - جو لیسٹر میں تعلیم حاصل کرتے تھے اور وہاں ان سے ملاقات بھی ہوئی تھی - کی پُرخلوص دعوت پر ان کے دولت کدے پر حاضر ہوئے۔ ان کے والد ''ویراول'' گجرات کے ہیں اور نیک طبیعت انسان ہیں، بہت اکرام سے ملے۔ کھانے سے فارغ ہوکر آرام کیا، مغرب کی نماز شیخ حمدان بن راشد کی مسجد میں ادا کی۔ مسجد کے امام حلب (سوریا) کے باشندے ہیں، ملاقات اور گفتگو ہوئی تو معلوم ہوا کہ انہوں نے علومِ قرآن میں دکتورہ کیا ہے، نوجوان اور شریف الطبع عالم ہیں۔

شیخ طٰہٰ سے ملاقات:

ان سے ملاقات کے بعد ہم لوگ ''سیٹی سینٹرل مول'' گئے، ضروری اشیا خریدی گئیں؛ یہ مول نسبتاً قیمتوں میں اچھا معلوم ہوا۔ عشا کی نماز پھر اسی مسجد میں ادا کی؛ اس لیے کہ یہ مسجد مول کے بالکل قریب جدید مسجد ہے۔ امام صاحب نے نماز کے بعد ہاتھ پکڑا اور محبت سے اپنی قیام گاہ جو مسجد سے ملحق ہے لے گئے۔ امام صاحب کا اسم گرامی شیخ طٰہٰ محمد ہے، ان کے کتب خانے میں علمِ تفسیر کی بعض نئی کتابیں نظر آئیں، قلتِ وقت کے سبب ہم ان کو تفصیل سے نہ دیکھ سکے۔ انہوں نے عربی چائے سے تواضع کی، شیخ سے معلوم ہوا کہ دبئی میں ''مرکز البحوث'' ہے جو بہت سی کتابیں شائع کرتا ہے اور اس کے مدیر ذی علم شخص ہیں۔ افسوس کہ دوسرے دن جمعہ کی تعطیل کے سبب نہ مرکز دیکھ سکے اور نہ اس کے مدیر سے ملاقات ہوسکی۔ شیخ طٰہٰ کے کمرے سے نکل کر ہم بھائی ساجد کے آفس پر گئے، انہوں نے ایک ہندوستانی ہوٹل میں شام کی دعوت کی تھی۔ یہ ہوٹل پلازہ میں ہے اور ہندوستانی کھانوں کے لیے مشہور ہے، سنا ہے کہ تعطیل کے ایام میں کافی انتظار کے بعد جگہ ملتی ہے۔ ساجد صاحب نے پہلے سے جگہ بُک کروادی تھی؛ اس لیے ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی، کھانا واقعی عمدہ اور لذیذ تھا۔ **فجزاہ اللّٰہ خیراً!**

جمعہ ۱۰ر فروری: صبح کی نماز ''جامع بورسعید'' میں ادا کی، یہ بھی خوبصورت مسجد ہے۔ ناشتے کے بعد آرام کیا اور غسل سے فارغ ہوئے۔ جمعہ کی نماز ''مسجد احمد الغُرَیر'' میں ادا کی، جمعہ سے قبل محترم حکیم اختر صاحب مدظلہٗ کے خلیفہ ڈاکٹر محمود

صاحب نے نصف گھنٹہ اردو میں پُرسوز بیان فرمایا ۔

جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں ، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

خطبہ قاری یعقوب صاحب نے دیا،نماز سے فارغ ہوکر بھائی فاروق منگیرا کے ساتھ مکان پر آئے اور کھانا کھایا۔

حرم پاک کا خطبہ:

ہم گھر پہنچے تو فاروق بھائی نے حرم شریف (مكة المكرمة زادها الله شرفًا) کا خطبہ سنایا، شیخ عبدالرحمٰن السدیس حفظہ اللہ کا یہ پُرجوش خطبہ سن کر طبیعت بہت متاثر ہوئی۔ یورپ میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس (فداه أبي و أمي) کے خلاف جو بدترین خباثت ہورہی ہے،اسی سے متاثر ہوکر شیخ خطبہ دے رہے تھے۔کاش کہ ۲۰؍فروری کا یہ خطبہ کوئی مکہ معظّمہ سے بھیج دے؛ تاکہ یہاں بھی لوگ سن سکیں،کھانے کے بعد تھوڑا آرام کیا اور ۴؍بجے کے بعد باہر نکلے۔

بُرج العرب کی دید:

ہمارے عزیز محمد بن ابوبکر پٹیل مقیم لوساکا،زامبیا کا اصرار تھا کہ ہم اس ہوٹل کو ضرور دیکھیں، وہاں وزیٹروں (ملاقاتیوں) کو داخلے کی اجازت نہیں؛مگر محمد سلمہٗ اکثر دبئی آتے ہیں،اس ہوٹل میں بھی رہتے ہیں،اس لیے منیجر کو فون کرکے ہوٹل کی سیر کرانے کی اجازت لی تھی،یہ فنِ تعمیر کا عجیب نمونہ ہے۔

دریا کے کنارے بہت بڑا ہوٹل ہے،۱۵۰۰-۲۰۰۰ اور تین ہزار ڈالر یومیہ کمروں کا کرایہ ہے۔ یورپ، جاپان، ملیشیا اور ممالکِ عربیہ کے مالدار سیاح آتے ہیں،اور خوب خوب دادِ عیش دیتے ہیں۔افسوس تو اس کا ہوا کہ جن صاحب نے اس کا نقشہ تیار کیا تھا،سنا ہے کہ وہ کٹّر عیسائی تھا؛اس لیے اس انداز سے عمارت کا نقشہ بنایا کہ دریا کی سمت سے دور سے دیکھیں تو پورا ہوٹل بڑی صلیب معلوم ہوتا ہے۔

فإلى الله المشتكى!

دریا کے کنارے کرسیوں کا طویل سلسلہ ہے،جس پر نیم عریاں جسموں کے ساتھ سیاح غسلِ آفتاب یعنی ’’سن باتھ‘‘ لے رہے تھے۔ہوٹل سے ہم جلدی ہی باہر آگئے،اس کے بعد ساحلِ حمیرا پر سے گزرے۔یہ ساحل بمبئی کی چوپاٹی کی طرح ہے جس میں مرد،عورتیں، بچے تفریح کرنے اور چہل قدمی کے لیے آتے ہیں۔حمیرا کا علاقہ جدید ہے،اہلِ ثروت کے بنگلے ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔

مسجدِ راشد میں:

مغرب کی نماز ’’حمیرا‘‘ کی مشہور مسجد ’’مسجدِ راشد‘‘ میں ادا کی۔یہ مسجد فاطمی دور کے فنِ تعمیر کے طرز پر بنائی گئی ہے اور سیاح کثرت سے اس کو دیکھنے آتے ہیں۔ دروازے پر سیاحوں کے لیے ہدایات لکھی ہوئی ہیں: سیاحوں کو بغیر اجازت اور رہبر کے اندر داخل ہونا منع ہے،عورتوں کو ساتر لباس پہننا ضروری ہے۔وغیرہ!

سوقِ نائف میں:

مغرب کے بعد دبئی کے مشہور بازار ’’سوقِ نائف‘‘ آئے اور عزیزم مولوی اسماعیل سلمہٗ نے کچھ چیزیں خریدیں۔یہ بازار دہلی جامع مسجد کے ’’مینابازار‘‘ جیسا

ہی ہے، اکثر پاکستانی یا افغانستانی تاجر نظر آئے۔ عورتوں کے کپڑے کھلونے وغیرہ فروخت ہوتے ہیں؛ میرا جی گھبرانے لگا اور جلدی باہر آ گیا۔ ''سوقِ نائف'' سے نکل کر ہم سیدھے ''مسجدِ احمد الغریر'' آئے؛ اس لیے کہ آج محترم قاری یعقوب صاحب نے عشا کے بعد کھانے پر مدعو کیا تھا، عشا کی نماز ادا کر کے ناچیز نے نصف گھنٹہ خطاب کیا۔ قاری صاحب نے جمعہ میں اعلان کر دیا تھا؛ اس لیے پاک و ہند کے کافی مصلی حضرات موجود تھے۔ تقریر کے بعد ہمارے علاقے کے تین چار نوجوان مصافحہ کے لیے آئے، ان میں سے حکیم محمد مہتہؒ کے فرزند بھی تھے اور بھی اطراف کے نوجوان تھے، وہ لوگ میری آمد کی اطلاع نہ ہونے پر افسوس کا اظہار کر رہے تھے۔

بیان سے فارغ ہو کر قاری یعقوب صاحب کے کمرے پر پہنچے، تو وہاں علما اور تجار کی بڑی تعداد موجود تھی۔ افغانستان کے مفتی صاحب جن کی علمی استعداد بہت پختہ ہے اور فقہِ حنفی پر گہری نظر رکھتے ہیں، ان سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ ان کے علاوہ بھٹکل، بہار، یوپی کے علما تھے جو ندوہ اور دیوبند کے فضلا تھے۔ قاری عبدالحمید صاحب ندوی مدظلہٗ بھی شریک ہوئے، قاری صاحب نے ان علما سے تعارف کے لیے ہی اتنی بڑی دعوت کی تھی۔ اور معلوم ہوا کہ قاری صاحب اکثر اہلِ علم کے اکرام میں اس طرح وسیع دسترخوان رکھتے ہیں۔ **فله الأجر من اللّٰه!** اس مجلس میں کراچی سے تشریف لائے ہوئے محترم ومکرم حکیم اختر صاحب زید مجدہٗ (۱) کے بعض خلفاء بھی تھے، انہوں نے حکیم صاحب مدظلہ کی بعض جدید تالیفات پیش فرما کر ممنون کیا۔

(۱) اب رحمہ اللہ ہو گئے۔

بہر حال علما وفضلا کی اس علمی مجلس سے گیارہ بجے تک مستفید ہوتے رہے، اور پھر آرام کیا۔ آج فجر ''مسجدِ فُطَیم'' میں ادا کی، شامی امام صاحب کی پُرسوز قرأۃ سے طبیعت متاثر ہوئی۔ گھر آئے ناشتے سے فارغ ہو کر سامان ٹھیک کیا، گیارہ بجے ایئرپورٹ کے لیے نکلے اور ڈیڑھ بجے کی فلائٹ سے پرواز کر کے شام کو بمبئی پہنچ گئے۔ اتوار کو علی الصبح بذریعۂ کار کاپودرا کے لیے روانہ ہوئے، ساڑھے گیارہ بجے بخیر وعافیت گھر پہنچ گئے۔ **فللّٰه الحمد والشكر و بنعمته تتم الصالحات!**

ایک ہفتے کے سفر میں کسی ملک کے صحیح حالات سے واقفیت مشکل ہے۔ بہر حال ایک زائر کے اولین تاثرات ذکر کیے گئے ہیں۔ **واللّٰه أعلم بحقيقة الأحوال!** یہاں کے مشہور اخبار ''الخلیج'' میں بین الاقوامی خبریں کم نظر آئیں، ویسے دوکانوں میں مصر وشام، لُبنان وغیرہ کے اخبارات فروخت ہوتے ہیں؛ مگر ان کو خریدنے اور مطالعہ کا موقع نہیں ہوا۔ الاہرام، الاخبار، الاتحاد، البیان وغیرہ روزنامے اور بہت سے ماہنامے فروخت ہوتے ہیں۔

عزیزم مولوی اسماعیل سلمہٗ کی رفاقت سے سفر میں بہت آرام اور سہولت رہی۔ عزیزم فاروق صاحب نے میزبانی کا حق ادا کر دیا اور بھی اصحاب نے محبت کا برتاؤ کیا۔ **فجزاهم اللّٰه جميعا أحسن الجزاء!**

امریکہ میں چندروز

امریکہ کی ریاست کیلی فورنیا (California) کے صدر مقام سکرامنٹو (Sakramonto) میں چار سال قبل ایک دینی درسگاہ کی بنیاد ڈالی گئی تھی، جس کا نام ''دارالعلوم سکرامنٹو'' رکھا گیا۔ اس درسگاہ میں ''دارالعلوم فلاحِ دارین'' ترکیسر کے دو فضلا عزیزم مولوی حافظ سعید احمد فلاحی سلمہٗ اور مولوی حافظ فرید بیگ فلاحی تدریس ونظامت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ یہ درسگاہ ابھی ابتدائی درجے میں ہے، اور ''شعبۂ تحفیظ القرآن'' میں ۳۵؍طلبہ داخل ہوئے ہیں۔ ہر سال کچھ طلبہ حفظ کی تکمیل کرتے ہیں۔ چناں چہ امسال بھی دوخوش نصیب طالب علموں نے حفظ مکمل کرلیا، اور حسبِ معمول اختتامِ سال سالانہ جلسے کی تاریخ طے ہوئی؛ تاکہ دارالعلوم کے کوائف عامۃ المسلمین کے سامنے پیش کئے جائیں اور حفظ کی تکمیل کرنے والوں کو دستار بندی کرکے سندِ حفظ دی جائے۔

امسال اس تقریبِ سعید میں شرکت کرنے اور برادرانِ اسلام سے دینی باتیں کرنے کی غرض سے اس ناچیز کو دعوت ملی تھی۔ ایک دینی درسگاہ میں حاضر ہونے اور تکمیلِ حفظ کی مجلس میں شرکت کو بندے نے باعثِ خیر وبرکت سمجھ کر دعوت قبول کرلی۔ اور ناظمِ دارالعلوم مولوی سعید صاحب نے ٹکٹ بھیج دیا۔

۷؍جولائی ۲۰۰۱ء کو جلسے کی تاریخ کا اعلان ہو چکا تھا، اس لیے بندے کو ۵؍جولائی ۲۰۰۱ء بروز جمعرات شام ٹورنٹو سے روانہ ہونا تھا؛ تاکہ ۶؍تاریخ کو آرام اور جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر ہفتہ کو جلسے کی کارروائی شروع ہوسکے۔

امریکن ویسٹ ایئر لائن سے مجھے سفر کرنا تھا۔ چار بج کر ۴۳؍منٹ پر روانگی کا وقت تھا؛ مگر ہوائی جہاز کی روانگی میں تاخیر ہوگئی۔ مولوی محمد سلیم چوہان فلاحی سلمہٗ اور عزیزم محمد قاسم سلمہٗ ضروری کارروائی کرکے رخصت ہوگئے، اور بندہ ایمیگریشن جانچ کے بعد انتظار کے کمرے میں بیٹھ گیا۔

انگریزی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے تنہا سفر میں پریشانی ہوتی ہے۔ اتفاق سے ایک مسافر پر نظر پڑی، چہرے سے معلوم ہورہا تھا کہ برصغیر کے باشندے ہیں۔ قریب جاکر دریافت کیا، تو معلوم ہوا کہ جالندھر کے رہنے والے ہیں اور ہندی زبان جانتے ہیں، ان سے بات چیت ہوتی رہی۔

ہمارا جہاز ٹورنٹو سے روانہ ہوکر پہلے Phoenix کے مطار پر اترنے والا تھا، اور وہاں سے دوسرے جہاز سے سکرامنٹو پہنچنا تھا؛ مگر ٹورنٹو سے تاخیر سے روانگی کی وجہ سے دوسری فلائٹ چھوٹ جانے کا اندیشہ تھا، اس لیے مولوی سعید صاحب سلمہٗ کو اس کی اطلاع کردی گئی، رات میں جالندھری صاحب خیر وعافیت پوچھتے رہے۔

مولوی سعید صاحب نے ''فنیکس'' میں اپنے بعض احباب کو کئی فون کئے اور ان سے درخواست کی کہ ہوائی اڈہ پہنچ کر میری مدد کریں۔ چناں چہ جب ہوائی جہاز سے باہر نکلے تو بالکل سامنے ایک مولوی صاحب پر نظر پڑی جو چیئر والے کو لے کر میرا

انتظار کر رہے تھے۔ بہت محبت اور اکرام سے ملے اور چیئر میں بیٹھا کر اس دروازے تک لے گئے جہاں سے دوسرے ہوائی جہاز میں سفر کرنا تھا۔

امریکہ میں چھوٹے ہوائی اڈے بھی ہمارے ملک کے مقابل کافی بڑے ہوتے ہیں، اس لیے اجنبی آدمی کے لیے اور خاص طور پر زبان سے ناواقف شخص کے لیے الجھن کا باعث بن جاتے ہیں، مگر مولوی صاحب کی تشریف آوری نے سارا مسئلہ آسان کر دیا۔

مولوی حنیف سیدات افریقی صاحب:

یہ استقبال کرنے والے مولوی محمد حنیف سیدات اصلاً گجراتی ہیں، مگر ان کے والدین ساؤتھ افریقہ کے شہر بینونی میں مقیم ہیں۔ انہوں نے گجرات جا کر ڈابھیل اور جوگواڑ کے دارالعلوم میں علم حاصل کیا، پچھلے چھ ماہ سے امریکہ کے شہر فنیکس میں امامت اور تعلیم کے کام میں مشغول ہیں۔ مسجد نور 55N.Mattokk st. میں رہتے ہیں، بہت شریف الطبع اور خدمت گزار معلوم ہوئے۔ ابھی ہم ان سے مل کر آگے جا رہے تھے کہ ایک اور متشرع سفید پوش شخص نظر آئے، ان سے ملاقات ہوئی تو بغل گیر ہوئے۔ معلوم ہوا کہ ان کا اسمِ گرامی ڈاکٹر محمد ندیم صاحب ہے اور شہر کے اچھے ڈاکٹروں میں شمار ہے۔ دعوت کے کام میں بڑے منہمک ہیں، ڈاکٹر ہیں؛ مگر شکل صورت سے مدرسے کے فارغ نظر آتے ہیں۔

محترم ڈاکٹر صاحب اپنے ساتھ کھانا، پلیٹیں اور جائے نماز بھی لے کر آئے تھے، ان کی مسجد میں گشت کا دن تھا؛ اس لیے چاہتے تھے کہ واپس ہو جائیں۔ ہمارے جہاز میں دو گھنٹہ باقی تھا، اس لیے شہر میں جا سکتے تھے؛ مگر بندے نے ہوائی اڈہ پر

ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا۔ ڈاکٹر صاحب نے مولوی محمد حنیف صاحب کو ساری چیزیں سپرد کر دیں اور معذرت کر کے واپس ہوئے۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی دینی دعوت کا اثر:

ڈاکٹر صاحب کی آمد اور محبت بھری ملاقات اور ان کی میزبانی کی زحمت اور پھر دینی کام کی فکر دیکھ کر دل بہت متاثر ہوا، اور حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور دیگر اکابرین کے لیے دل سے دعائیں نکلتی رہیں، کہ اگر ہمارے ان بزرگوں کی محنت نہ ہوتی تو کسی اجنبی ڈاکٹر کا اس طرح شہر سے ہوائی اڈہ آنا اور اس طرح خدمت کرنا ناممکن تھا۔ خصوصاً امریکہ کے ماحول میں جہاں پانچ پانچ منٹ کا حساب لگایا جاتا ہے، یہ قربانی دینی محنت کا ہی اثر تھا۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر عطا فرماوے اور ہمارے اکابرین کی قبروں کو نور سے بھر دے۔ آمین!

ڈاکٹر صاحب کی واپسی کے بعد عصر ادا کی گئی اور مولوی محمد حنیف صاحب کے ہمراہ کھانا کھایا اور یہاں کے حالات پر گفتگو ہوتی رہی؛ حتیٰ کہ ۹:۴۶ ر بجے فلائٹ نمبر ۳۷۷ سے سکرامنٹو کے لیے روانہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مولوی محمد حنیف صاحب کو اس طویل رفاقت پر بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین!

سکرامنٹو کے اڈے پر:

رات بارہ بجے کے بعد سکرامنٹو اترے۔ یہاں امریکہ میں ایک سہولت یہ ہے کہ بالکل اندر تک استقبال کرنے والے اور الوداع کرنے والوں کو آنے کی اجازت ہے، اس میں مسافر کو بہت سہولت ہوتی ہے۔ مولوی سعید صاحب فلاحی

سلمہٗ ، مولوی فرید صاحب فلاحی سلمہٗ ، مولوی قاری فرید شبلی صاحب سلمہٗ ، مولوی معراج صاحب فلاحی اور مولوی یوسف بھولا صاحب منتظر تھے(۱)۔عرصے کے بعد اپنے طلبا سے مل کر دل خوش ہوا، اور سفر کا تعب کم ہوگیا۔

نیچے اترے اور سامان کا انتظار کرنے لگے۔ الحمدللہ! تقریباً ایک بجے ''دارالعلوم سکرامنٹو'' پہنچ گئے، مولوی سعید صاحب فلاحی دارالعلوم ہی کے احاطے میں مقیم ہیں، چند کمروں پر مشتمل ایک مکان میں مولوی سعید صاحب کے ہمراہ قاری شبلی صاحب بھی رہتے ہیں۔تاخیر سے شام کا کھانا کھایا اور لیٹ گئے۔

جمعہ ۶/جولائی ۲۰۰۱ء: آج صبح ۴:۳۰ بجے اٹھے اور فجر کی نماز دارالعلوم کی مسجد میں ادا کی۔ قاری شبلی صاحب نے جو بنگلہ دیش کے باشندے ہیں اور اچھے قاری ہیں، صبح کی نماز پڑھائی، تجوید کے ساتھ قرآن مجید سننے سے طبیعت بہت خوش ہوتی ہے۔نماز کے بعد دارالعلوم کے احاطے میں چہل قدمی کی، اچھے وسیع قطعۂ زمین پر مدرسے کی عمارت ہے، اگر اربابِ انتظام پوری توجہ کریں تو بہترین درسگاہ اور دارالاقامہ بن سکتا ہے۔موسم بھی بڑا خوشگوار تھا، میدان میں مختلف رنگوں کے خرگوش دوڑتے ہوئے نظر آئے، معلوم ہوا کہ مولوی سعید صاحب کے پروردہ ہیں۔

(۱) قاری یوسف صاحب بھولا کفلیتوی: فاضل جامعہ ڈابھیل، جماعتِ تبلیغ کے سرگرم رکن، مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک، خوش مزاج وخوش اخلاق۔امریکہ جاکر ایک معیاری ادارہ قائم کیا، سیکڑوں سیاہ فام آپ کے دستِ بابرکت پر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔آپ کی مساعیٔ جمیلہ سے متعدد مساجد ومکاتب وجود میں آئے۔حق تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرماکر مزید خدمات کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین!

مولوی سعید صاحب کے اہل وعَیال ہندوستان میں ہیں؛ اس لیے ایسے معصوم خوبصورت جانور پال کر تنہائی کی تلافی کرتے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے!

آج جمعہ ہے، مشورہ یہ ہوا کہ قریب کے شہر لوڈے (Lodi) میں جمعہ کی نماز ادا کی جائے۔اس بستی میں پٹھانوں کی آبادی کافی ہے، کچھ عرب حضرات بھی رہتے ہیں، جمعہ کے دن مسجد تقریباً نمازیوں سے بھر جاتی ہے۔ پاکستان کے خالد صاحب امامت کرتے ہیں، خالد صاحب عربی اور انگریزی جانتے ہیں، کالج میں اسلامیات کے استاذ رہ چکے ہیں۔کسی مدرسے سے فراغت نہیں ہے؛ مگر آدمی بااخلاق اور ملنسار ہیں، نماز سے قبل ۲۰/منٹ دینی بات کی اور بہت سے مسلمانوں سے ملاقات ہوئی۔

اس مسجد میں پہلے مولوی قاری یوسف بھولا کفلیتوی صاحب امامت کرتے تھے، جو فاضل جامعہ ڈابھیل اور اچھے قاری بھی ہیں، بہت مخلص اور اپنے اساتذہ اور اکابرین کا دل سے اکرام کرنے والے عالم ہیں۔۱۹۹۲ء میں بندے کا امریکہ کا سفر ہوا تھا، اس وقت بھی مولانا موصوف نے اس مسجد میں پروگرام رکھا تھا اور بستی کے ذمہ داروں کو بندے کے ہمراہ دعوت پر بلایا تھا۔اب اس وقت مولانا ''اسٹوک ٹن'' کی مسجد میں امام ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو صحت وعافیت کے ساتھ دینی کاموں میں مشغول رکھے۔

غیروں کی عیاری:

نمازِ جمعہ سے فارغ ہوکر باہر نکلے تو دیکھا کہ مسجد کے بالکل مقابل نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا ایک کلب کھول دیا گیا ہے، جس میں نوجوان لڑکے لڑکیاں آکر

کھیلتے ہیں۔اس طرح وہ ہماری نوجوان نسل کو راہِ حق سے دور لے جانے کا سامان کرتے ہیں؛ تاکہ مسجد کی آبادی کم ہو جائے اور یہ نسل امریکی کلچر میں اپنے آپ کو ڈھال دے۔اس کلب کی وجہ سے مسلمان بچے اور بچیوں پر بہت غلط اثر ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ امت کے نونہالوں کی حفاظت فرماوے۔آمین!

خطبہ اور نماز سے فارغ ہوکر پھر دارالعلوم پہنچ گئے، دوپہر کا کھانا کھایا اور آرام کیا،اس طرح رات کی بیداری کی تلافی ہوگئی۔مولوی یوسف بھولا صاحب اور مولوی سعید صاحب اردو، گجراتی رسائل اور ماہنامے پاک وہند سے منگواتے ہیں۔ رسالہ البلاغ کراچی،الفاروق کراچی،دارالعلوم (دیوبند)،الحق (اکوڑہ کھٹک) وغیرہ کئی رسائل نظر سے گزرے۔وطن سے دور ایسے مفید علمی رسائل کا مطالعہ بہت ہی مفید ثابت ہوتا ہے،ان رسائل اور مقالات کے ذریعے اپنے اکابرین سے تعلق قائم رہتا ہے اور فراغت کا وقت علمی استفادے میں گزرجاتا ہے۔

ہفتہ ۷/ جولائی ۲۰۰۱ء: حسبِ معمول صبح ۴/ بجے اٹھے اور فجر کی نماز دارالعلوم کی مسجد میں ادا کی۔نماز کے بعد مختصر مجلس رہی، پھر تھوڑی دیر آرام کیا۔۸:۳۰ بجے عزیزم مولوی فرید فلاحی سلمہٗ ناشتہ لائے،مولوی فرید صاحب مع اہل وعیال مقیم ہیں؛ اس لیے ازراہِ محبت کھانا اور ناشتہ کا انتظام برابر کرتے رہے۔امریکہ آئے ہوئے ابھی سال بھر ہوا ہے،اس سے قبل چند سال ساؤتھ افریقہ میں دینی خدمت انجام دیتے رہے؛اس لیے ان کے گھر والے گجراتی افریقی کھانے خوش اسلوبی سے تیار کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین بدلہ عطا فرمائے!

آج دارالعلوم کا سالانہ جلسہ ہے،جس کے اشتہارات اور پروگرام شہر اور اطراف کی مسجدوں میں لگائے گئے تھے۔طلبا کے والدین، رشتہ دار اور دینی مزاج رکھنے والے مسلمانوں کی اچھی تعداد اپنی اپنی کاروں میں آنے لگی۔میرے ماموں جان الحاج غلام حسین پٹیل صاحب (باجی پٹیل) مع اپنے تینوں داماد اور بہنوں کے تشریف لائے،جو قریب کے شہر ''اسٹوک ٹن'' میں مقیم ہیں؛ان سب رشتے داروں سے ملاقات کرکے بہت خوشی ہوئی۔

ظہر کی نماز کے بعد کارروائی شروع ہوئی، جلسے کی کارروائی کی نظامت مولوی فرید بیگ فلاحی سلمہٗ سنبھالے ہوئے تھے۔دارالعلوم کے چند بچوں نے تلاوتِ قرآن پاک سے جلسے کا آغاز کیا۔الحمد للہ! طلبا صحتِ مخارج سے تلاوت کررہے تھے،امریکہ میں پیدا ہونے والوں بچوں کا اس طرح تجوید کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا اساتذہ کی محنت ہی کا نتیجہ تھا۔مولوی فرید صاحب اردو،انگریزی میں تمہیدی کلمات بہت اچھے انداز سے فرماتے جاتے اور طلبا کو تقریر، مکالمہ کی دعوت دیتے، ہر طالب علم کے عنوان پر کچھ نہ کچھ اردو اشعار بھی پیش کرتے۔حاضرین نے طلبا کی تقریریں، مکالمات بہت دلچسپی کے ساتھ سنے اور بہت پسندیدگی کا اظہار کیا۔

امریکہ کے ماحول میں ایسے جلسوں کا انعقاد بہت ہی مفید اور پاک وہند کے مدارس کے جلسوں کی یاد تازہ کرنے والے تھے۔

طلبا کے پروگرام کے اختتام پر مدرسے کی مختصر روئداد پیش کی گئی،اوراس کے بعد اس ناچیز نے علم کی اہمیت اور مدارسِ دینیہ کی ضرورت پر ایک گھنٹہ گفتگو کی، جس کا

انگریزی ترجمہ بھی ہوتا رہا۔اخیر میں مولانا احمد علی بن مولانا آدم مانکپوری مدظلہٗ فاضل ''دارالعلوم بری'' نے قیمتی نصائح اورارشادات سے سامعین کومحظوظ کیا۔

مولانا احمد علی صاحب مدظلہ کینڈا کے شہر ''وین کوور'' سے تشریف لائے تھے، جہاں آپ ایک دینی ادارہ قائم کئے ہوئے ہیں۔الحمدللہ! مغرب سے قبل خیروخوبی کے ساتھ جلسے کا اختتام ہوا۔

مولانا محمد عادل صاحب بن مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہٗ، مولانا یوسف بھولا صاحب، مولانا معراج صاحب ودیگر اصحابِ خیر اور شرکائے جلسہ کو بعد مغرب کھانا کھلایا گیا؛ عشا کے بعد تھوڑی دیر مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیالات ہوتے رہے، پھر آرام کیا۔

بندہ بستر پر لیٹے لیٹے ہمارے اکابرین کی بصیرت اور دینی معاملات میں ان کے سوز وگداز کے بارے میں غور کرتا رہا کہ ان کی مخلصانہ محنت اور پُراثر دعاؤں کا اثر یہ ہوا ہے، کہ آج امریکہ میں اور یورپ کے دیگر مختلف ممالک میں مدارس کا جال پھیلتا جارہا ہے۔جس اسلام کو ختم کرنے اور اس کو مٹانے پر ہندوستان میں محنت ہوئی تھی، وہی اسلام اور اس کی تعلیمات انہی کے ملکوں میں مضبوطی سے پیر جمارہا ہے، اور آج مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد ان مدارس میں اپنے بچوں کو بھیج رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ پوری امت کی طرف سے ہمارے اکابرین کو اجرِ عظیم عطا فرماوے اور ان کی قبروں کو نور سے بھردے۔

۸؍جولائی اتوار: آج صبح کی نماز کے بعد مختصر مجلس رہی، پھر ناشتہ سے فارغ ہوئے۔مولوی معراج بن مولانا غلام محمد ڈیسائی ترکیسری فلاحی فالسوم (Falsom) نامی شہر میں درجۂ حفظ کے مدرس اور مسجد کے امام ہیں۔ان کی دعوت پر مولوی سعید صاحب، مولوی فرید صاحب اور مولوی یوسف کفلیتوی صاحب کے ہمراہ روانہ ہوئے۔مولوی معراج صاحب نے اپنے شہر کے چند حضرات کو بھی مدعو کر رکھا تھا، ان کے ہمراہ کھانا کھایا، مسجد اور مدرسے کا معائنہ کیا۔ظہر کے بعد آرام کر کے مدرسے کے لیے خریدی گئی نئی زمین دیکھنے گئے، وہاں سب نے مل کر دعا کی۔اللہ تعالیٰ اس مقام کو علوم اسلامیہ کا مرکز بناوے اور دین کے داعی تیار ہوتے رہیں۔ **وما ذلک علی اللہ بعزیز!** بعض تفریحی مقامات کا چکر لگا کر اسٹوکٹن (Stokton) کے لیے روانہ ہوئے۔

محترم مولوی یوسف صاحب کفلیتوی فاضل ''جامعہ ڈابھیل'' بڑے مخلص اور دین کی فکر رکھنے والے عالم ہیں۔ان کی مسجد میں مغرب کے بعد مختصر بیان ہوا اور مولانا کے مکان پر شام کی دعوت ہوئی۔مولانا نے ازراہِ کرم اور اہلِ تعلق کو مدعو کر رکھا تھا، جس میں میرے محترم ماموں جان، باجی پٹیل صاحب اور ان کے تینوں داماد–جو ڈاکٹر ہیں–شامل تھے۔پُرلطف کھانے اور پُرلطف جملوں سے محظوظ ہوکر اور عشا ادا کر کے ماموں جان کے ہمراہ ڈاکٹر موسیٰ صاحب کے گھر آگئے، رات کا قیام یہیں طے ہوا تھا۔ڈاکٹر موسیٰ صاحب کا مکان ایک مصنوعی جھیل کے کنارے پر ہے، بہت خوش منظر جگہ ہے۔رات بہت پر ہمشیرہ رابعہ اور ماموں جان کے ساتھ بات چیت ہوتی رہی۔

۹؍جولائی پیر: آج اسٹوک ٹن میں قیام رہا، ناشتے کے بعد بعض تجارتی مراکز گئے اور چند ضروری اشیا خریدیں۔

۱۰؍جولائی منگل: آج ''زیتونہ انسٹی ٹیوٹ'' جانے اور مشہور امریکی داعی حمزہ یوسف کی ملاقات کا پروگرام طے ہوا تھا۔ چناں چہ مولوی سعید صاحب وقتِ مقررہ پر مولوی فرید احمد صاحب کے ہمراہ اسٹوک ٹن تشریف لائے اور ماموں جان کے ساتھ ہم ''زیتونہ انسٹی ٹیوٹ'' تقریباً ۱۲؍ بجے پہنچ گئے۔

حمزہ یوسف اصلاً امریکی ہیں اور جدید الاسلام ہیں۔ اسلام لانے کے بعد باقاعدہ عربی زبان کی تعلیم ''موریتانیہ'' جاکر حاصل کی؛ نیز دینی معلومات بھی حاصل کرتے رہے۔ اسلامی دعوت کے لیے مختلف مقامات پر ان کے محاضرات ہوتے ہیں جو کیسیٹوں کے ذریعہ امریکہ کے مختلف شہروں میں فروخت ہوتے ہیں اور بہت مقبول ہورہے ہیں۔

انٹرنیٹ کے ذریعے دوسرے ملکوں کے مسلم نوجوان بھی مستفید ہوتے ہیں۔ ہر سال موسم گرما میں جب کالج اور یونی ورسٹیوں میں تعطیل ہوتی ہے، طلبا اور طالبات کے کیمپ چلاتے ہیں، جہاں امریکہ اور دیگر ملکوں کے طلبا آکر دینی محاضرات ودیگر پروگرام میں شرکت کرتے ہیں۔

امسال انہوں نے ''جامعہ عبدالعزیز جدہ'' کے استاذ اور معروف موریتانی عالم شیخ عبداللہ البیّاع حفظہ اللہ کو فقہ پر محاضرے کے لیے مدعو کیا ہوا ہے۔ شیخ موصوف 'مجمع الفقه الإسلامي العالمي' کے رکن اور ذی استعداد عالم ہیں، مالکی المذہب

ہیں، چہرے سے تقویٰ اور دینداری کے آثار نمایاں تھے۔ ہم جب پہنچے شیخ کا محاضرہ ہو رہا تھا، شیخ عربی میں تقریر فرماتے تھے اور حمزہ یوسف انگریزی میں ترجمہ کرتے تھے۔ ۳۰ یا ۳۵؍ طلبہ اور شاید اتنی ہی تعداد طالبات کی تھی جو ایک بڑے کمرے میں جمع تھے۔ طلبہ اور طالبات کے درمیان آڑ کردی گئی تھی۔ طلبا نوٹ بک میں محاضرے کے اہم نکات نوٹ کرتے تھے۔ شیخ سے سوالات بھی ہوتے تھے، شیخ اطمینان و احتیاط سے جواب دے رہے تھے۔ عرب علما بہت سے مسائل میں پاک و ہند کے علما کے مقابل توسع کا رجحان رکھتے ہیں، شیخ کی تقریر میں بھی یہ بات نظر آرہی تھی۔

محاضرہ ظہر تک ہوتا رہا، پھر ظہر کی نماز باجماعت اسی کمرے میں ادا کی گئی۔ نماز سے فارغ ہوکر حمزہ یوسف اور شیخ عبداللہ بیّاع حفظہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ طلبا مختلف خیموں میں کھانا کھانے جمع ہوگئے۔ ہم بھی شیخ کے ہمراہ ایک خیمے میں داخل ہوئے جہاں فرش پر دسترخوان بچھا تھا، سب نے شیخ کے ہمراہ کھانا کھایا اور مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔

ناچیز نے سعودی عرب میں علمائے احناف اور ہندوستانی اکابر علما -خصوصاً علمائے دیوبند کے خلاف جو کتابیں شائع ہورہی ہیں- کے بارے میں ان کی رائے معلوم کی، تو فرمانے لگے ہم لوگ اس تشدد کو بالکل غلط سمجھتے ہیں اور اس پر نکیر کرتے ہیں۔

شیخ عبداللہ البیّاع کے علاوہ شام کے مشہور عالم شیخ رمضان البوطی کے فرزند ڈاکٹر توفیق سعید رمضان البوطی بھی تشریف لائے ہوئے تھے ان سے بھی ملاقات ہوئی، علمائے ہند و پاک کی کتابوں سے استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ مولانا ظفر احمد

تھانوی رحمہ اللہ کی ''اِعلاء السنن'' کے بعض مقامات پر ان کو اشکال تھا، بندے نے عرض کیا کہ آپ ان سوالات کو حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہٗ کے پاس لکھ کر بھیج دیں۔ شیخ بیّاع حفظہ اللہ مسائل میں فقہا کے اقوال نقل کرتے تھے، یہ نوجوان اس میں اپنی سہولت کے مطابق قول کو اختیار کرلیں گے۔ چوں کہ شیخ اور حمزہ یوسف دونوں مالکی مذہب کے پیرو ہیں؛ اس لیے امام مالکؒ کے اقوال کو وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔ بہت سے نوجوان جو حنفی یا شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں مالکی مذہب کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔

جب ہمارے بعض دوستوں نے اس کا ذکر کیا تو ناچیز نے عرض کیا کہ ہمارے علما اگر اس طرح بہترین انگریزی میں دعوتی کام کریں اور کیمپ قائم کریں، تو پھر اس طرح کا رجحان پیدا نہیں ہوگا؛ مگر ہم لوگ ایسے میدانوں میں آتے نہیں تو پھر شکوہ کی گنجائش نہیں۔

بندے کے نزدیک فسق و فجور اور الحاد و بے دینی کے ماحول میں اس طرح کے جو لوگ کام کر رہے ہیں اس کو سراہنا چاہیے، اور ان سے ربط رکھ کر ممکنہ اصلاح کی سعی ہونی چاہیے۔ منفی طرزِ فکر سے نقصان ہی کا اندیشہ ہے۔ واللہ اعلم!

جب طلبا و طالبات کھانے سے فارغ ہوگئے تو ان کو پانچ سات بسوں اور کاروں میں ''سان فرانسسکو'' لے جایا گیا، وہاں فلکیات کی کسی رصدگاہ میں ان کو جانا تھا۔ اس طرح علمی محاضرے کے ساتھ خارجی معلومات بھی دی جارہی تھیں؛ تاکہ طلبا اِن کیمپوں میں تنگ نہ ہوجائیں۔

بہر حال ہمارے علما کو دعوتی کام کے لیے ایسے علما تیار کرنا ضروری ہے جو بہترین انگریزی کے ساتھ مغربی نوجوانوں کی نفسیات سے واقف ہوں۔ امریکہ میں کام کا بہت وسیع میدان ہے۔

ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں تھا ورنہ دو تین روز رہ کر ''زیتونہ انسٹی ٹیوٹ'' کی کارکردگی کا مطالعہ کرتے۔ بہر حال شیخ سے دعا کی درخواست کرکے اور حمزہ یوسف صاحب کو ساؤتھ افریقہ کے سفر کی دعوت دے کر روانہ ہوگئے۔ رات ''اسٹوک ٹن'' میں آرام کیا۔

لیک ٹاہو کی سیر:

۱۱؍جولائی ۲۰۰۱ء بروز بدھ لیک ٹاہو جانے کا پروگرام تھا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق مولوی سعید صاحب سلمہٗ تشریف لائے اور مولوی یوسف بھولا صاحب، مولوی فرید بیگ فلاحی صاحب سلمہٗ اور مولوی معراج ڈیسائی فلاحی صاحب سلمہٗ کے ساتھ لیک ٹاہو کی سیر کے لیے گئے۔ پانی کی بہت بڑی جھیل ہے اور راستہ بھی درختوں اور اونچے پہاڑوں کے بیچ سے گزرتا ہے۔ دوسری جگہ کی نسبت یہاں موسم بھی سرد تھا۔ یہاں پہنچ کر ظہر کی نماز ادا کی گئی اور کھانا گرم کرکے سب نے مل کر ظہرانہ کا حق ادا کیا۔ مولوی فرید بیگ صاحب اور مولوی سعید صاحب نے کئی قسم کے کھانے تیار کئے تھے، لیک کے کنارے باغ میں کھانا کھایا۔ بہت سے لوگ بوٹ کرایہ پر لے کر پانی میں دور تک جاتے ہیں، بعض ہیلی کوپٹر سے سیر کرتے ہیں؛ مگر ہم لوگوں نے کنارے پر بیٹھ کر لطف اٹھایا۔

مغربی ملکوں میں حکومتیں ہر علاقے میں تفریح گاہیں بناتی ہیں اور وہاں ہر طرح کا انتظام کرتی ہیں، بیت الخلاء کا نظم ہوتا ہے، کچرہ اور کوڑا کرکٹ کے لیے جگہ متعین ہے؛ اس لیے ہر جگہ ماحول صاف ستھرا رہتا ہے، ہر تفریح گاہ میں بچوں کے کھیلنے کے سامان موجود ہیں، اور وہ بھی اچھی حالت میں ہوتے ہیں۔

ہمارے ملکوں میں بہت سی اچھی جگہیں ہیں، جن کو تفریح گاہ بنایا جاسکتا ہے، مگر حکومتیں متوجہ نہیں اور نہ لوگ سلیقہ مندی سے رہنے کے عادی ہیں؛ اس لیے دریا کے کناروں، باغوں، پارکوں میں بھی صفائی کا اہتمام نہیں ہوتا۔ مگر اب آہستہ آہستہ تبدیلی آرہی ہے، لیک ٹاہو سے واپسی میں ہم Niwada اور Rinu کے راستہ سے واپس ہوئے۔ ان شہروں میں قمار بازی کے بڑے بڑے اڈے ہیں، شراب اور جوا عام ہے، لوگ دور دور سے اسی مقصد سے اِس طرف آتے ہیں۔ اور افسوسناک بات یہ ہے کہ ان کلبوں، ہوٹلوں اور کازینوں میں کام کرنے والے مسلمان لڑکے اور لڑکیاں ہیں۔ ع قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

مادیت کا رجحان جب انسانوں میں عام ہوجاتا ہے تو پھر ایمان واخلاق اور اپنی تہذیب وثقافت کے کوئی معنی نہیں رہتے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ نفس پرستی ایٹم بم سے زیادہ خطرناک ہے۔ (**عبادة النفس أدهى و أمر من القنبلة الذرية**) اللہ تعالیٰ امت کی حفاظت فرماوے۔

Nevda پہاڑی علاقہ ہے، اس لیے یہاں گرمی کا احساس زیادہ رہا۔ شام کو فرحت کے ساتھ Stokton پہنچ گئے، شام کا کھانا سب رشتے داروں کے ساتھ کھایا، عشا پڑھ کر آرام کیا۔

اہم تبلیغی اجتماع:

۱۲؍جولائی ۲۰۰۱ء جمعرات: ریاست کیلی فورنیا میں ''سن ہوزے'' بھی مشہور شہر ہے۔ وہاں سہ روزہ تبلیغی جوڑ تھا، ہمیں بھی اس مبارک مجلس میں شرکت کرنی تھی۔ پروگرام یہ طے ہوا کہ پہلے جناب عثمان پٹیل صاحب کے مکان پر سامان رکھ دیا جائے، پھر اجتماع گاہ دیکھی جائے۔ جناب عثمان پٹیل گجرات کے باشندے ہیں؛ مگر عرصے سے امریکہ میں تجارت کرتے ہیں، دیندار اور دعوتی کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دین اور دنیا دونوں میں حصۂ وافر عطا فرمایا ہے۔ دوسال قبل ٹورنٹو اجتماع میں تشریف لائے تھے، اس وقت سے برابر دعوت پیش کر رہے تھے؛ اس لیے ان کے گھر قیام کا طے کرلیا، کہ اجتماع گاہ سے ۲۵؍منٹ کی دوری پر ایک بلند پہاڑی پر ان کا مکان ہے، اور ہر طرح کے شور وشر سے یکسو ہے۔ ان کے گھر پہنچے، ان کے بچوں نے استقبال کیا اور ہم نے چائے وغیرہ سے فارغ ہوکر شہر میں جانے کی تیاری کی۔

آج مغرب بعد مولوی محمد طاہر بن مولوی محمد انور پٹیل ترکیسری جو ''فلاحِ دارین'' کے فاضل ہیں، اور ماشاء اللہ تجوید وقرأت کے ساتھ دینی کتابوں کے مطالعے کے بھی شائق ہیں۔ یہاں کی مسجد میں امام وخطیب اور مدرس ہیں، ان کی مسجد میں گئے اور مختصر بیان ہوا۔ اتفاق سے ان کے والد مولوی محمد انور پٹیل بھی لندن سے تشریف لائے ہوئے تھے، ان کے بھائی مولوی محمد الیاس اور دیگر چند معزز حضرات سے بھی ملاقات ہوئی اور ہم لوگ جناب عثمان پٹیل صاحب کے مکان پر واپس آگئے۔

۱۳/ ۷/ ۲۰۰۱ء جمعہ: صبح کی نماز عثمان بھائی کے گھر پر جماعت کے ساتھ

پڑھی، پھر آرام کیا، ناشتے کے بعد سب رفقا غسل سے فارغ ہوئے۔ ہمارے ساتھ ماموں جان باجی پٹیل، مولوی سعید پٹیل صاحب، جناب شمیم احمد صاحب دہلوی جو ٹورنٹو سے اجتماع میں شرکت کے لیے تشریف لائے تھے، اور عزیزم قاسم سلمہٗ بھی یہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ جمعہ کی نماز اجتماع گاہ میں ادا کرنی تھی، اس لیے وقت سے پہلے پہنچ گئے۔

مجمع آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا، کافی وسیع ہال میں تقریباً تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ جمعہ پڑھنے کا موقع ملا۔ امریکہ جیسے ملکوں میں دینداروں کا اتنا بڑا مجمع دیکھ کر دل مسرت سے لبریز ہو رہا تھا۔ اس دینی محنت نے کتنے انسانوں کی زندگی تبدیل کر دی، اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ہر طرف سفید کرتوں میں اور بہت سوں کے سروں پر عمامے، پھر ان میں عرب بھی، عجم بھی، ہندو پاک کے علاوہ بنگلہ دیش، ایران، افغانستان، صومالیہ اور امریکی مسلمان بھی نظر آ رہے تھے۔ سب ایک دوسرے کے ساتھ کندھے سے کندھا ملائے اپنے رب کے حضور کھڑے تھے۔ مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہٗ (۱) نے عربی میں بہترین خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔ اجتماع گاہ میں بہت سے علما فضلا اور دعوتی کارکنوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔

---

(۱) مولانا احمد لاٹ صاحب ندوی دامت برکاتہم (ولادت: ۲۴؍ستمبر ۱۹۴۱ء): فاضل ''ندوۃ العلما''، لکھنؤ، مُجاز حضرت مفکرِ اسلامؒ، عالمگیر شہرت یافتہ داعئ اسلام، مشہور خطیب، لسان التبلیغ اور مرکز نظام الدین کے یکے از ذمہ داران۔ صوبۂ گجرات کا مردم خیز قصبہ ''کاوی'' کو موصوف کی جائے ولادت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی دینی فکروں نے عرب و عجم کو سیراب کیا۔ سیکڑوں علما آپ کے درِ دولت سے تربیت پا کر میدانِ دعوت و تبلیغ کے شہسوار بن کر نکلے۔ خدا تعالیٰ باعافیت عمر دراز عطا فرمائے، اور آپ کا فیض جاری و ساری رہے۔ آمین!

اس اجتماع میں شرکت کے لیے یو کے (برطانیہ) سے جناب حافظ پٹیل صاحب مع اپنے رفقا اور فرزند مولوی عبد الرحمٰن صاحب تشریف لائے ہوئے تھے، ان کی قیام گاہ پر جا کر ملاقات کی۔ مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہٗ کے پاس بھی تھوڑی دیر حاضر ہو کر خیر و عافیت دریافت کی۔ مولانا مدظلہٗ آج کل گھٹنوں کی تکلیف سے پریشان ہیں؛ مگر پھر بھی طویل طویل سفر فرماتے ہیں اور اپنے پُر اثر بیانوں سے دعوتی کام میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مدتِ دراز تک ان کا سایہ قائم رکھے اور ان کے فیض کو عام و تام فرماوے۔

جمعہ بعد قیام گاہ آئے اور کھانا کھا کر آرام کیا۔ اس اجتماع میں شرکت کے لیے کئی شہروں کے ائمہ اور علما بھی تشریف لائے تھے۔ مفتی نوال الرحمٰن حیدرآبادی مدظلہٗ، بنگلہ دیش کے مفتی صاحب، نیز مولوی ہارون امریکی فلاحی، مولوی ظلال الرحمٰن فلاحی، مولوی روشن علی فلاحی سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ جن طلبا نے ''فلاحِ دارین'' میں رہ کر تعلیم حاصل کی تھی، اُن کو اِن دور دراز علاقے میں دینی کاموں میں مشغول دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ اِن سب علما و فضلا کی خدمات کو قبولیت عطا فرماوے، اور آخرت میں ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

یہ روح پرور اجتماع تین روز تک جاری رہا، اردو تقریروں کا عربی، انگریزی ترجمہ کا بہت اچھا نظام رکھا گیا تھا؛ دیگر انتظامات بھی اچھے تھے۔

البتہ ایک بات یہ دیکھنے میں آئی کہ پہلے ایسے اجتماعات میں اصل امریکی بلالی مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد شرکت کرتی تھی؛ مگر اب ان کی شرکت کم ہوتی

جارہی ہے۔ بعض دوستوں سے اس کی وجہ معلوم کی تو معلوم ہوا کہ ان حضرات کو ہمارے ہندوپاک کے کارکنوں سے شکایت ہے کہ ان کو اجتماعات میں زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ اگر یہ بات صحیح ہو تو اس کا تدارک کرنا چاہئے، ان سے بھی بیانات کروانے چاہیے؛ تاکہ ان کا یہ احساس ختم ہو جائے، اور اگر کوئی اور وجہ ہے تو اس پر بھی غور کر کے اصلاح کی سعی کرنی چاہیے۔ **والأمر بید اللّٰہ!**

ان سہ روزہ قیام میں جناب عثمان پٹیل صاحب نے ہماری ہر طرح خاطر تواضع کی، اور ان کے بچوں نے بھی دل سے خدمت کی۔ ہمارا قافلہ ناچیز کے علاوہ ماموں جان، جناب فاروق بسر صاحب - جو بمبئی سے تشریف لائے تھے - مولوی سعید پٹیل صاحب، جناب برادر شمیم احمد صاحب اور عزیزم قاسم سلمہٗ پر مشتمل تھا؛ مگر سب کو بہت آرام پہنچا، اور سب نے عثمان بھائی اور ان کے نیک دل گھر والوں کے لیے دعائیں کیں۔ **فجزاہ اللہ عنا أحسن الجزاء!**

۱۵ر جولائی اتوار کو ظہر سے پہلے دعا ہوئی اور اور ظہر کی نماز کے بعد فوراً ہم لوگ اسٹوک ٹن کے لیے روانہ ہو گئے۔ دو گھنٹے کا سفر کر کے ہم اسٹوک ٹن پہنچ گئے، اور ڈاکٹر عباس صاحب کے بنگلے پر شام کی دعوت میں شریک ہوئے۔ ہمارے ماموں جان کے تین داماد اسٹوک ٹن میں مقیم ہیں: (۱) ڈاکٹر عبدالرشید قاضی صاحب، ان کو عربی زبان سیکھنے کا بھی بہت شوق ہے، فرنچ اور بعض دوسری زبانوں سے بھی دلچسپی ہے۔ ان کے ایک صاحب زادے ڈاکٹر مسعود ماہرِ دندان ہیں، ایک حافظِ قرآن ہیں، اور چھوٹے نبیل سلمہٗ ابھی اسکول میں ہیں۔ (۲) دوسرے داماد ڈاکٹر موسیٰ

لُوْنَت ہیں جو امراضِ اطفال کے ماہر ہیں، پُر لطف آدمی ہیں۔ (۳) تیسرے ڈاکٹر عباس صاحب ہیں جو امراضِ قلب کے ماہر ہیں۔ ماشاء اللہ! تینوں ڈاکٹر اور ہماری بہنیں نماز و تلاوت کے پابند اور دینی کتابوں کے مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر مسعود سلمہٗ اچھے انگریزی کے مضمون نگار بھی ہیں۔ ان سب نے بہت محبت و خلوص کے ساتھ ہماری مہمانی کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرماوے اور دینی استقامت نصیب کرے۔ آمین!

۱۶ر جولائی ۲۰۱۰ء بروز پیر: صبح کی نماز اور ناشتے سے فراغت کے بعد لاس انجلس (L.A) کے سفر کی تیاری کی۔ ''لاس انجلس'' ریاست کیلی فورنیا کا بڑا اور مشہور شہر ہے، مسلمانوں کی بھی اچھی خاصی تعداد اس شہر میں مقیم ہے۔ عزیزم مولوی سعید احمد پٹیل سلمہٗ اور مولوی فرید بیگ فلاحی سلمہٗ حسبِ پروگرام گاڑی لے کر تیار تھے، صبح ۱۰ر بجے روانہ ہوئے۔ ہماری پہلی منزل Santa Barbra (سانتا باربرا) تھی، جو L.A. کے مُضافات میں بہت خوبصورت اور پُر فضا ساحلی شہر ہے۔ سیاح اور امرا اس علاقے میں کثرت سے آتے ہیں۔ ہرے بھرے گھنے درخت، پہاڑ، نیز دوسری طرف ٹھاٹھیں مارتا سَمُنْدر نظر آتا ہے۔ اس شہر میں مولوی عبدالرحمٰن بن مولوی یوسف صاحب لندنی ایک مسجد میں امام و خطیب اور دعوت کا کام کرتے ہیں۔ مولوی عبدالرحمٰن سلمہٗ کے والد مولوی یوسف صاحب ضلع بلساڑ کے باشندے ہیں، اور ''فلاحِ دارین ترکیسر'' کے محنتی اور ذہین فضلا میں ہیں؛ لندن میں مقیم ہیں۔ مولوی عبدالرحمٰن نے بھی ایک سال ''فلاحِ دارین'' میں عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر

'دارالعلوم بری' بولٹن سے تکمیل فرمائی۔ جنوبی افریقہ بھی رہے اور شام میں بھی کچھ مدت قیام کر کے عربی زبان سیکھی۔ ذہین اور مطالعہ کا ذوق رکھنے والے نوجوان عالم ہیں۔

ہم تقریباً ۳:۳۰ ربجے ان کے مکان پہنچ گئے۔ طویل سفر سے تھکن ہو گئی تھی، چائے بسکٹ سے تواضع فرمائی، اور ان کے چار سالہ چھوٹے لڑکے کی دلچسپ باتوں سے محظوظ ہوتے رہے۔

مولوی عبدالرحمٰن سلمہٗ کے کمرے میں بعض نئی اور بہت مفید کتابیں – جو حلب اور بیروت سے شائع ہوئی ہیں–نظر سے گزریں اور بہت خوشی محسوس کی۔ کاش کہ ہمارے ہندوستان کے علما بھی لندن اور افریقہ کے سفر کے ساتھ قاہرہ، دمشق اور بیروت کا سفر بھی کرتے رہیں: کہ ایسی مفید کتابوں سے واقف ہوں، اور ہمارے مدارس کے کتب خانے بھی ان جدید مطبوعات سے مالا مال ہوں۔

عصر کی نماز پڑھی اور اُس کے بعد سَمُندر کے کنارے چلے گئے، وہاں باربا کیو کا پروگرام تھا۔ صاف ستھرا ماحول اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں نے لطف دوبالا کر دیا۔ مغرب کے بعد مسجد میں مختصر بیان کیا، مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا۔ کچھ عرب نوجوانوں سے ملاقات کی اور عشا سے فارغ ہو کر گھر آئے۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہٗ کو تصنیف و تالیف کا بھی شوق ہے۔ فقہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں انگریزی میں ایک کتاب لکھی ہے۔ یہاں Islamic society of santa barbara کی طرف سے Al-Quran نامی مختصر انگریزی ماہنامہ بھی شائع کرتے ہیں۔

۱۷ر جولائی ۲۰۱۰ء: آج صبح ناشتے سے فارغ ہو کر ایک عرب نوجوان برادر مُصعَبْ کے ساتھ شہر کے مختلف علاقوں کو دیکھنے کا پروگرام تھا۔ برادر مُصعَبْ یہاں ٹیکسی چلاتے ہیں، ہمیں بہت اکرام اور محبت سے شہر کے عمدہ اور خوبصورت علاقے دکھلاتے رہے اور لطائف بھی سناتے رہے۔ بہت زندہ دل نوجوان معلوم ہوئے، عام نوجوانوں کے مقابل ان میں دین کی محبت بھی زیادہ تھی۔ انہوں نے وہ علاقے بھی دکھلائے جہاں عبدالعزیز بن فہد بن عبدالعزیز اور دیگر عرب امرا کے مکانات ہیں، شاہِ ایران کی بعض اولاد بھی اسی علاقے میں قیام پذیر ہے، اور سامانِ عبرت بنی ہوئی ہے۔

شہر کے ایک میوزیم کے قریب بھی گئے، وقت کی قلت کے سبب اندر تو داخل نہ ہو سکے؛ مگر باہر ایک بہت ہی بڑی وہیل مچھلی کے ڈھانچے کو غور سے دیکھا۔ بعض احادیث میں صحابہ نے ایسی بڑی مچھلی کا ذکر کیا ہے، اس کی حقیقت سمجھ میں آئی۔ مولوی فرید بیگ صاحب نے انگریزی میں لکھی ہوئی کچھ معلومات نوٹ کیں اور ہم لوگ یہاں کی معروف یونی ورسٹی Dewedsan Library میں داخل ہوتے وقت' وقت کی قلت کے سبب تفصیلی معلومات حاصل نہ کر سکے۔ اس لیے کہ اب لائبریری میں ایک چھوٹی سی سی ڈی پر سب تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں، استقبالیہ میں ہم کو بھی وہ سی ڈی دی گئی کہ بیٹھ کر پوری تفصیلات دیکھ لیں۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں تھا؛ اس لیے عمارت کے مختلف حصوں کو دیکھ کر واپس آ گئے۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے گھر پر دوپہر کا کھانا کھایا، مختلف مسائل پر بات چیت ہوتی رہی۔ ظہر ادا کی اور دو بجے L.A. کے لیے روانہ ہوئے۔ شام ۳ر بجے شہر کی جدید اور معروف مسجد میں جس کو خادم الحرمین شاہ فہد بن عبدالعزیز

حفظہٗ اللہ نے ساڑھے آٹھ ملین ڈالر کے خرچ سے تعمیر کی ہے، دو رکعت ادا کی۔ مسجد بہت خوبصورت ہے، شہر کے اس علاقے میں ہے جہاں قومِ یہود کی آبادی زیادہ ہے۔ مسجد کے ساتھ ایک عمدہ کتب خانہ بھی ہے، جس میں تفسیر و حدیث، عقائد اور دیگر فنون کی بہترین کتابیں رکھی ہوئی ہیں۔

البتہ ایک بات بہت تعجب انگیز نظر آئی کہ مسجد کے لیے ڈونیشن کی اپیل آویزاں دیکھی، جس مسجد کی تعمیر پر ساڑے آٹھ ملین ڈالر خرچ کیا گیا، اس کے اخراجات کے لیے چندہ کی اپیل کرنا پڑے، یہ افسوس ناک بات ہے۔ اس مسجد کے لیے ائمہ بھی ''سعودیہ'' سے آتے ہیں۔ اس وقت ایک نوجوان عالم امام ہیں، سنا ہے کہ قرآن مجید بہت عمدہ پڑھتے ہیں۔

مسجد سے دوگانہ ادا کر کے مولوی عبداللہ جناح افریقی سلمہٗ کے مکان پر آ گئے۔ مولوی عبداللہ صاحب ہمارے دوست اور فاضل جناب مولانا عباس علی جناح (جنوبی افریقہ) کے فرزند ہیں۔ ذہین اور فعّال عالم ہیں، چند سالوں سے اس مسجد میں امامت کرتے ہیں جو شہر کا تبلیغی مرکز ہے۔ امامت کے ساتھ بچوں اور بچیوں کی تعلیم کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں۔ بہت اخلاص اور محبت سے استقبال کیا اور ہر طرح راحت پہنچائی۔ مغرب کے بعد مختصر بیان ہوا، مولانا عبداللہ صاحب نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا۔ شام کا کھانا کھایا اور عشا کے بعد جناب منیر بھائی جو احمد آباد کے باشندے ہیں اور عرصہ سے لاس انجلس میں مقیم ہیں، اپنی گاڑی میں ساحلِ سمندر سیر کے لیے لے گئے۔ تھوڑی دیر ساحل پر رہ کر واپس آئے اور آرام کیا۔ یہاں لاس انجلس میں بہت سے ساحلی مقامات سیر و تفریح کے لیے مشہور ہیں؛ مگر ہم لوگوں کے

لیے بعض اوقات ہی وہاں جانا مناسب ہوتا ہے۔ دیگر اوقات میں عریانیت اور فحش مناظر کا وہ طوفان ہوتا ہے کہ شریف انسانوں کے لیے اس کا دیکھنا مشکل ہوتا ہے۔ رات دس بجے کے بعد صرف چند مچھلی پکڑنے والے شوقین نوجوان نظر آتے ہیں۔

۱۸؍جولائی ۲۰۰۱ء بروز بدھ: صبح فجر پڑھ کر تھوڑی دیر آرام کیا، پھر ناشتے سے فارغ ہوئے۔ اس کے بعد ڈاکٹر مزمل صدیقی صاحب ندوی سے ملاقات کا وقت طے ہوا تھا؛ اس لیے جلدی روانہ ہوگئے۔ ڈاکٹر صاحب فاضلِ ندوہ ہیں اور پی ایچ ڈی بھی کر چکے ہیں، امریکہ کی ایک بڑی اسلامی تنظیم کے صدر بھی ہیں۔ امریکہ اور بیرونِ امریکہ مختلف کانفرنسوں میں دعوتی خطاب کے لیے مدعو کئے جاتے ہیں۔ یہاں L.A. میں Orange کے علاقے میں ایک اچھا اسلامی سینٹر قائم کئے ہوئے ہیں۔ اس اسلامی مرکز کے ماتحت ہمہ وقتی اور جز وقتی مسلم اسکول بھی جاری ہیں۔ ہم ساڑھے نو بجے کے بعد مرکز پہنچ گئے اور اسکول، لائبریری وغیرہ عمارتوں کا معائنہ کرتے رہے۔

شاید ڈاکٹر صاحب کے ذہن سے نکل گیا تھا کہ ہم نے ان سے آج دس بجے ملاقات کا وقت طے کیا تھا؛ چناں چہ ہم انتظار کرتے رہے۔ ساڑھے دس بجے فون سے رابطہ قائم ہوا تو ان کو یاد آیا اور تھوڑی دیر کے بعد دفتر میں تشریف لائے۔ ہم نے اُن سے اِس سینٹر کے بارے میں معلومات حاصل کیں، انہوں نے جو کام ہو رہے ہیں اُن کی مختصر روئداد بیان کی؛ نیز ایک مطبوعہ رسالہ The Orange Crescent پیش کیا۔ یہ رسالہ The magazine of the islamaic society of orange county کا ترجمان ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے جمعہ کے خطبے بھی چھپ کر تقسیم ہوتے ہیں۔ایک خطبہ کی نقل بندے نے دیکھی جو Islam and human relations کے عنوان پر تھا۔ڈاکٹر صاحب سے ہم نے امریکہ اور دیگر مغربی ممالک میں جگہ جگہ کھولے جانے والے مدارسِ اسلامیہ کے بارے میں بھی عرض کیا، کہ بہتر ہے کوئی ایسا جامع نصاب تیار ہو سکے جو یہاں کے ماحول اور ضروریات اور مغربی ممالک کے بچوں کی نفسیات کے پیشِ نظر ہو، انہوں نے فرمایا کہ ہم اس سلسلے میں کوشش کر رہے ہیں۔ دوسری اہم بات یہ عرض کی کہ امریکہ میں بہت سے نوجوان لڑکے لڑکیاں اسلام قبول کرتی ہیں؛ مگر پھران کی تربیت کا کوئی مستقل نظام نہیں ہے، اگر آپ کے اس مرکز میں ایسا نظام ہو کہ نومسلموں کو چند سال رکھ کر اسلامی تعلیم و تربیت مل سکے تو زیادہ مفید ہوگا۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ایسا مستقل نظام تو نہیں ہے؛ مگر ہم وقتاً فوقتاً تربیتی پروگرام رکھتے ہیں، آئندہ مستقل ادارے کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔

اسی مرکز میں اب ایک شاندار اور وسیع مسجد بھی تعمیر ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ہمیں اس کی تفصیلات بتائیں۔ الحمدللہ! کافی وسیع اور ہر طرح کی سہولتوں کا خیال رکھ کر مسجد تعمیر ہو رہی ہے، اور خرچ بھی بہت مناسب ہو رہا ہے۔ ’’جامع ملک فہد بن عبدالعزیز‘‘ پر ساڑھے آٹھ ملین خرچ ہوئے اور وہ مسجد اتنی وسیع بھی نہیں، اور یہاں چار پانچ ملین کا اندازہ ہے۔

امریکہ کی سوسائٹی میں مختلف الخیال اور مختلف الفکر مسلمان رہتے ہیں۔ عربی، ایرانی، ہندی، پاکستانی، افغانی، صومالی اور سوڈانی وغیرہ کئی ملکوں اور کئی زبانوں کے جاننے والے مسلمانوں کو ایک ساتھ رکھ کر چلنا بہت دشوار مرحلہ ہے۔ چاند کا

مسئلہ ہو یا ذبیحہ کا، یا اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح کا، خیالات میں کافی اختلاف ہے۔ یہاں کے جلسوں اور اجتماعات میں عورتیں شامل ہوتی ہیں، سُوالات کے لیے بھی کھڑی ہوتی ہیں، جمعہ میں بھی ہر مسجد میں ان کے لیے جگہ ہونا ضروری ہے۔ ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا استعمال بھی دعوتی کاموں کے لیے ضروری ہو گیا ہے، ہمارے بعض پرہیزگار علما اس سے دور رہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے بارے میں بھی چند علما سے معلوم ہوا کہ مسائل میں تساہل برتتے ہیں۔ امریکہ جیسی سوسائٹی میں یہ باتیں لازمی ہیں۔ انشاءاللہ ہر ایک شخص کو اس کی نیت اور اخلاص کے مطابق اجر ملے گا۔

مغربی معاشرہ جس تیزی سے اخلاقی گراوٹ اور مذہب بیزاری کی طرف جا رہا ہے، وہاں فروعات میں زیادہ بحث کے بجائے ان کے اصل ایمان کی فکر زیادہ ضروری ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے چائے سے تواضع کر کے ۱۱:۳۰ بجے ہمیں رخصت کیا۔ اس کے بعد ہم بھائی عبدالخالق صاحب ترکیسری سے ملاقات کے لیے گئے، جو ترکیسر میں ہمارے پڑوسی اور مولانا ابوبکر ترکیسری مدظلہٗ (۱) کے بڑے بھائی ہیں۔ کئی سالوں

(۱) مولانا ابوبکر سعید صاحب ڈیسائیؒ: فخرِ ترکیسر، عالمِ ربانی، فاضل ’’دارالعلوم ندوۃ العلما و دارالعلوم دیوبند‘‘، سابق استاذِ فقہ و ادب ’’دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر‘‘، وجیہ شخصیت کے حامل بزرگ، کم گو و گہری فکر سے متصف، مولانا عبدالحق صاحب بانی ’’دارالعلوم بولٹن‘‘ کے برادرِ اصغر۔ حضرت اقدس مولانا قمرالزماں صاحب دام ظلہٗ سے بیعت و سلوک کا تعلق تھا۔ اردو، عربی اور انگریزی پر کامل دستگاہ حاصل تھی۔ ’’لندن‘‘ کے بڑے بڑے اداروں میں تدریس کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۲۸؍جنوری ۲۰۰۵ء، بروز جمعہ، بعد نمازِ مغرب یہ مسافرِ آخرت وطنِ اصلی کی طرف چل بسا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً!

کے بعد ان سے ملاقات ہوئی، خوشی سے ملے۔ اس کے بعد ہم مولانا صادق مہتر صاحب کی مسجد میں ظہر کے لیے گئے اور ان سے ملاقات کی۔ مولانا صادق مہتر جنوبی افریقہ سے یہاں منتقل ہوئے ہیں، بہت صالح اور متقی عالم ہیں۔ مولانا مسیح اللہ رحمہ اللہ کے مسترشدین میں سے ہیں، ان کا خاندان بھی ترکیسر کے مشہور ولی حضرت موسیٰ جی مہتر رحمہ اللہ (۱) سے تعلق رکھتا ہے۔ نماز کے بعد ان کے دفتر میں مختصر مجلس رہی اور ہم رخصت ہوئے۔

حافظ اسلم پٹیل کی دعوت

آج دوپہر کا کھانا سورت کے مرحوم ہاشم پٹیل صاحب کے نیک فرزند حافظ اسلم پٹیل صاحب کے گھر طے ہوا تھا۔ حافظ اسلم بہت صالح نوجوان ہیں، مرکز پر لینے آ گئے تھے۔ ان کے گھر پہنچ کر ہم نے گجراتی کھانا کھایا اور بہت مسرت محسوس کی۔ کھانے سے فارغ ہوکر ہم بازار کی طرف گئے۔ بعض علاقوں میں عربوں کی دکانیں ہیں، وہاں ''بیت الحکمت'' نامی ایک عربی کتابوں کا تجارتی مکتبہ دیکھا۔ شام ومصر کی بہت اچھی اچھی کتابیں فروخت کر رہے تھے، دینی کتابوں کے علاوہ ادبی، سیاسی

(۱) شیخ موسیٰ جی مہترؒ: مشہور نقشبندی بزرگ، صاحبِ کراماتِ کثیرہ، مجاز حضرت نظام الدین باجوڑوی نقشبندی ترکیسریؒ۔ آپ کی ولادت تقریباً ۱۲۵۴ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم صرف پندرہ پارے ناظرہ تک ہوئی؛ مگر اردو بے تکلف پڑھتے پڑھاتے تھے۔ قرآن مجید ایسا یاد تھا کہ حفاظ کو لقمہ دیتے۔ بڑے مجاہدے اور ریاضتوں کے بعد اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ بیسیوں خرقِ عادات آپ سے ظاہر ہوئیں؛ جن میں سے کچھ ''کراماتِ موسویہ'' تالیف مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ ۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ، شب سہ شنبہ کو عالمِ جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ مشہور فقیہ حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب رحمہ اللہ آپ کے خلیفہ وجانشین ہوئے۔

کتابیں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ ناچیز نے **''معجم الأخطاء الشائعة''** اور **''معجم الأغلاط اللغوية المعاصرة''** خریدیں۔ دونوں کتابوں میں عربی صحافت، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور خطباء کی زبان پر جو غلط الفاظ مستعمل ہوتے ہیں یا غلط تعبیرات کی جاتی ہیں، تحقیق سے ان کی غلطی واضح کی گئی ہے۔ عربی زبان کے شائقین کے لیے بہت مفید کتابیں ہیں۔ کاش کہ ہمارے علما جو امریکہ میں مقیم ہیں، ان جدید کتابوں سے استفادہ کریں۔

محترم قاضی فضل اللہ صاحب مدظلہٗ سے ملاقات

یہاں L.A. میں پاکستان کے معروف فاضل عالم، پاکستانی اسمبلی کے سابق رکن اور مفسرِ قرآن جناب مولانا قاضی فضل اللہ صاحب مدظلہٗ بھی مقیم ہیں۔ مولوی سعید صاحب فلاحی سلمہٗ اور دیگر دوستوں سے ان کی بہت تعریف سنی تھی، پھر اجتماع میں ملاقات بھی ہوئی؛ اس لیے ان کی مسجد میں حاضری کا اشتیاق تھا۔ قاضی صاحب بہت مہمان نواز اور علمائے دیوبند کے بے حد قدردان ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور ان کے گھر والوں سے عشق ہے، اور بہت ذی علم اور باغ وبہار شخصیت ہیں۔ ٹیلی فون سے رابطہ ہوا تھا، اگلے روز بھی انہوں نے دعوت دی تھی؛ مگر ہم مجبوریوں کے سبب پہنچ نہیں سکے۔ اتفاق سے آج بھی ایسی ہی کوئی صورت پیش آ رہی تھی کہ ہم ان سے معذرت کریں؛ مگر قاضی صاحب نے مزاحاً فون پر دھمکی دی کہ یا تو پٹھان کی روٹی کھاؤ یا گولی، ہم نے فوراً دعوت قبول کر کے گولی کے بجائے روٹی کو اختیار کیا۔

قاضی صاحب کا درسِ تفسیر

مغرب سے پہلے ہم قاضی صاحب کی خوبصورت مسجد پہنچ گئے تھے۔ قبل مغرب تھوڑی دیر دفتر میں ملاقات رہی، اس کے بعد نمازِ مغرب ادا کی گئی۔ درس سے قبل قاضی صاحب نے بندے کو چند منٹ تقریر کا حکم دیا، جس کی تعمیل کی گئی۔ مولانا عبداللہ جناح صاحب نے انگریزی ترجمہ کیا، اس کے بعد درس شروع ہوا۔ سورۃ الضحیٰ کا درس چل رہا تھا۔ قاضی صاحب کبھی اردو، کبھی عربی اور کبھی انگریزی میں تفسیری نکات بیان فرمارہے تھے۔ سامعین میں کچھ عربی دان تھے، بقیہ انگریزی تعلیم یافتہ۔ مجھے اندازہ نہ ہوسکا کہ یہ لوگ محترم قاضی صاحب کے تفسیری نکات اور ائمۂ تفسیر کے مختلف اقوال کو ٹھیک سمجھ رہے ہیں یا نہیں؟ بہرحال شرکائے مجلس بہت ذوق وشوق سے درس سماعت کررہے تھے۔

بندے کے دل میں آیا کہ اس قسم کا درس تو مدرسوں کے فوقانی درجے کے طلبا کے سامنے ہونا چاہیے تو زیادہ نافع ہوگا۔ سنا ہے کہ ۲۵/اکتوبر کو ترجمۂ قرآن کے ختم کی مجلس ہے جس میں ان شرکاء کو سند بھی دی جائے گی۔ خدا کرے اس کے کوئی غلط نتائج نہ نکلیں! بعض مرتبہ اسلاف کی کتابوں پر گہری نظر نہ ہونے کے سبب انگریزی تعلیم یافتہ حضرات غلط مفاہیم کے لیے دلائل تلاش کرلیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرماوے! ہم نے محترم قاضی صاحب کو ہندوستان کے مدارس کی زیارت کی دعوت پیش کی۔ عشا کے بعد قاضی صاحب اپنے دولت کدے پر لے گئے اور بہترین پُرتکلف کھانا کھلایا؛ خصوصاً اپنے گھر کے یارڈ (باڑا) کی سبزیوں اور مختلف اقسام کی ترکاریوں سے شکم سیر ہوئے۔ **فجزاھم اللہ أحسن الجزاء!**

آتش فشاں کے ملک ''ری یونین'' میں

بندہ ۵/نومبر کو حجازِ مقدس سے ہندوستان واپس ہوا تھا، ۷/نومبر کو مجھے رِی یونین کا سفر کرنا تھا۔ یہ سفر رِی یونین کی مسجد ''نورالاسلام'' کے صدر اور اراکین کی دعوت پر طے ہوا تھا۔ جزیرۂ رِی یونین بحرِ ہند میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جو موریشش اور مڈگاسکر کے درمیان میں ہے۔ موریشش سے ہوائی جہاز میں نصف گھنٹے میں وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ فرانسیسیوں نے بحرِ ہند میں اپنے فوجی مقاصد کے لیے اس کو اپنے قبضے میں رکھا ہوا ہے۔ اور فرانسیسی حکومت یہاں کے لوگوں پر خوب خوب روپیہ خرچ کرتی ہے۔ اس کا مرکزی شہر سینٹ ڈینیس (Saint Denis) ہے۔ صبح سے نکل کر شام تک پورے جزیرے کی سیر ہوسکتی ہے۔ یہ سَمُندر کے بیچ خوبصورت جزیرہ ہے۔ اس میں عمدہ سڑکیں، بجلی، پانی اور علاج ومُعالجہ کی بہترین سہولتیں ہیں۔ یہاں کی خاص پیداوار تو صرف گنا ہے، بقیہ اشیا باہر سے منگوائی جاتی ہیں، اسی لیے یہاں مہنگائی دوسرے ملکوں کے مقابل بہت زیادہ ہے۔

رِی یونین میں مسلمان بھی اچھی خاصی تعداد میں آباد ہیں۔ زیادہ تر سورت اور بھروچ کے لوگ ایک صدی پہلے سے وہاں آباد ہوگئے ہیں، اور اکثر تجارت پیشہ ہیں۔ اور الحمدللہ انہوں نے محنت اور دیانت سے بڑا اچھا نام پیدا کیا ہے۔

گجرات کے مسلمانوں کی ایک عادت یہ ہے کہ وہ جہاں بھی جا کر آباد ہوتے ہیں، وہاں سب سے پہلے مکتب ، مدرسہ اور مسجد بنانے کی فکر کرتے ہیں۔ چناں چہ سینٹ ڈینیس کے گجراتی خاص کر سورتی مسلمانوں نے سب سے پہلے ۱۸۹۲ء میں مسجد بنانے کی حکومت کو درخواست دی۔ وہ درخواست منظور ہوئی اور ۱۸۹۷ء میں مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی، جو ۱۹۰۵ء میں مکمل ہوئی۔ مسجد کا نام ''نور الاسلام'' رکھا گیا۔ ۲۰۰۵ء میں اس مسجد کی تعمیر کے سو سال مکمل ہوئے تو موجودہ اراکین نے اس صد سالہ جشن کا انتظام کیا۔

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ سینٹ ڈینیس کارپوریشن نے بھی مسلمانوں کی اس خوشی میں مکمل تعاون کیا۔ سڑکوں پر بڑے بڑے مسجد کی تصویر کے بینر لگائے گئے۔ ۱۹۰۵-۲۰۰۵ء لکھ کر سو سالہ تقریب کا اعلان کیا گیا۔ محکمۂ ڈاک نے مسجد کا ٹکٹ جاری کیا۔ اراکینِ کمیٹی نے اس صد سالہ جشن کا سلسلہ ۸/نومبر تا ۱۳/نومبر رکھا تھا اور ان دنوں میں مختلف پروگرام مرتب کئے گئے۔

فرانس حکومت سے بھی نمائندوں کو مدعو کیا گیا اور ساؤتھ افریقہ، انڈیا، پاکستان، یوکے کے علما کو بھی دعوت دی گئی۔ ہندوستان سے یہ ناچیز اور مولانا محمد رابع الحسنی ندوی مدظلہ، نیز مولانا سلمان صاحب ندوی مدظلہ مدعو تھے؛ مگر وہ دونوں اکابر بعض مجبوریوں کی بنا پر شریک نہ ہو سکے۔ یوکے (برطانیہ) سے مولانا ریاض الحق صاحب فاضل بری دار العلوم- جو انگریزی کے بہترین خطیب ہیں- تشریف لائے۔

جنوبی افریقہ سے قاری ایوب اسحاق صاحب (دار العلوم زکریا)(۱) اور قاری اسماعیل صاحب (آزادویل دار العلوم) کے اساتذہ تشریف لائے تھے۔

پیرس (Paris) کی جامع مسجد کے خطیب دلیل ابوبکر صاحب- جو اس وقت پورے فرانسیسی ممالک کے مسلمانوں کی تنظیم کے صدر ہیں- تشریف لائے تھے۔ نیز یورپین پارلیمنٹ کی وزیر غوزلین باشیلوٹ صاحبہ، کونسل جنرل کی صدر نسیمہ دیندار صاحبہ، زونل صدر پال ورنزلین اور ری یونین کے گورنر خصوصی مدعوین میں تھے۔

صد سالہ کے پروگرام میں علما کے بیانات، مذکورہ غیر ملکی مہمانوں کو مسجد بلا کر مسلمانوں کے کاموں سے واقف کرانا، مختلف اسکولوں کے اساتذہ اور طلبا کو مسجد میں بلا کر اسلام اور عبادت کے بارے میں معلومات پہنچانا، مسجد سے باہر خیموں میں اسلامی کتابیں- جو فرنچ میں لکھی گئی ہیں- کی نمائش اور فروخت کا انتظام، ایک خیمے میں دو علما کو مقرر کر کے اسلام کے بارے میں سوالات کے جوابات، نیز عربی خطاطی کا شعبہ، ''کومورین'' مسلمانوں کے لباس اور ان کی مخصوص دست کاریوں کی نمائش کا انتظام کیا گیا تھا۔

---

(۱) قاری ایوب اسحاق صاحب مدظلہ: ۱۸/دسمبر ۱۹۶۱ء میں بمقام ''ساؤتھ افریقہ'' پیدا ہوئے۔ آپ کا آبائی وطن ''کٹھور''، ضلع سورت، گجرات ہے۔ ۱۹۸۵ء میں ''فلاحِ دارین'' سے سندِ فضیلت حاصل کی۔ اسی دوران حفص، سبعہ اور عشرۂ صغیر کی تکمیل کی۔ پھر مزید ایک سال قیام کر کے تخصص فی التجوید کیا، اور عشرۂ کبیر پڑھا۔ اس وقت ''ساؤتھ افریقہ'' کی عظیم علمی دانشگاہ ''دار العلوم زکریا'' میں صدر القراء کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ملک و بیرونِ ملک میں آپ کے تلامذہ کثیر تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کا ''درسِ فوائد مکیہ'' بھی زیرِ ترتیب ہے۔ خدا تعالیٰ طولِ عمر کے ساتھ حسنِ قبول سے نوازے۔ آمین!

اس جشن میں یہودی، نصاریٰ، اسماعیلی ، ہندو، ٹامل سب ہی مذاہب ومسالک کے لوگ شریک ہوئے اور اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ تقریباً سات ہزار باشندوں اور اسکول کے بچوں نے نظامِ مسجد، نماز کا طریقہ، وضو کا نظام وغیرہ دیکھا اور الحمدللہ سات لوگ اسلام میں داخل ہوئے، جو اس جشن کی سب سے بڑی کامیابی کہی جاسکتی ہے۔

آخری روز مسلمانوں کے کھانوں کا نظام بتایا گیا۔ معمولی قیمت پر بریانی، سموسہ، دلیم وغیرہ چیزیں فروخت ہوئیں جو شوق سے خریدی گئیں اور پسند کی گئیں۔ فرانس سے تشریف لائے ہوئے دلیل ابوبکر صاحب نے جمعہ سے پہلے مختصر خطاب کیا اور مبارکبادی پیش کی۔ فرنچ کے دو نمائندوں نے اس خادم کی قیام گاہ پر آ کر ملاقات کی اور ہندوستانی مسلمان، مدارس کے نظامِ تعلیم، مسلمان ممالک کے نوجوانوں کے مسائل پر گفتگو کرتے رہے۔ عزیزم مولوی محمد بھگت ترجمانی کرتے رہے۔ الحمدللہ! بہت اچھی نشست رہی۔

جن علما کے بیانات اردو میں ہوئے ان کا فرنچ ترجمہ بھی ہوتا رہا۔ ان میں بھی فرنچ عورتیں شامل رہیں جن کا انتظام مسجد کے تحتانی حصے میں کیا گیا تھا۔ قاری ایوب اسحاق فلاحی (مدرس دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ) اور قاری اسماعیل صاحب کی بہترین قراءتوں سے بھی لوگ متاثر ہوئے۔

سینٹ ڈینس کے علاوہ سینٹ پول ، سینٹ پیر، ٹاپوں میں بھی علما کے پروگرام ہوئے۔ ٹاپوں (Tapon) میں ایک عربی مدرسہ بھی شروع ہوا ہے، وہاں بھی حاضری دی اور طلبا سے مختصر خطاب کیا گیا۔

الحمدللہ! ''فلاح دارین ترکیسر'' کے کئی فضلا وہاں تعلیمی کام میں مشغول ہیں۔ مولانا خلیل راوت صاحب، مولانا یعقوب ملا، قاری یعقوب ٹنکاروی صاحب، قاری سعید بن مولانا سلیمان نورگت صاحب، قاری زبیر صاحب، مولانا انس لالہ صاحب؛ نیز مولانا اسماعیل دیادروی صاحب، قاری نذیر احمد راندیری صاحب، مولانا سعید احمد انگار صاحب، مولانا اسحاق گنگات صاحب وغیرہ بہت سے علما سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

بڑی مسرت کی بات یہ ہے کہ فرنچ کے آزاد ماحول میں بھی چند اللہ تعالیٰ کی مخلص بندیاں عورتوں میں تعلیم وتربیت کا بہترین کام کر رہی ہیں۔ مولانا یعقوب ملا صاحب کی زوجہ محترمہ - جو مالیگاؤں سے فارغ ہیں - ایک دینی مدرسہ ''مدرسہ ہدایت النساء'' کے نام سے چلا رہی ہیں۔ ''مشکوٰۃ المصابیح'' تک تعلیم ہے۔ اس موقع پر انہوں نے اس ناچیز کو مدعو کر کے ختمِ مشکوٰۃ شریف، نیز نئی جماعت کے لیے ابتدائے مشکوٰۃ شریف کے الگ الگ جلسے کیے۔ نیز ایک مجلس مسلمان بہنوں کے لیے مستقل وعظ ونصیحت کی رکھی۔ معلوم ہوا کہ کافی بچیاں تعلیم میں دلچسپی لے رہی ہیں۔ نیز مولانا خلیل احمد راوت صاحب کی اہلیہ محترمہ بڑی عمر کی عورتوں کو دینی تعلیم دے رہی ہیں۔ وہ خود بہت پابند اور متقی خاتون ہیں، جس کا اثر نوجوان بچیوں پر بہت اچھا ہو رہا ہے۔ کئی بچیوں نے حجاب شروع کر دیا ہے۔ **اللّٰھم زد فزد!**

اس کے علاوہ پورٹ سیلوی میں بھی مدرسۃ البنات شروع ہوئے ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ رِی یونین کے نوجوان علما بہت جانفشانی اور لگن کے ساتھ تعلیم و

تربیت کا کام کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرماوے۔ مولوی محمد بھگت -جو ''فلاحِ دارین'' کے فاضل ہیں اور فرنچ بھی اچھی جانتے ہیں- نوجوانوں میں مقبول ہیں۔

''جامعہ حسینیہ راندیر'' کے قدیم فضلا مولانا اسحاق گنگات اور مولانا سعید اِنگار صاحب تو کئی سالوں سے دینی کاموں میں مشغول ہیں۔ فرنچ زبان میں 'الاسلام' نامی پرچہ بھی نکالتے ہیں جو رِی یونین کے علاوہ پیرس اور مشرقی افریقہ کے ممالک میں مقبول ہے۔ اِن علما کی مساعئ جمیلہ کے سبب کئی کتابیں فرنچ میں آ گئی ہیں۔

یہ سن کر بھی خوشی ہوئی کہ ''مدرسہ ہدایت النساء'' کی استانیوں نے ''مشکوٰۃ المصابیح'' کا فرنچ ترجمہ شروع کردیا ہے، جس کی نگرانی مفتی درگاہی صاحب کررہے ہیں۔ اگر یہ مکمل ہو جائے تو اشاعتِ حدیث کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کرادے۔ آمین!

مسجد ''نور الاسلام'' کو شروع سے مخلص متولی اور صدر ملے ہیں، جن میں محترم جناب عبدالحق حافظ جی، محترم جناب حاجی یوسف راوت صاحبؒ(۱)، محترم

(۱) جناب حاجی یوسف راوت صاحبؒ: ترکیسر کے عظیم سپوت، ''فلاحِ دارین'' کے روحِ رواں اور بانی مبانی، عبادت گزار و شب زندہ دار، اکابر کے منظورِ نظر، علما و طلبا کے محبّ و محسن، اسلامی حمیت و غیرت سے سرشار، دینی اداروں اور مراکز کے معاون و بہی خواہ، فخرِ ری یونین و فخرِ گجرات، متعدد ایوارڈ یافتہ شخصیت۔ برصغیر و ری یونین کے بیشتر دینی ادارے مرحوم کے تعاون سے فیض یاب ہوئے۔ اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے مدرسہ قائم کرکے مہمانانِ رسول کی ضیافت کا شرف حاصل کیا۔ ہمیشہ اکابر کے میزبان رہے۔ ۳۱/مئی ۲۰۰۴ء، بروز پیر، رات ۱۵:۱۰ بجے یہ حاتم وقت ابدی نیند سو گیا۔ رحمه الله رحمة الأبرار المقربين، و جزاه الله عنا خير ما يجزى به عباده الصالحين. آمین!

جناب الحاج سلیمان دیندار صاحب ہیں۔ موجودہ صدر جناب عبداللہ بھائی ملا ہیں، جو ایک تعلیم یافتہ نوجوان ہیں۔ اور ان کے بھائی مولانا یعقوب ملا ''فلاحِ دارین'' کے فاضل ہیں۔

فرنچ سے آئے ہوئے سرکاری نمائندے بھی رِی یونین کے مسلمانوں کے اخلاق اور ان کی امن پسندی، سب قوموں کے ساتھ محبت کے برتاؤ سے بہت متاثر ہوئے، اور بار بار اس کا اظہار کرتے رہے۔ دراصل ان کو فرنچ میں مراکش اور الجزائر کے مسلمانوں سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے۔ الجزائر میں فرنچ حکومت کے ظلم و ستم کے سبب ان کے دلوں میں تلخیاں موجود ہیں، اور یہ گجراتی مسلمان ویسے بھی ان حالات سے دور ہیں، اور طبعاً مرنجاں مرنج ہیں۔ بہرحال یہ جشن بہت تاریخی تھا اور اسلام کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کو دور کرنے میں مددگار رہا ہے۔ مسلمانوں کو ہر جگہ اس طرح کے مواقع کو غنیمت جان کر غلط فہمیاں دور کرنا چاہیے۔

رِی یونین کے ایک مسلمان گجراتی ڈاکٹر صاحب نے فرنچ میں ایک کتاب طبع کی ہے، جس میں جزیرے میں مسلمانوں کی آمد، گجرات کے مسلمانوں اور ان کے مختلف خاندانوں کا تعارف اور ان کی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ چوں کہ ہم فرانسیسی زبان سے نابلد ہیں؛ اس لیے اگر کوئی صاحب اس کا گجراتی یا اردو ترجمہ کردے تو صحیح معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔ میں اس کتاب کو اسی نیت سے لایا تھا کہ کسی طالبِ علم کے ذریعے اس کا ترجمہ کراؤں گا؛ مگر بدقسمتی سے وہ کتاب اس وقت کہیں رَل مَل گئی ہے۔ انشاء اللہ تلاش کرنے پر مل جائے گی تو مزید معلومات حاصل ہوں گی۔ والأمر بيد الله!

اس ناچیز نے اس جلسے میں ''مسجد اور اسلام میں اس کا مقام'' کو موضوع بنایا تھا۔قرنِ اول میں مسجد کا کیا کردار تھا اور اب کیا ہے، اس کو تفصیل سے بتایا گیا تھا۔ اس مضمون کی تیاری کے لیے مسجد نبوی کے کتب خانے سے ''دور المسجد فی الاسلام'' -جو ڈاکٹر علی محمد مختار صاحب کی تالیف ہے- سے استفادہ کیا گیا تھا۔اور اراکین کے سامنے چند تجاوز پیش کی گئی تھیں خدا کرے ان پر عمل ہو۔

ہمارے طلبہ کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ مسجد کے موضوع پر یہ کتابیں بہت معلومات افزا ہیں:

(۱) المسجد و دوره في التربية و التوجيه از صالح بن غانم

(۲) المسجد و دوره التعليمي عبر العصور– عبدالله قاسم أبو شلي

(۳) رسالة المسجد في الإسلام– د.عبد العزيز محمد

(۴) دور المسجد في التربية – عبد الله أحمد قادري (دارالمجتمع جدة)

(۵) مناهج التعليم في المساجد و أسلوب التدريس فيها

(۶) الدور التربوي للمسجد – د.على جاد احمد

(۷) التعليم في الكتاتيب و الحجرات و الخلاوي

(۸) المسجد و أثره في تربية الأجيال و مؤامرة أعداء الإسلام عليه– عبدالله قاسم

خدا کرے کوئی شوقین طالب علم ان کتب جدیدہ کو منگوا کر استفادہ کرے کہ علم تو مختلف کتابوں کے مطالعہ سے ہی بڑھتا ہے۔ ہمارے ملک میں بھی مساجد کی اہمیت اور اس کے ہمہ جہتی کردار پر لکھنے کی ضرورت ہے۔

بیرون کے اسفار

کچھ یادیں کچھ باتیں

''زامبیا'' کے دارالحکومت ''لوساکا'' میں گجرات کے ہزاروں افراد بغرضِ تجارت مقیم ہیں۔ ہماری بستی اور خاندان کے بھی کافی لوگ وہاں مقیم ہیں۔اسی شہر ''لوساکا'' میں ''مکینی اسلامک سینٹر'' ہے، جہاں مدرسہ اور دارالاقامہ شروع ہوا تھا۔ میرے ایک عزیز جناب یوسف پٹیل صاحب بھی اس سینٹر کے رکن تھے، ان کی خواہش تھی کہ میں شعبان، رمضان المبارک کی تعطیلات میں وہاں کا سفر کروں، اور نصاب تعلیم اور دارالاقامہ کے نظم کے بارے میں مشوروں میں شامل رہوں۔ایک دینی و علمی کام سمجھ کر مَیں نے دعوت قبول کر لی اور سفر کی منظوری کا خط لکھ دیا۔

میرے اس سفر کا علم میرے دوسرے عزیز غلام بھائی لونت کو ہوا- جو رشتے میں میرے سالے ہیں- انہوں نے فوراً خط لکھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی ہمشیرہ(۱) کا ٹکٹ بھیج دوں؛ تاکہ وہ بھی آپ کے ساتھ سفر کر سکیں۔مشورے کے بعد

(۱) رفیقۂ حیات حضرت کاپودروی دام ظلہٗ: چھوٹے سے گاؤں کے کاشتکار گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ اپنے باکمال، بااصول اور کثیر التعلق شوہر کا حقِ رفاقت وحقِ خدمت باوجود کثیر العیالی کے انتہائی سلیقہ مندی، مستعدی، خندہ پیشانی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس طرح ادا کیا جو انہیں کا حصہ تھا۔ ۲۵؍جنوری ۲۰۰۵ء، شب سہ شنبہ کو داعئ اجل کو لبیک کہا اور اپنے پیچھے وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوْ لَهٗ کی مصداق اولاد چھوڑی۔ رحمها الله رحمةً واسعةً!

ان کے ٹکٹ کا بھی تار بھیج دیا گیا۔ ہم دونوں کے ٹکٹ آ گئے، انتظام کے لیے بمبئی کے ایک دو سفر کرنے پڑے، تاریخ طے ہوگئی، اور اس کی اطلاع بھی ''لوساکا'' بھیج دی۔ زامبیا ایرویز میں جا کر بکنگ کی توثیق ہوگئی، ضروری سامان خرید لیا گیا، اور گویا سفر کی تیاری مکمل ہوگئی۔

قابلِ نفرت شرارت:

زامبیا ایر سے رات کو سفر طے تھا کہ یکا یک دو پہر کو فون ملا کہ ''لوساکا'' سے اطلاع ملی ہے، کہ آپ سفر ملتوی کر دیں: کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ معاملہ کیا ہوا۔ زامبیا ایر کے دفتر گئے تو وہاں بھی ٹیلی فیکس آیا ہوا تھا کہ ٹکٹ کینسل کیا جائے۔ گھر والوں کو جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ مشورے کے بعد طے ہوا کہ ان کو ایک عزیز کے ساتھ جو اسی ایر سے سفر کر رہے تھے ''لوساکا'' بھیج دیا جائے؛ چناں چہ حسب پروگرام ان کو روانہ کر دیا گیا، اور بندہ ترکیسر واپس آ گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ ساری گڑبڑ کچھ ناعاقبت اندیش لوگوں کی شرارت کے سبب پیدا ہوئی۔ بہر حال برادر غلام محمد لونت صاحب اور ہمارے بھانجوں نے طے کیا کہ دوسرے ہفتے میں مَیں ضرور سفر کروں، اور اس سلسلے میں انہوں نے تین چار تار بھیجے۔ دل سفر پر آمادہ نہ تھا؛ مگر ان کے شدید اصرار پر دوسرے ہفتے ''زامبیا ایرویز'' سے بندے نے بھی ''لوساکا'' کا سفر کر لیا، وہاں پہنچنے پر ''مکینی اسلامک سوسائٹی'' کے بعض ارکان کی اس گندی سیاست کا مکمل علم ہوا۔

رشتے داروں سے ملاقات:

رمضان المبارک کے دن تھے؛ مگر جب میرے وہاں پہنچ جانے کی اطلاع ملی تو عزیز غلام محمد لونت صاحب، برادرِ عزیز شبیر احمد لولات صاحب(۱) اور میرے بھانجے ایرپورٹ پر آ گئے، اور بہت جلد مکان پہنچ گئے۔ شہر میں رشتے داروں کو علم ہوا تو دو تین روز ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا، سب ہی لوگ گذشتہ ہفتہ کی شرارت پر ناراض تھے۔

دعوتی تقریریں:

''لوساکا'' کی مسجدوں میں جمعہ سے پہلے تقریروں کا پروگرام رہتا ہے، اس ناچیز کو بھی مختلف مساجد میں دینی وعظوں کی سعادت حاصل ہوئی۔ بندے نے عموماً دنیا کے انہماک کی خرابی، آخرت سے غفلت کا وبال، دولت کے غلط استعمال کے نتائج، فسق و فجور کا قوموں کے تنزل میں کیا اثر ہے، وغیرہ موضوعات پر صاف صاف گفتگو کی۔

بعض شادیوں میں شرکت:

''زامبیا'' کے قیام میں رشتے داروں کے گھر شادی کے مواقع پر بھی حاضری ہوئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ ہم لوگ کھانے وغیرہ امور میں اسراف میں مبتلا ہیں۔ حسبِ موقع دینی اور دنیوی نقصان سے آگاہ کیا گیا، اور نجی مجلسوں میں بھی اس کے روک تھام کے سلسلے میں احباب اور بعض سمجھ دار لوگوں سے گفتگو ہوتی رہی۔

---

(۱) جناب حاجی شبیر احمد لولات صاحب کاپودروی، مُجاز بیعت حضرت اقدس مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

حضرت مولانا ابرار احمد صاحبؒ:

ہمارے ''دارالعلوم فلاحِ دارین'' کے استاذِ تفسیر و حدیث حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی مدظلہٗ (۱) بھی ''لوساکا'' میں مقیم تھے۔ انہوں نے عمومی وعظوں میں اور روزانہ کی مجلسوں میں دینی دعوت کا کام بحسن وخوبی انجام دیا۔ الحمدللہ! بہت سے لوگوں کو آپ کی مجالس سے نفع ہوا۔ مولانا کی موجودگی سے ایک قسم کا انس رہا۔

''یونائیٹڈ فیملی'' کے اراکین کی طرف سے اعزازی جلسہ:

''انجمن یونائیٹڈ فیملی'' کے ذمہ داروں نے ناچیز کی عزت افزائی کے لیے اور مذکورہ شرارت سے جو دل شکنی ہوئی تھی اس کے ازالے کے لیے ایک اعزازی جلسہ منعقد کیا، جس میں بہت بڑی تعداد میں ممبران نے شرکت فرما کر بندے کو عزت بخشی، اور ہدایا پیش کئے، بندے نے ان کے اس حسنِ اخلاق اور ذرہ نوازی کا شکریہ ادا کیا۔ اسی طرح ''لوساکا مسلم سوسائٹی'' کے صدر اور نائب صدر صاحب نے بھی تحفے عنایت فرما کر ممنون فرمایا۔

رمضان المبارک کے بعد:

عید کی نماز ''جامع مسجد لوساکا'' میں ادا کی گئی۔ حضرت مولانا ابرار احمد صاحب نے شاندار بیان فرمایا۔ رشتے داروں سے ملاقات کر کے قبرستان گئے اور

(۱) آپ کا تذکرہ صفحہ نمبر ۱۸۴ر پر ملاحظہ فرمائیں۔ افسوس کہ یہ آفتابِ علم وفضل بتاریخ ۱۸ر مئی ۱۹۹۵ء افق راندیر میں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔

ہمشیرہ کے گھر جا کر کھانا کھایا اور آرام کیا۔ چند روز کے بعد ''لوساکا'' سے باہر کے پروگرام طے ہوئے۔

چیپاٹا کا سفر:

ہم لوگ جناب غلام محمد بدات صاحب کی گاڑی میں ''چیپاٹا'' کے لیے روانہ ہوئے۔ غلام محمد لونت، غلام محمد بدات، جناب احمد محمد جھمکڈا صاحب سفر میں ساتھ تھے، پُر لطف سفر رہا۔ پہلی منزل ''پیٹاؤکے'' میں تھی۔

مولانا سید عبدالمجید ندیم:

اتفاق سے پاکستان کے مشہور واعظ اور بہترین خطیب مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب بھی ''زامبیا'' تشریف لائے، اور ان کا پروگرام ''پیٹاؤکے'' میں تھا۔ ان کے ہمراہ مدرسہ کا معائنہ کیا، جس میں بلالی مسلمانوں کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ بچوں کی تعلیم سے ہم سب کو بہت خوشی ہوئی۔

حافظ اسماعیل فلاحی:

عزیزم حافظ اسماعیل ٹنکاروی - جنہوں نے ''فلاحِ دارین'' میں حفظ کیا ہے- یہاں ناظم ہیں اور انتھک محنت کر کے اس مدرسے کو ترقی دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کاموں میں برکت عطا فرمائی اور بہت عمدہ نظام قائم ہوگیا۔ اگر ''زامبیا'' میں مختلف جگہوں پر اہلِ خیر اس طرح دارالاقامہ قائم کر کے ان غریب مسلمانوں کے بچوں کے رہنے اور تعلیم کا انتظام کر دیں تو دینی اعتبار سے بہت ہی نفع کی امید ہے۔

اس مدرسے میں ''دارالافتا'' کے ایک مبعوث عالم سے بھی ملاقات ہوئی، اصلاً ہندوستانی ہیں، مدراس کے علاقے کے باشندے ہیں، گفتگو سے معلوم ہوا کہ علمی ذوق کے صالح عالم ہیں۔

تبلیغی جوڑ:

دوسرے روز ''چیپاٹا'' کے لیے روانگی ہوئی، وہاں ''زامبیا، زمبابوے اور ہرارے'' تین چار ملکوں کا تبلیغی جوڑ تھا، اس میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ایک روز علم اور دعوت کی اہمیت پر بات کرنے کا بھی موقع ملا۔ الحمدللہ! بہت اچھا مجمع مختلف شہروں اور پڑوس کے ملکوں سے آ گیا تھا۔ تین روز اس مبارک اجتماع میں دینی ماحول میں رہنے سے فائدہ ہوا۔

ہمارا قیام حاجی ابراہیم صاحب کے مکان میں تھا، انہوں نے اور ان کے صاحبزادوں نے بہت خدمت کی۔

المعہد الرشید الاسلامی:

ہمارے محترم مولانا عبدالرحیم متالا صاحب مدظلہٗ مظاہری- جو ورٹھی، ضلع سورت کے باشندے ہیں، اور برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے خادم خصوصی اور آپ کے مُجازین میں ہے- حضرت شیخ رحمہ اللہ کے مشورے اور ایما سے ''زامبیا'' تشریف لائے، اور ''چیپاٹا'' میں ایک اسلامی درسگاہ کی بنیاد ڈالی، جس کا نام ''**معهد الرشيد الإسلامي**'' رکھا گیا۔ اس ادارے کی زیارت کا اشتیاق تھا، ایک روز چند احباب کے ساتھ حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب تو سفر

میں تھے؛ مگر مولانا احمد آچھودی مدظلہٗ نے - جو ایک صالح ومخلص عالم ہیں، اور تعلیم میں بڑی مہارت رکھتے ہیں- مدرسے کا تفصیلی معائنہ کروایا۔ طبیعت بہت خوش ہوئی۔ مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہٗ کی عدم ملاقات کا قلق رہا۔

پارک کی سیر:

''زامبیا'' کے شہروں میں قابل دید مقامات یا تاریخی چیزیں دیکھنے میں نہیں آئیں؛ مگر اس کے جنگلات اور اس میں وحشی اور جنگلی جانوروں کے محفوظ علاقے واقعی قابلِ دید ہیں۔ یورپ، عرب اور دیگر ممالک سے بہت سے سیاح ان علاقوں کا سفر کرتے ہیں، جس میں ہاتھی، شیر، چیتے، ہرن، وحشی بھینسیں اور بہت سے جانور آزادانہ گھومتے ہیں۔ بعض لوگ ان کا شکار بھی کرتے ہیں اور خیموں میں بسیرا کر کے چند روز ان قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

''زامبیا'' کے گزشتہ سفر میں اس کا موقع نہیں نکلا تھا؛ اس لیے اس سفر میں اس کا نظام بنایا گیا، اور احباب کے ساتھ مع سامانِ خورد ونوش، دو گاڑیوں میں بندوقوں اور دوسرے آلات سے لیس ہو کر روانہ ہوئے۔ بڑے بڑے درختوں والے وسیع وعریض جنگل میں خام راستوں سے گزرتے ہوئے ایک مقام پر پہنچے، اور وہاں خیمے نصب کر دیئے گئے۔ اس جنگل میں عجیب وغریب جانوروں کو دیکھا۔ رات کو ہرن کے شکار کے قصد سے نکلے؛ مگر جاموسِ وحشی کا سامنا ہو گیا۔ اور ہمارے رفقا نے مسلسل گولیاں چلا کر اس کا شکار کر لیا۔ رات ۱۱ بجے خیموں میں واپس آئے۔ دو روز جنگل میں قیام کیا اور عجیب فرحت محسوس ہوئی۔

زمبابوے کا سفر:

''زمبابوے'' کے شہر ''ہرارے'' میں کچھ رشتے دار مقیم ہیں، ان کی دعوت پر وہاں کا سفر طے ہوا۔ عزیزم مولوی اسماعیل صاحب سلمہٗ سے فون پر ربط رکھا گیا، اُن کے والد محترم نے ویزا وغیرہ کے مسائل کو مکمل کیا، اور ہم بذریعہ کار عزیزم غلام محمد لونت اور گھر والوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستہ اچھا تھا؛ اس لیے سفر میں دقت نہیں ہوئی۔ بورڈر پر کسٹم کی کارروائی میں بھی کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ راستے میں جناب ابراہیم راوت صاحب کے مکان میں تھوڑا سا آرام کیا، کھانا کھایا، اور پھر ''ہرارے'' کی طرف روانگی ہوئی۔

ہرارے:

''زمبابوے'' کا دارالخلافہ ''ہرارے'' ہے، جس کو پہلے ''سالسبری'' کہا جاتا تھا، ملک آزاد ہوا تو شہر کا نام بھی تبدیل کر دیا گیا۔ ''ہرارے'' افریقہ کے شہروں میں اپنی وسعت اور تعمیرات کی باقاعدگی میں مشہور ہے۔ انگریزوں نے اس کی ترقی میں کافی کام کیا ہے۔ ضروریاتِ زندگی کی بہت سی چیزیں ملک میں تیار ہوتی تھیں، اور ''تامبے'' کی کانوں کے سبب افریقہ کا خوشحال شہر سمجھا جاتا تھا؛ مگر آزادی کے بعد خوش حالی میں تبدیلی آ گئی۔ اشیائے ضروریہ کی قلت محسوس ہونے لگی، امن وامان کی صورتِ حال بھی بگڑتی چلی گئی، اور یہ سب خرابیاں اس لیے پیدا ہوئیں کہ قوم کی صحیح تربیت اور ان میں احساسِ ذمہ داری پیدا کیے بغیر آزادی کا مطالبہ ہوا۔ اور آزادی ملی تو جن کے ہاتھوں میں اقتدار آیا انہوں نے فرائض کو نظر انداز کر کے زیادہ سے زیادہ

ذاتی فائدہ اٹھانے کو ترجیح دی۔ ''افریقہ'' کے نو آزاد ملکوں میں سے اکثر ممالک اسی طرح تباہ ہوئے ہیں۔

جامع مسجد اور مدرسہ اسلامیہ کی ملاقات:

رشتے داروں اور احباب کی ملاقات کے بعد دوسرے روز ''جامع مسجد'' اور ''مدرسہ اسلامیہ'' کی ملاقات کے لیے نکلے۔ الحمدللہ! مسجد شہر کے شایانِ شان، وسیع اور صاف ستھری بنائی گئی ہے، جہاں اچھے نمازی ہوتے ہیں، تعلیم کے حلقے بھی ہوتے ہیں۔ مدرسے کی عمارت بھی بالکل جدید بنائی گئی۔ بہت وسیع کمرے اور سلیقے سے نظام قائم کیا گیا ہے۔ بچوں سے سوالات بھی کیے اور تعلیم کی عمدگی سے خوشی ہوئی۔

علمائے کرام:

یہاں کے اساتذہ میں مولانا عبداللہ صاحب دیوان لاجپوری اور مولانا ایوب صاحب ترکیسری سے پہلے سے تعارف تھا۔ بعض اور اساتذہ سے بھی ملاقات اور تعارف ہوا، اور تعلیمی مسائل پر تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ الحمدللہ! اساتذہ میں کام کی لگن پائی۔ ہمارے ہندوستان کے مدارسِ عربیہ کا فیض دنیا کے مختلف علاقوں میں انہی بوریہ نشینوں کے ذریعے پہنچا ہے۔

جامع مسجد میں تقریر:

احباب کے اصرار پر ایک روز ''جامع مسجد'' میں دینی بات کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ انبیاء علیہم السلام انسانوں میں خدا پرستی پیدا کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں تمام عالم میں امن وامان ہوتا ہے؛ مگر جب نفس پرستی معاشرے پر چھا جاتی ہے تو

ہر طرح کا فساد دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ دنیا کی قوموں کو اسی کی دعوت کے ذریعے ہلاکت سے بچانے کا کام اس امت کے ذمے ہے۔ اور اس کے دو مضبوط راستے ہیں، مکاتب و مدارس کا قیام اور عمومی دعوت و تبلیغ۔

مولانا موسیٰ بھروچی صاحب:

اسی ''ہرارے'' میں مولوی موسیٰ صاحب وانتر سا(۱) (ضلع بھروچ) چند سالوں سے مقیم ہیں۔ آدمی ذہین ہیں۔ انہوں نے بھی افریقی مسلمانوں کو دینی تعلیم دینے اور اسلامی تربیت کرنے کے لیے ایک مدرسے کی بنیاد ڈالی ہے، وہاں بھی حاضر ہوئے۔ الحمدللہ! بچے حفظ اور عربی، محنت سے پڑھ رہے تھے۔ بعض افریقی طلبا حفظ مکمل کر چکے ہیں، جو ''ہرارے'' کے اطراف میں امامت و تعلیم کا کام کرتے ہیں۔ پورے افریقہ میں اس طرح کام کرنے اور دینی اشخاص تیار کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

ہرارے یونی ورسٹی میں:

ایک روز یونی ورسٹی دیکھنے کے لیے چند احباب کے ساتھ پہنچے، مولانا عبد اللہ صاحب دیوان لاجپوری بھی ساتھ تھے۔ اس یونی ورسٹی میں مسلمان طلبا بھی پڑھتے ہیں، ان میں جو دعوت کے کام میں لگے ہیں، ان کی حالت قابلِ رشک ہے۔ یونی ورسٹی کی لائبریری میں گئے تو ہم نے اسلامیات کے شعبے کو دیکھنے کی خواہش کی، لائبریرین جو انگریز تھا اس نے چند الماریوں کی طرف اشارہ کیا۔ بہت مختصر کتابیں

(۱) نون کا غنہ اور تاء کے فتحہ کے ساتھ (واں تر سا) بولا جاتا ہے۔

پائیں اور ان میں بہت سی کتابیں قادیانیوں کی تالیفات تھیں۔ یہ ہماری کوتاہی ہے کہ ہم اپنے اکابر کے مسلک کی کتابیں ایسی دانش گاہوں میں نہیں پہنچا سکے۔

ہندو پاک میں اسلامیات پر انگریزی میں اچھا ذخیرہ ہو چکا ہے۔ ضرورت ہے کہ دنیا کی یونی ورسٹیوں کی لائبریریوں میں یہ سرمایہ پہنچے۔

تاریخی مقامات کی سیر:

رشتے داروں نے کچھ قابل دید مقامات کا ذکر کیا اور ان کے ساتھ مختلف مقامات دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا۔ ''بمبئی'' میں جس طرح ''مچھلی گھر'' بنایا گیا ہے ''ہرارے'' میں ''سانپوں کا گھر'' ہے۔ مختلف قسم کے اژدہے اور چھوٹے بڑے سانپ دیکھ کر خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے کیسے کیسے جانور پیدا فرمائے ہیں؛ مگر انسان کو عقل کی دولت عطا فرما کر سب پر فوقیت عطا فرمادی، اور تمام مخلوقات کو انسان کا مسخر بنا دیا۔ **اللّٰھم لک الحمد و لک الشکر!**

زامبیا کی طرف:

چار پانچ روز قیام کر کے ''لوساکا'' کی طرف روانگی ہوئی۔ راستے میں جناب ڈربن والے صاحب کے گھر قیام ہوا، بہت محبت و اخلاق سے ملے۔ اور دوسرے روز علی الصبح توشہ تیار کر کے بذریعہ کار روانہ ہو گئے۔ وسیع و عریض جنگل میں وحشی جانور جگہ جگہ نظر آتے تھے۔ بورڈر پر ضروری کارروائی ہوئی اور شام تک ''لوساکا'' خیریت سے پہنچ گئے۔

دعوتوں کا سلسلہ:

''زامبیا'' کے لوگ بہت مہمان نواز ہیں، دو دو ماہ گزر جاتے ہیں؛ مگر دعوتوں کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا، اور مہمان کے ساتھ رشتے دار اور احباب بھی اکثر مدعو ہوتے ہیں۔ کھانے بھی اقسام وانواع کے پکائے جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ ہم عاجز ہوگئے۔ شاید ہی کوئی رشتے دار یا تعلق والا ایسا باقی رہا ہو، جنھوں نے پذیرائی نہ کی ہو۔ اللہ تعالیٰ سب محبین کو اجرِ عظیم عطا فرماوے۔

زامبیا کے آبشار:

''زامبیا'' میں گھنے جنگلوں اور وحشی جانوروں کے علاوہ قابلِ دید چیزوں میں وہاں کے بعض ''آبشار'' ہیں۔ ''لوساکا'' سے کئی سو میل دور ہیں؛ اس لیے ہمارا قافلہ- جو برادر غلام محمد لونت صاحب اور جناب غلام محمد بدات صاحب، نیز برادر عزیز شبیر احمد لولات صاحب پر مشتمل تھا- شام کو روانہ ہوا۔ ''مازابوکا'' Mazabuka میں جہاں ہمارے قریبی رشتے دار ہیں، رات بسیرا ہوا؛ وہاں بھی متعلقین سے ملاقاتیں ہوئیں۔ علی الصباح سفر کے لیے روانہ ہوگئے، گیارہ بجے کے قریب ''لوینگٹن'' پہنچے، ''آبشار'' دیکھا، بارش کی قلت کے سبب پانی کا بہاؤ کم تھا؛ مگر جو کچھ تھا وہ بھی بہت خوبصورت معلوم ہو رہا تھا۔

قریب کے اچھے شاندار ہوٹل میں چائے پی، یورپ کے لوگ پڑے ہوئے تھے۔ ''زیراف گارڈن'' گئے، جہاں درجنوں چھوٹے بڑے زیراف گھوم رہے تھے۔ وہاں سے اس بازار کی طرف گئے جہاں ''زامبیا'' کے دیہاتی لکڑیوں سے مختلف چیزیں بنا کر فروخت کرتے ہیں۔

ظہر کا وقت ہو رہا تھا، مسجد تلاش کی گئی، اتفاق سے وہاں ''پانولی'' ضلع بھروچ کے ایک حافظ صاحب- جو ''جامعہ اشرفیہ'' سے فارغ ہیں- سے ملاقات ہوگئی، محبت سے ملے۔ ظہر ادا کر کے توشہ دان انہی کے گھر کھایا گیا، انہوں نے بھی مزید کھانا اور چائے سے تواضع کی۔ **جزاہ اللّٰہ أحسن الجزاء!**

موشی کیمپ:

ہمارے عزیز جناب یوسف پٹیل صاحب اور ان کے بھائی محمد صاحب، گھنے جنگلوں میں ندی کے کنارے تفریحی کیمپ چلاتے ہیں۔ یورپ کے لوگ جب سیر کے لیے آتے ہیں، انہی کیمپوں میں بسیرا کرتے ہیں۔ یہ بہت وسیع جنگلات ہیں، اور یہاں جانوروں کی جو کثرت ہے، دوسری جگہ بہت کم دیکھنے کو مل سکتی ہے۔ ہرن کے کئی اقسام، بارہ سنگھہ، کوڈو، جاموسِ وحشی، ہاتھی، زیبرا، گینڈے، شیر، چیتے اور نہ معلوم کتنے جانور اس جنگل میں دیکھے گئے۔ ندی میں ''مگرمچھ'' بھی اس کثرت سے نظر آئے کہ حیرانی ہوگئی۔

''جنگلی بھینسوں'' کے ہزار ڈیڑھ ہزار کا ٹولہ دیکھ کر تو واقعی حیرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلاقی کے مظاہر تو ایسے ہی مواقع پر سامنے آتے ہیں۔ سبحان **خلّاق العظیم!**

جناب یوسف بھائی پٹھان اُن کی والدہ امِ سلمیٰ اور غلام بھائی وغیرہ احباب ساتھ تھے۔ تین روز کا یہ سفر بہت پُرلطف رہا۔

گیہوں کے فارم پر:

''لوساکا'' سے باہر جناب محمد بھائی کانم صاحب کا ایک زراعتی فارم ہے، وہاں بھی دعوت ہوئی، محمد بھائی نے پچاس آدمیوں کو مدعو کیا تھا۔ وسیع زراعتی خطہ جس میں گیہوں بوئے گئے تھے، تاحدِ نظر سبزہ زار تھا، گائیں اور بکریوں کے لیے الگ حصہ مقرر تھا۔ اس دعوت میں علما بھی تھے اور تاجر بھی۔ مغرب کی نماز وہاں ادا ہوئی۔ ہمارے بھانجے بھی ساتھ تھے۔ عشا کے قریب یہ پُر لطف مجلس ختم ہوئی اور شہر میں واپس آئے۔

سید صاحب کے فارم پر:

اسی طرح ایک روز سید صاحب کے فارم پر بھی حاضری دی۔ سید صاحب اصلاً پاکستانی ہیں، پہلے ''لنیشیا'' میں مقیم تھے؛ مگر اب ''لوساکا'' آگئے ہیں۔ دعوت کے کام میں برابر لگے ہوئے ہیں، اور علما کے بے حد قدر دان ہیں۔

علمائے کرام کی اہم مجلس:

''لوساکا'' میں جو علمائے کرام دینی و تعلیمی کام میں مشغول ہیں، ان میں اکثر ضلع سورت، بھروچ کے باشندے ہیں۔ ایک روز انہوں نے دعوت سے سرفراز فرمایا، بہت اچھی علمی مجلس رہی۔ مولانا عبداللہ صاحب بوڈھانوی، مولانا بڑودوی صاحب و دیگر حضرات سے علما کی تنظیم قائم کرنے اور پورے ''زامبیا'' میں اس کے ذریعے دینی کام کرنے پر تفصیلی بات چیت ہوئی۔ الحمدللہ! یہ سب حضرات دینی و تعلیمی کام بہت تسلی بخش طور پر کر رہے ہیں۔

مسلم قومی ہال:

''لوساکا'' میں مسلم جماعت نے ایک ''کمیونٹی ہال'' کی تعمیر شروع کی ہے، جس میں تعلیمی درس گاہیں، شادی ہال وغیرہ مختلف کمروں کا وسیع تعمیری ادارہ ہے۔ جناب محمود دلال صاحب، جناب یوسف پٹیل صاحب اور جناب شہنواز صاحب کے ہمراہ اس ادارے کی زیارت کی اور پروگرام کی تفصیلات سے واقفیت ہوئی۔ خوشی ہے کہ مسلمانوں نے ایسے تعمیری کام میں مل جل کر حصہ لیا ہے۔

ری یونین کے سفر کی تیاری:

محترم جناب حاجی یوسف راوت صاحب نے بذریعے فون گھر والوں کے ساتھ ری یونین کی دعوت دی اور ٹکٹ کا انتظام کردیا۔ اب ویزا کا مسئلہ طے کرنا تھا، ''لوساکا'' میں بعض رشتے دار ہیں جن کی شادی ری یونین میں ہوئی ہے، اور وہ لوگ فرانسیسی زبان سے واقف ہونے کے سبب فرانس کے سفارت خانے کے ساتھ ربط رکھتے ہیں، انہیں کی مساعی سے دو روز میں ویزا مل گیا۔ جب ٹکٹ حاصل کرنے ایر فرانس کے دفتر گئے، تو معلوم ہوا کہ ٹکٹ کے نرخ میں اضافہ ہوگیا ہے؛ اس لیے جب تک اضافہ شدہ رقم ادا نہ کی جائے، ٹکٹ نہیں مل سکتا۔ ایر موریشش کے لیے صرف دو روز باقی تھے، فوراً حاجی یوسف صاحب کو بذریعے ٹیلی فیکس حالات سے مطلع گیا اور انہوں نے فوراً رقم ادا کر کے بذریعے ٹیلی فیکس جواب دے دیا۔ اگلے روز سہ پہر ٹکٹ مل گیا اور دوسرے روز ''موریشش'' کے سفر کی تیاری ہوگئی۔

''لوساکا'' ایر پورٹ:

واپسی کے دن ایر پورٹ پر رشتے دار اور احباب کی بڑی جماعت پہنچی،

ضروری کارروائی ان کے ذریعے بہت سہولت سے ہوگئی۔ ان سب نے بہت گرم جوشی سے الوداع کہا اور ہم ''ایزامبیا'' سے موریشش کے لیے روانہ ہوگئے۔

''موریشش'' ایرپورٹ پر:

چار پانچ گھنٹے کے ہوائی سفر میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ ''لوساکا'' سے عزیزم مولوی محمد اقبال سلمہٗ نے عربی کے بہت سے مجلّات عنایت فرمائے تھے، ایر میں اس کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ایک معزز مسافر کا قریب سے گزر ہوا، ان کی نظر رسالے پر پڑی۔ انہوں نے دریافت فرمایا کہ آپ عربی جانتے ہیں، ہم نے عرض کیا، بقدر ضرورت، وہ قریب کی نشست پر بیٹھ گئے، اور بات چیت شروع ہوئی۔ معلوم ہوا کہ آپ کا نام حافظ ابراہیم صاحب ہے، اور ''نیروبی'' میں سعودی سفارت خانے میں ''الملحق الدینی'' کے عہدے پر ہیں۔ سینٹرل افریقہ کے دینی احوال معلوم کرنے کے لیے ''لوساکا'' تشریف لائے تھے اور اب ''موریشش'' جارہے ہیں۔

ہم نے سعودی عرب کی مساعی کی تعریف کی؛ مگر مبعوثین میں کام کے جذبے کی کمی کی شکایت کی۔ انہوں نے ''زامبیا'' کی اپنی حالت کے بارے میں بندے کے تاثرات بہت غور سے سنے اور اکثر باتوں سے اتفاق کیا۔ موصوف کی اس اچانک ملاقات اور ان کے دینی افکار سے بہت مسرت ہوئی، اور سفر بہت جلد طے ہوگیا۔

موریشش ایرپورٹ پر نزول:

الحمد للہ چند گھنٹوں کی اس پُرمسرت مجلس کے اختتام پر سفر کا بھی اختتام ہوا۔ ہم نے ''ری یونین'' میں ملاقات کرنے کا وعدہ کرکے ایک دوسرے کو الوداع کہا، اور

ہم موریشش ایرپورٹ پر اتر گئے۔ جناب عبد الخالق صاحب راوت اور ان کی اہلیہ ناشتہ لے کر ایرپورٹ آگئے تھے، بہت محبت سے ملے۔ ان کے ساتھ ایک گھنٹہ گزارا، اور اگلے سفر کی ضروری کارروائی کرکے بذریعے ایرفرانس ری یونین کا سفر شروع کردیا۔ یہ جہاز بہت بڑا اور اس کا انتظام بہت عمدہ تھا، نصف گھنٹے میں ''ری یونین'' ایرپورٹ پر پہنچ گئے۔

ری یونین کا دوسرا سفر:

ری یونین ایرپورٹ پر مکرم جناب حاجی یوسف راوت صاحب اپنے پورے خاندان کے ہمراہ، نیز مولانا خلیل راوت صاحب و دیگر فلاحی علما اور بعض احباب استقبال کے لیے موجود تھے۔ محترم حاجی یوسف راوت صاحب کو ہمارے ویزا حاصل کرنے کا علم نہیں تھا؛ اس لیے انہوں نے اس کا انتظام بھی کر رکھا تھا۔ موصوف اندر تک تشریف لائے، اور ہمارے پاسپورٹ لے لیے، ویزا دیکھ کر خوش ہوئے، اور ہم کو خصوصی مہمانوں کی لائن سے تھوڑی ہی دیر میں باہر لے آئے۔ وہاں حاجی غلام محمد روات صاحب، حاجی موسیٰ صاحب (۱) اور گھر کی مستورات بھی موجود

(۱) الحاج جناب موسیٰ صاحب راوتؒ: راوت فیملی کے بزرگوار، ''فلاحِ دارین'' کے روحِ رواں و معمار، عبادت گزار وشب زندہ دار، علما وطلبا کے محبّ ومحسن، اکابر کے میزبان۔ مرحوم نے سیکڑوں مساجد و مکاتب اپنے جیب خاص سے تعمیر کرائے۔ ''فلاحِ دارین'' میں طویل طویل قیام فرما کر اپنی نگرانی میں عمارتوں کی تعمیر آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ تعلق مع اللہ کا یہ حال تھا کہ گھنٹوں دعاؤں میں مشغول رہتے۔ افسوس کہ ۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ مطابق ۵ دسمبر ۲۰۱۲ء کو داعئ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ حق تعالیٰ اپنی رحمتِ خاص میں ڈھانپ لے، اور ان کے لگائے ہوئے اس گلشن کو ہمیشہ ہمیش شاداب وآباد رکھے۔ آمین!

تھیں، ملاقات کر کے سب لوگ حاجی یوسف صاحب کے مکان پر آ گئے۔ مغرب کی نماز ادا کر کے سب گھر والوں کے ساتھ کھانا کھایا، دیر تک مختلف موضوعات اور احوالِ سفر پر گفتگو ہوتی رہی۔

مدرسے کا جلسہ:

''سینٹ ڈنیس'' میں مسلمانوں نے ابتدائی تعلیم کا ایک مدرسہ کئی سال سے شروع کیا تھا۔ گجراتی مسلمانوں کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ جس ملک میں گئے، تجارت ومُلازَمت کے ساتھ وہاں انہوں نے مساجد ومکاتب کا نظام ضرور قائم کیا، اور اب تو ہر جگہ دعوتی مراکز بھی قائم کرتے جا رہے ہیں۔ **فللّٰہ الحمد!**

خاندانِ راوت نے ترکیسر مدرسے کے لیے جہاں مالی قربانی دی، وہاں اپنے بعض فرزندوں کو علمِ دین کی طرف بھی متوجہ کیا۔ حاجی موسیٰ راوت صاحب اور ان کے گھر والوں کی یہ زبردست قربانی اور دینی حمیت تھی کہ انہوں نے اپنے اکلوتے بیٹے کو پہلے ری یونین میں مکمل حافظ بنایا اور پھر مزید تعلیم کے لیے ''دارالعلوم فلاح دارین'' میں داخل کیا۔ اور ان کے حسنِ نیت کی برکت تھی کہ بچے نے نظام کی پابندی کے ساتھ طالبِ علمی کا زمانہ گزارا اور درجۂ فضیلت سے تکمیل کی۔ ایک سال مدینہ منورہ میں گزارا، پھر ری یونین واپسی ہوئی۔

مولوی خلیل احمد راوت صاحب نے وطن جا کر مذکورہ مدرسہ ''تعلیم الاسلام'' کی تعلیمی نگرانی بحیثیت مہتمم مدرسہ خالصۃً لوجہ اللہ اپنے ذمہ لی، اور اخلاص ولگن سے مدرسے کے کام میں لگ گئے، اور اسی کا نتیجہ تھا کہ مدرسہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔

بچوں اور والدین کی ہمت افزائی کے لیے انہوں نے سالانہ اجلاس کا سلسلہ بھی شروع کیا، جس میں فرانسیسی اور اردو زبان میں تقریریں؛ نیز قرأتیں پیش کی جانے لگیں۔ امسال اس جلسے میں خصوصی مہمان کی حیثیت سے اس ناچیز کو دعوت دی گئی۔

بچوں کا پروگرام بہت شاندار اور میری توقع کے خلاف تھا، بہت خوشی ہوئی، اور دل سے دعا نکلی۔ بچوں کے پروگرام کے اختتام پر حاضرین سے دینی بات ہوئی اور جلسہ دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

مدرسے میں بھی بعد میں حاضری ہوئی، اساتذہ محنتی اور اپنے کام میں مصروف نظر آئے۔ کسی بھی دینی ادارے کی ترقی سے خوشی ہوتی ہے، اور اس ادارے میں ''فلاحِ دارین'' کے فضلا کی محنت سے ترقی سے مزید خوشی ہوئی۔

اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرماوے، اور قبولیت سے نوازے۔ آمین!

مختلف مقامات کی سیر:

''ری یونین'' والوں کی عادت ہے کہ ہفتہ اور اتوار کو سب کام چھوڑ کر شہر سے باہر نکل جاتے ہیں۔ ہمارے قیام کے دوران حاجی یوسف راوت صاحب نے بعض پہاڑی مقام پر جانے کا نظام بنایا اور اپنے دوستوں کو بھی دعوت دی۔ گھر والے بھی ساتھ تھے۔ ایلیو پہاڑی پر گئے، دوستوں کی مجلس ہوئی، حاجی موسیٰ صاحب کے ساتھ مختلف جگہوں کی سیر کی۔ واپسی میں جناب ملا صاحب کے گھر ٹھہرے جو سلاتوی نامی جگہ میں مقیم تھے، نیک اور ملنسار آدمی تھے۔ اب تو وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں، خدا مغفرت فرماوے۔ آمین! اتوار کی شام ''سینٹ ڈینس'' پہنچ گئے۔

حافظ ابراہیم کی آمد:

جمعہ کا دن تھا، نماز کے بعد دوسری صف میں نظر ڈالی تو حافظ ابراہیم صاحب جو نیروبی میں سعودی سفارت خانے میں ''الملحق الدینی'' کے عہدے پر ہیں، اور ''زامبیا'' سے آتے ہوئے ہوائی جہاز میں ان سے ملاقات ہوگئی تھی۔ سلام پھیرتے ہی ان پر نظر پڑی۔ سنن سے فراغت کے بعد ان سے ملاقات ہوئی، بہت محبت سے ملے۔ پتہ معلوم کیا تو دریا کنارے کسی بڑے ہوٹل کا نام اور کمرہ نمبر بتایا، ہم نے اگلے روز ملاقات کا وعدہ کرلیا۔

حاجی محمد بنا صاحب:

ہمارے مخلص دوست جناب حاجی محمد بنا صاحب جو اصلاً ''ترکیسر'' کے باشندے ہیں، اور سالہا سال سے ''ری یونین'' میں مقیم ہیں، ان کے ہمراہ دوسرے روز صبح ہوٹل پہنچے۔ ٹیلیفون سے آمد کی اطلاع کی تو حافظ صاحب تشریف لائے اور ''ری یونین'' کے مختلف مقامات اور خاص طور پر ''سینٹ پیر'' کے ''اسلامی سینٹر'' دیکھنے کا پروگرام بنایا۔

بندے کو مختلف پروگراموں میں شرکت کرنی تھی؛ اس لیے ان کے ساتھ سفر میں نہ رہ سکا۔ البتہ حاجی بنا ان کو اکثر مقامات پر ساتھ لے کر گئے، اور حافظ صاحب اس تعاون پر بہت خوش ہوئے۔ ''سینٹ پیر'' والوں کو رابطہ کی طرف سے امداد دلانے میں مددگار بھی ہوئے۔

مرکز اسلامی سینٹ پیر:

''ری یونین'' کے بعض مخلص علما نے ایک اسلامی مرکز شروع کیا ہے جس میں مولانا سعید اِنگار صاحب اور مولوی اسحاق گنگات صاحب کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔ اس کا دفتر سینٹ پیر مسجد کے ساتھ ہیں۔ عربی اردو کی کتابیں بھی جمع کی جارہی ہیں۔ بہت سے مفید رسائل فرنچ میں چھاپ کر تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور ایک ماہنامہ ''الاسلام'' نامی بھی ہر ماہ شائع ہوتا ہے جو کافی مقبول ہے۔

سینٹ پیر میں حاجی احمد ڈیسائی صاحب:

سینٹ پیر میں ہمارا قیام حاجی احمد ڈیسائی صاحب کے گھر رہا۔ حاجی احمد صاحب نانی نرولی کے باشندے ہیں اور بہت محبت واخلاص کے آدمی ہیں۔ موصوف نے ہماری بہت خدمت کی اور مختلف اہلِ وطن سے ملاقات کرائی۔

مسجد میں بیان:

سینٹ پیر کے قیام کے دوران مسجد میں تقریر کا بھی پروگرام رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر اور دینی تعلیم وتربیت کی اہمیت وضرورت پر بات کی گئی۔

علمائے کرام:

''سینٹ پیر'' میں علمائے کرام سے خوب ملاقاتیں رہیں۔ قاری عزیز راندیری صاحب، مولوی یعقوب بیمات صاحب، حافظ کروڈیہ صاحب اور مولوی منصور صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مولانا اسحاق گنگات صاحب شاید بیرونی سفر میں تھے؛ اس لیے ملاقات نہ ہوسکی۔

ٹانپو:

سینٹ پیر سے ٹانپو نامی قصبہ میں جانا ہوا، جہاں سلیمان پٹیل کا پودرا والے اوران کے بڑے بھائی غلام محمد پٹیل تجارت کرتے ہیں۔ پردیس میں اپنے گاؤں کے آدمی سے ملاقات سے بہت خوشی ہوتی ہے، پھر غلام محمد بچپن کا ساتھی بھی ہے۔اور سلیمان پٹیل کے گھر میں بھانجی ہے جو خالہ زاد بہن کی لڑکی ہے۔ان سب نے بڑی خاطر تواضع کی،مختلف پہاڑوں پر سیر کرنے گئے۔

لاب لینڈ کاف کے پہاڑ پر:

''لاب لینڈ کاف'' نامی پہاڑی ''ری یونین'' کی مشہور جگہ ہے، وہاں جانے کا راستہ پہاڑوں کے کنارے کنارے بہت پُر پیچ ہے۔ایک طرف بلند قامت پہاڑ تو دوسری طرف گہری گہری کھائیں دکھائی پڑتی ہیں۔ بہت سے مسافروں کو اس راستے میں قے اور دوران کی شکایت ہو جاتی ہے۔الحمدللہ! ہم تو کسی قسم کی تکلیف کے بغیر وہاں پہنچ گئے۔رویدرا کے ایک تاجر کے گھر قیام رہا۔

گرم پانی کے چشمے:

اس پہاڑی پر ایک جگہ گرم پانی ابلتا رہتا ہے، وہاں حکومت کی طرف سے غسل خانوں کا بہت اچھا انتظام ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ پیر کا درد اس جگہ غسل کرتے رہنے سے اچھا ہو جاتا ہے۔ہم نے بھی غسل کیا؛ البتہ بہت بلندی پر واقع ہونے کے سبب پورے علاقے میں کافی ٹھنڈک محسوس ہوئی، حتی کہ دوپہر میں بھی رضائیوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ بہر حال یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ باہر اس قدر ٹھنڈی اور اندر سے گرم چشمے ابل رہے ہیں۔ یہ سفر بہت دلچسپ رہا، شام کو گھر واپسی ہوئی۔

مولانا ممون:

اس بستی میں ''کوساڑی'' کے مولانا اسماعیل ممون صاحب(۱) مدرس وامامت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ذی علم اور بااخلاق عالم ہیں۔ملاقات ہوئی تو لپٹ گئے۔تواضع کی اور مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ماحول کی خرابی سے پریشان تھے،اپنی سی محنت جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ایک دن بازار جاکر دونوں بھائیوں کی دوکانیں بھی دیکھیں، اور دیگر اہلِ وطن سے ملاقاتیں کیں۔ پانچ یا چھ روز کے سفر کے بعد سینٹ ڈینس واپس آ گئے۔

سینٹ پول:

راستے میں ہمارے حاجی بھائی ماکدا صاحب، ہاشم صاحب، قاسم پٹیل صاحب اور جناب دور کیہ صاحب کی ملاقات کے لیے سینٹ ڈینس پول بھی ٹھہرے۔

جبل مومتائی پر:

سینٹ ڈینس میں مختلف دوستوں اور اہلِ تعلق کے گھر دعوتوں کا مسلسل سلسلہ جاری رہا۔مولوی خلیل احمد راوت صاحب نے ایک دو روز آرام کرنے مونتائی نامی

(۱) مولانا اسماعیل صاحب ممون (ولادت ۱۹۳۹ء): اپنے وطن ''کوساڑی'' میں حفظ کی تکمیل کی،۱۹۶۲ء میں ''دارالعلوم آنند'' سے سندِ فضیلت حاصل کی، پھر ۱۹۶۳ء میں ''دارالعلوم دیوبند'' سے دورۂ تفسیر کیا۔آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا فخرالحسن صاحب، حضرت مولانا معراج الحق صاحب، حضرت مولانا ظہورالحق صاحب، حضرت مولانا اسماعیل صاحب سنبھلی، حضرت مولانا اسماعیل صاحب مجادری رحمہم اللہ وغیرہ اکابر علما ہیں۔ ۱۹۶۹ء سے ''ری یونین'' کے شہر ''ٹانپو'' میں مقیم ہیں، اور وہاں درجۂ حفظ قائم فرما کر بیسیوں بچوں کو حافظِ قرآن بنایا۔۱۹۸۲ء میں نئی کوساڑی میں ''دارالقرآن'' کی بنیاد ڈالی، جہاں سے سیکڑوں حفاظ پیدا ہوئے۔ بڑے فکرمند، محنتی اور دریا دل آدمی ہیں۔حق تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرما کر دین وملت کی مزید خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

پہاڑی پر جانے کا پروگرام بنایا جو ''سینٹ ڈینس'' کے بالکل قریب ۲۰، ۲۵ منٹ کے فاصلے پر ہے اور عمدہ جگہ ہے۔ وہاں کی ہر پہاڑی کی طرح یہاں بھی کافی ٹھنڈک ہے۔ مولوی خلیل احمد صاحب کے اہلِ خانہ بھی ساتھ تھے، اچھا لطف رہا۔

قاضی صاحب کا انتقال:

ابھی ایک روز گزرا تھا کہ ''سینٹ ڈینس'' کے ایک معمر تاجر جناب قاضی صاحب لاجپوری کا انتقال ہوگیا۔ فون سے خبر ملی تو ہم نیچے آئے اور تدفین میں شرکت کی۔ قاضی صاحب علم دوست اور علما سے تعلق رکھنے والے، اردو کتابوں سے دلچسپی رکھنے والے ایرانی نسل کے آدمی تھے۔ گزشتہ روز اچھے تھے، یکایک کلمہ پڑھتے ہوئے آخرت کی طرف چل دیئے۔ غفر اللہ لہٗ!

مولانا یوسف بوڈھانوی:

مولانا یوسف بوڈھانوی ہمارے ''جامعہ ڈابھیل'' کے فضلا میں سے تھے، گو موصوف ہم سے اگلے درجے میں تھے، مگر ہم عصر تھے، اور صاف دل کے باغ و بہار آدمی تھے۔ ''ری یونین'' میں ''سینٹ اندرے'' نامی مقام پر تدریسی کام کرتے تھے۔ حاجی محمد بنا صاحب کے ساتھ ایک روز صبح تڑکے ان کے گھر پہنچ گئے۔ فجر کے بعد آرام کر رہے تھے، ان کو جگایا اور ملاقات ہوئی تو بہت ہی خوش ہوئے اور بے تکلف جو کچھ تھا ناشتے کے لیے حاضر کر دیا۔ ایک گھنٹہ ری یونین کے دینی حالات اور مدارس کی تعلیم وغیرہ موضوعات پر بات ہوتی رہی۔ اب ان سطور کی تحریر کے وقت تو وہ اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں۔ کینسر کے تکلیف دہ مرض میں مبتلا ہوگئے تھے، اور اسی میں جاں بحق ہوگئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً!

مولانا غلام حبیب صاحب نقشبندی:

پاکستان کے مشہور نقشبندی بزرگ حافظ غلام حبیب صاحب بھی اکثر ''ری یونین'' تشریف لاتے رہتے ہیں، اتفاقاً اس سفر میں وہ بھی موجود تھے۔ معمر ہونے کے باوجود کافی مضبوط اور جفاکش نظر آئے۔ اہل علم کے ساتھ اکرام کا معاملہ فرماتے تھے۔ تعارف ہوا تو بہت ہی محبت کا معاملہ فرمایا۔ قرآن مجید کے ساتھ ان کو خصوصی لگاؤ تھا، اور ذکر کی مجلسیں بھی خاص رنگ پیدا کرتی تھیں۔ ''ری یونین'' جیسے آزاد ماحول میں بہت سے نوجوان ان سے بیعت ہوکر پکے دیندار ہوگئے اور ان کا لباس ورہن سہن خالص اسلامی بن گیا۔ ہم نے حضرت سے ہندوستان تشریف لانے کی دعوت پیش کی تو مسرت کے ساتھ منظور فرمایا، اور پھر وعدہ کی تکمیل فرماتے ہوئے ایک روز واقعی بغیر اطلاع ''ترکیسر'' تشریف لائے۔ سالانہ جلسہ تھا، گجرات کے علما بھی تشریف فرما تھے، سب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے جلسے سے خطاب فرمایا، اور مدرسے کے لیے بہت ہی دعائیں کیں، اب حضرت والا بھی طویل علالت کے بعد رفیق اعلیٰ سے مل چکے ہیں۔ أعلی اللہ درجاتہ!

ایک دوروز کے لیے ایک مشہور پہاڑی پر بھی جانا ہوا، حاجی یعقوب راوت صاحب نے وہاں مکان خریدا ہے، بڑی پُر فضا اور ٹھنڈی جگہ ہے۔ گھر والے بھی ساتھ تھے؛ مگر ایسی جگہوں پر اگر علمی ذوق رکھنے والے چند دوست احباب ساتھ ہوں تو لطف دوبالا ہوجائے۔ حاجی یعقوب صاحب نے آرام پہنچانے کا سارا نظام کردیا تھا۔ ہمارے ہندوستان میں کشمیر کی جو فضا ہے بالکل وہی فضا یہاں نظر آرہی تھی۔

مولانا موسیٰ سیلوڑی:

ہمارے ایک دوست اور رفیق حج مولانا موسیٰ سیلوڑی صاحب بھی کئی سال سے یہاں مقیم ہیں۔ ذی استعداد اور صاحبِ مطالعہ عالم ہیں؛ مگر تیزیٔ طبع کے سبب علمی افادہ محدود سا ہو کر رہ گیا ہے۔ پھر بھی ان کے قدر دان موجود ہیں اور یکسوئی کے ساتھ دینی کام کر لیتے ہیں۔ ان کی ملاقات سے خوشی بھی ہوتی ہے کہ علمی ذوق کے آدمی ہیں۔ اصرار کر کے کمرے پر لے گئے، اور مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیالات ہوتے رہے، پرتکلف ناشتے سے بھی مہمان نوازی فرمائی۔

حاجی اسماعیل راوت صاحب کے مکان پر:

راوت فیملی کے جملہ افراد و دیگر محبین کے ہاں باری باری دعوتوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ حاجی اسماعیل بن غلام محمد راوت صاحب جو راوت خاندان کے ہونہار، قابل اور سمجھ دار نوجوان ہیں۔ انہوں نے بھی دعوت کا پروگرام بنایا جس میں خاندان کے دیگر افراد کو بھی شامل کر لیا۔ بظاہر یہ کھانے کی دعوت تھی؛ مگر اس کا مقصد ''فلاحِ دارین'' کے مسائل کے بارے میں مشورے اور پروگرام طے کرنا تھا۔ چناں چہ دو تین گھنٹے مختلف مسائل پر تفصیلی بات چیت ہوئی، ''دارالعلوم'' کی ضروریات پیش کی گئیں، اور اب تک کی کارکردگی نوجوانوں کو سمجھائی گئی۔ الحمدللہ! یہ مجلس بہت مفید اور کارگر ثابت ہوئی۔

یہ سفر حضرت مفکرِ ملت دامت برکاتہم نے جناب الحاج یوسف راوت صاحب مرحوم کی دعوت پر کتابوں کی خرید کے سلسلے میں فرمایا تھا۔ افسوس کہ یہ سفرنامہ تشنۂ تکمیل ہی رہا، لیکن اس کے چند علمی و تاریخی فوائد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے۔

سورت سے کراچی تک

مؤرخہ ۲۱؍نومبر ۱۹۸۸ء: ترکیسر سے پیر کے روز روانہ ہو کر سورت مقیم ہوئے، اور مؤرخہ ۲۲؍نومبر کو بمبئی پہنچے۔ بمبئی میں احباب سے ملاقاتیں ہوئیں، اور کوندھا اقامتی درسگاہ کی مسجد، اسکول اور دارالاقامہ کا نقشہ دیکھا۔ حاجی یوسف راوت صاحب نے اپنا تجارتی کام مکمل کیا، ''یونائیٹیڈ ویلفیئر کمیٹی'' کے اراکین سے مختلف معاملات پر تبادلۂ خیالات ہوئے۔

۲۵؍نومبر ۱۹۸۸ء جمعہ کو صبح شانتا کروز ایئر پورٹ سے فلائٹ نمبر ۴۰٦ کے ذریعہ دہلی روانہ ہوئے، ہوائی جہاز تاخیر سے اڑا؛ اس لیے پونے ایک بجے دہلی ایئر پورٹ پر اترے۔ نئی دہلی کے جدید ہوٹل میریڈین (Meridien) میں دو کمرے طے کر لئے گئے تھے، وہاں نماز ادا کی، ناشتے سے فارغ ہوئے اور فوراً حضرت مولانا

سید اسعد مدنی مدظلہٗ (۱) کی عیادت کے لیے ولنگڈن ہسپتال پہنچے۔ مولانا کافی کمزور ہوگئے ہیں، اور ان کی ہڈی کو نقصان ہوا ہے۔ وہاں اہلِ تعلق علما اور دیگر زائرین کی بڑی تعداد موجود تھی۔ حضرت مولانا مدظلہٗ کی عیادت کے بعد تبلیغی مرکز پہنچے، حضرت مولانا محمد عمر صاحب کی ملاقات مسجد میں ہوگئی (۲)۔ اس کے بعد مولانا ابراہیم دیولوی صاحب نے دعا کرائی (۳)، دعا کے بعد مولانا سلیمان جھانجھی صاحب (۴) کے ساتھ

(۱) ۶رفروری ۲۰۰۶ء کو ملک وملت کا یہ بے مثال قائد امت کو یتیم چھوڑ کر سوئے آخرت چل دیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃً!

(۲) لسان التبلیغ حضرت مولانا عمر صاحب پالن پوریؒ: مشہور مبلغ، بے مثال داعی، فاضلِ دارالعلوم دیوبند، مُجاز حضرت شیخ رحمہ اللہ۔ صغر سنی میں ہی والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ماں کی ممتا نے تربیت میں کمی نہ چھوڑی۔ بوڑھی ماں کی دعاؤں کی برکتوں سے دعوت وفکر اور علم وعمل میں وہ مقام حاصل ہوا جو کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ ۱۳رمحرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۱رمئی ۱۹۹۷ء کو، یہ آفتابِ عالم تاب افقِ دہلی میں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ رہے نام اللہ کا!

(۳) موصوف صوبۂ گجرات ضلع ''بھروچ'' کے بے مثال گاؤں ''دیولہ'' سے تعلق رکھتے ہیں، جہاں کی سرزمین حقیقی معنی میں علم خیز وعلم ریز ثابت ہوئی۔ آپ نے عربی تعلیم ''دارالعلوم اشرفیہ، راندیر'' میں حاصل کی۔ علم کی پیاس نے ازہرِ ہند جا پہنچایا اور ۱۹۵۴ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ، علامہ بلیاویؒ اور حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب رحمہ اللہ جیسی فخرِ روزگار شخصیات سے اکتسابِ فیض کر کے فراغت حاصل کی۔ حضرت قاری امیر حسن صاحبؒ سے اجازت بیعت وسلوک حاصل ہوئی۔ حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کے میخانۂ دعوت وفکر سے سیراب ہو کر دنیا بھر کو نہال کر دیا۔ موصوف اپنی دعوتی بصیرت اور اعتدال کے حوالے سے کافی شہرت رکھتے ہیں۔ ''مدرسہ کاشف العلوم، دہلی مرکز نظام الدین'' کی مسندِ حدیث کی آبرو ہیں ؎ خدا تا دیر سلامت رکھے☆ بہت ہی خوبیاں ہیں اُن میں

(۴) حضرت مولانا سلیمان جھانجھی صاحبؒ: تبلیغی جماعت کے اہم ذمے دار اور قوم وملت کے ہمدرد، گجرات کی مؤقر دینی وعلمی درسگاہ ''دارالعلوم اشرفیہ راندیر'' کے فاضل، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے خادمِ خاص۔ حضرت مولانا رحمہ اللہ رویدرا، ضلع بھروچ کے باشندے تھے۔ ۱۹۵۸ء میں فراغت پائی، فراغت کے بعد کچھ سال متعدد مقامات پر دینی ابتدائی تعلیم کے ساتھ اصلاحِ معاشرہ اور دینی بیداری کے لیے عمدہ خدمات انجام دیں، اور اس کے بعد اپنی زندگی تبلیغِ اسلام کے لیے وقف کرتے ہوئے تبلیغی مرکز نظام الدین دہلی منتقل ہوئے۔ تبلیغ کے سلسلے میں ملک وبیرون ملک کے متعدد اسفار فرمائے۔ ماہ ستمبر میں عمرہ کے ارادے سے حرمین شریفین تشریف لے گئے اور یہی سفر ان کے لیے سفرِ آخرت ثابت ہوا۔ ۸رستمبر ۲۰۰۷ء کو بحالتِ وضو جان جان آفریں کو سپرد کر دی۔ دنیا کے مقدس ترین قبرستان ''جنت المعلیٰ'' میں حضرت خدیجہؓ کے احاطے میں میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃً!

حضرت جی مدظلہٗ (۱) سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرت جی مدظلہ اپنے کمرے میں مطالعے میں مصروف تھے، اور کافی کمزور معلوم ہو رہے تھے، سلام ودعا کی درخواست کے بعد فوراً ہم باہر آگئے۔

حسنِ اتفاق سے مولانا سعید خان صاحب مدظلہٗ، مہاجر مدنی بھی - جو دہلی تشریف لائے ہوئے ہیں- موجود تھے، ان کی خدمت میں حاضری دی، اور ان کے قیمتی ملفوظات کو سننے کا موقع ملا (۲)۔ مولانا سعید خان صاحب نے عربی مدارس میں تعلیمی انحطاط کا افسوس کے ساتھ ذکر فرمایا، اور بعض آیات کی غلط تعبیرات کا ذکر فرمایا۔ نیز مولانا نے فرمایا کہ حدیث کی کتابوں میں ''کتاب الایمان''، اور ''اخلاقیات'' کی احادیث پر زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ نیز فرمایا کہ مختلف مسلک اور مختلف مذہبی فرقوں میں دعوت کے ذریعے ہی اتحاد پیدا کیا جاسکتا ہے۔ فرمایا کہ نظام الدین اور رائے ونڈ میں ہر فقہی مذہب کے لوگ جمع ہوتے ہیں، ان میں حنفی بھی ہیں، شافعی اور حنبلی بھی، اور اہلِ حدیث بھی۔

(۱) جماعتِ تبلیغ کے امیرِ ثالث، بانیٔ تبلیغ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کے مُجاز، تلمیذ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ، فاضل مرکز نظام الدین، ''مظاہر علوم سہارنپور'' کے سرپرست۔ ۲۰رفروری ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئے، آپ کے دورِ امارت میں کام کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہوئی۔ افسوس کہ ۱۰رمحرم الحرام ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۰رجون ۱۹۹۵ء کو رحلت فرما گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً!

(۲) مولانا سعید احمد خاں صاحب سہارنپوری ثم مکیؒ: جماعتِ تبلیغ کے عالمی رہنما حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ اور مولانا یوسفؒ کے فیض یافتہ اور معتمد، مظاہر علوم سہارنپور کے ہونہار فاضل، حضرت شیخ رحمہ اللہ کے محبوب شاگرد، عالمِ عرب کو دعوت وتبلیغ سے روشناس کرنے والی عظیم شخصیت۔ زندگی کا بڑا حصہ دیارِ رسول میں گزرا، آخر عمر میں وہاں سے دور کئے گئے؛ مگر...... پہنچی روح وہیں پہ جہاں کا خمیر تھا...... آخر رجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹۹۸ء کو بقیعِ غرقد میں دفن ہو کر جوارِ رسول کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً!

مولانا سعید خان صاحب کی مفید گفتگو اور چائے کے بعد ہم مولانا احمد لاٹ صاحب اور مولانا عبید اللہ صاحب سے ملے۔ برادرِ مکرم شریف بھائی بمبئی والے اور جناب حافظ عبد اللہ صاحب کے ساتھ ویزا کے سلسلے میں گفتگو کی اور ''نعمت کدہ'' میں کھانا کھایا۔

کھانے سے فارغ ہوکر ''جمعیۃ العلما'' کے دفتر ''مسجد عبد النبی'' میں پہنچے۔ مولانا فضیل احمد قاسمی صاحب بہت محبت سے ملے۔ مولانا ویسٹ انڈیز، امریکہ، کینیڈا، اور برطانیہ کے سفر سے واپس آئے ہیں، انہوں نے گجرات کے علما اور خصوصاً فلاحی علما کی خدمات کا بہت مسرت کے ساتھ ذکر فرمایا۔ مولانا اسرار الحق مدظلہٗ بھی تشریف لائے، اور ان سے بھی مختصر گفتگو ہوئی۔ موصوف آسام کے کسی مسئلے میں صبح سے متعلقہ دفاتیر میں رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں، اور کافی مصروف تھے۔ مولانا فضیل احمد صاحب نے اصرار سے چائے اور ناشتے سے تواضع کی، ہفت روزہ ''الجمعیۃ'' کے پچھلے شمارے عنایت فرمائے، اور ہم ہوٹل واپس آگئے۔ رات کو آرام کرکے صبح نماز اور ناشتے سے فارغ ہوکر جلال آباد جانے کی تیاری شروع کی۔

۲۶/۱۱/۱۹۸۸ء شنبہ: ۸:۳۰ بجے مولانا حماد صاحب گاڑی لے کر ہوٹل تشریف لائے، مختصر گفتگو کے بعد ہم لوگ سامان جمع کرکے جلال آباد روانہ ہوگئے۔ تقریباً ۴ رگھنٹے کے سفر کے بعد ہم ۱۲:۳۰ ربجے جلال آباد پہنچے۔ سب سے پہلے مولانا عنایت اللہ منوبری سے ملاقات ہوئی، مولانا صاحب گیارہ سال سے جلال آباد میں مقیم ہیں، فراغت کے بعد اب مدرس بھی ہیں اور حضرت والا سے اصلاحی تعلق قائم

کئے ہوئے ہیں۔ فوراً حضرت والا کی خدمت میں سلام کے لیے پیش کیا(۱)، جلال آباد پہنچنے کے سلسلے میں تار کیا گیا تھا؛ مگر افسوس کہ تار نہیں پہنچا، مگر حضرت والا نے بہت ہی بشاشت سے ملاقات فرمائی۔

تھوڑی دیر خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد حضرت والا سے آرام کی اجازت طلب کی، حضرت نے فرمایا: ضرور آرام کرلیا جائے کہ جسم کی صحت کا خیال رکھنا بھی شرعاً فرض ہے۔ اور ارشاد فرمایا کہ شریعت نے جسم اور روح دونوں کی صحت کا حکم فرمایا ہے؛ مگر لوگ جسمانی صحت کا خیال رکھتے ہیں، لیکن روحانی صحت کی طرف توجہ بہت کم ہے۔ اس مختصر ملاقات کے بعد ہم لوگ مہمان خانے میں آگئے، دوپہر کا کھانا کھایا، اور تھوڑی دیر آرام کرکے ظہر کی نماز کے لیے حضرت والا کے ہمراہ مسجد گئے۔ نماز سے فراغت کے بعد پھر آرام کے لیے مہمان خانے کے کمرے میں آگئے۔ ۳:۳۰ ربجے حضرت والا کی خدمت میں حاضری دی، عصر کے بعد ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ مدرسے کے معائنہ کے لیے گئے، کتب خانہ بھی دیکھا، وہاں بعض قلمی کتابیں بھی دیکھی گئیں۔ گجرات کے طلبا خصوصاً فلاحی فارغین سے مل کر قلبی مسرت ہوئی، مغرب کی نماز مدرسے کی مسجد میں ادا کی، اور واپس مہمان خانہ حاضر ہوگئے۔

(۱) اِس سے مراد مسیح الامت، حضرت اقدس مولانا مسیح اللہ خان صاحب شیروانی جلال آبادی رحمہ اللہ ہیں۔ آپؒ بزمِ اشرف کے روشن چراغ، ''دارالعلوم دیوبند'' کے مشہور فاضل، ''مدرسہ مفتاح العلوم'' جلال آباد کے بانی مبانی، حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ کے انتہائی معتمد، اور سیکڑوں لوگوں کے شیخ و مرشد تھے۔ ۱۳/ نومبر ۱۹۹۲ء کو جلال آباد میں وفات ہوئی، اور وہیں ابدی خوابگاہ ہے۔

مغرب کے بعد کھانا کھایا، اور مکرم مولانا سید عبدالرحیم صاحب کے ساتھ مدارس کے موجودہ خلفشار پر گفتگو ہوتی رہی۔ حاجی یوسف صاحب سفر کی تھکن کے سبب کچھ علیل ہوگئے تھے؛ اس لیے اول وقت پر عشا کی نماز ادا کی اور بستر پر آرام کرنے لگے۔ بندے نے حضرت والا کے کمرے میں نمازِ عشا ادا کی اور فلاحی طلبا کے ساتھ بہت دیر گفتگو ہوتی رہی۔ فلاحی طلبا نے گنا کی کھیر سے تواضع کی اور ہر طرح آرام پہنچاتے رہے۔

۱۹۸۸/۱۱/۲۷ء اتوار: صبح کی نماز مسجد میں حضرت والا کے ساتھ ادا کی، نماز سے قبل فلاحی طلبا چائے کا نظم کر چکے تھے۔ کچھ دیر آرام کیا، مولانا عبدالرحیم صاحب دوبارہ تشریف لائے، مولانا نے چائے سے تواضع فرمائی۔ ’’مکتبہ فیضِ اشرف‘‘ میں حاضر ہوئے، اور بعض کتابیں خریدیں۔ اردو اخبار بھی دیکھا۔ ۸:۳۰ بجے ناشتے سے فارغ ہوکر حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے فرمایا آپ لوگ بہت مختصر وقت لے کر آئے ہو، اس کے بعد دعا فرماتے رہے۔ اور ’’حیاۃ المسلمین‘‘ کی اہمیت بیان فرمائی، اور اس کا ایک ایک نسخہ ہدیۃً عنایت فرمایا؛ نیز حضرت مولانا تھانویؒ کا ایک وعظ بھی عنایت فرمایا۔ بھائی جان نے بھی ایک کتاب ہدیۃً مرحمت فرمائی کہ ’’شوریٰ ہیئت حاکمہ نہیں ہے‘‘(۱)۔ مصافحہ کے بعد ہم دہلی کے لیے روانہ ہوئے، ایک بجے ہوٹل پہنچے، ظہر ادا کر کے آرام کیا اور کھانا کھایا۔ شام پانچ بجے صنعتی میلہ دیکھنے گئے، صنعتی میلے میں ہندوستان کے مختلف صوبوں کی مصنوعات رکھی تھیں،

(۱) دارالعلوم دیوبند کے قضیۂ نامرضیہ کے سلسلے میں حضرت والا کی طرف سے مذکورہ کتاب ترتیب دی گئی تھی۔

جو بہت وسیع وعریض علاقے میں پھیلا ہوا ہے۔ ہم نے چند کمروں میں گشت لگایا، ہندوستان نے ۴۰/سال میں جو ترقی کی ہے، اس کی جھلک نظر آئی، روس اور مغربی جرمنی کی مصنوعات بھی دیکھیں۔ ہمارے دیہات کے لوگوں کو اس قسم کے صنعتی میلوں کو ضرور دیکھنا چاہیے؛ تاکہ جس تیز رفتاری کے ساتھ ملک ترقی کر رہا ہے، اس سے واقفیت ہو۔ ۸/ بجے کے قریب ہوٹل آئے، تھوڑا آرام اور عشا کی نماز ادا کر کے ’’کریمی نعمت کدہ‘‘ میں کھانا کھانے گئے۔ آج کے سفر میں اور صنعتی میلے کے گشت میں تعب ہوگیا تھا؛ اس لیے فوراً بستر پکڑ لیا، الحمدللہ رات آرام سے گزری۔

۱۹۸۸/۱۱/۲۸ء پیر: صبح پونے چھ بجے بیدار ہوئے، ضروریات سے فارغ ہوکر فجر کی نماز باجماعت ادا کی۔ چائے منگوائی گئی، اور پھر غسل وغیرہ کر کے تھوڑی دیر آرام کیا۔ اور پھر ’’جمعیۃ العلما‘‘ کے دفتر پر فون سے رابطہ قائم کر کے مولانا فصیح الدین صاحب کی خیریت معلوم کی۔ اور وہاں سے پھر نظام الدین مرکز گئے، دوپہر کا کھانا کھایا، بزرگوں سے ملاقات ہوئی، اور ہوٹل آ کر آرام کیا۔ اس کے بعد محترم شریف بھائی کے ساتھ پاک سفارت خانہ جا کر ویزا حاصل کیا، اور پھر ہوٹل آ گئے۔ شام کا وقت پالیکا بازار کی سیر میں نکالا، پھر مختصر ناشتہ کر کے آرام کیا۔ مولانا فضیل صاحب اور مولانا حماد صاحب تشریف لائے، انہوں نے اجمالاً ’’جمعیۃ العلما‘‘ کی خدمات پر روشنی ڈالی، اس کے بعد بستر پر لیٹ گئے۔

۱۹۸۸/۱۱/۲۹ء منگل: صبح اٹھ کر فجر کی نماز ادا کی، حاجی یوسف صاحب کچھ علیل تھے؛ اس لیے انہوں نے آرام کرنے کا ارادہ فرمایا۔ بندہ ’’جمعیۃ العلما‘‘ کے

دفتر گیا، وہاں مولانا فضیل صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے ناشتہ کا انتظام فرمایا۔ دفتر میں مولانا اسعد مدنی مدظلہٗ کے فرزند احمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مولانا ابوالقاسم بنارسی صاحب سے بھی اتفاقاً ملاقات ہوئی، نشتر صاحب، مولانا سالم جامعی ایڈیٹر ''الجمعیۃ ویکلی'' سے بھی بات چیت کا موقع ملا۔

مولانا فضیل صاحب سے طلبا کے ویزا کے سلسلے میں تفصیلی گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد مولانا حماد صاحب کے ہمراہ ایئر کے ٹکٹ کے لیے ''کناٹ پیلیس'' آگئے، وہاں امید افزا جواب نہ ملنے پر واپس ''نظام الدین'' پہنچ گئے، مکرم شریف بھائی صاحب سے ملاقات ہوئی اور ان کو پاسپورٹ سپرد کیا۔

دوپہر کو ''جامع مسجد'' کے علاقے میں گئے، کھانا کھایا، ''مکتبہ رشیدیہ'' میں چند مصری کتابوں کا آڈر دیا، ظہر کی نماز ادا کی اور واپس ہوٹل آگئے۔

۴:۳۰ ؍بجے مولانا عمید الزماں صاحب کو فون کیا اور ان سے ملاقات کے لیے ذاکر نگر، اوکھلا، روانہ ہوا۔ ان سے ۳؍سال کے بعد ملاقات ہورہی تھی، بہت تپاک سے ملے۔ انہوں نے ذاکر نگر میں ''موڈل اسلامیہ اسکول'' کھولا ہے، اور اپنا ذاتی مکان بنوالیا ہے۔ گھر کے احوال دریافت کرتے رہے، چائے اور ناشتہ بھی تیار کروایا، مغرب کی نماز انہی کے کمرے میں ادا کی، اور تقریباً سات بجے ''مسجدِ عبدالنبی'' دفتر ''جمعیۃ العلما'' میں حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔

۸؍بجے عشا ادا کی، اور دعوتِ طعام میں حاضری دی۔ اتفاق سے قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری، مولوی بشیر احمد صاحب فیض آبادی اور مولوی انور صاحب

بجنوری سے بھی ملاقات ہوگئی۔ نیز جدہ سے مولانا اسعد مدنی مدظلہٗ کے فرزندِ ارجمند سید احمد مدنی بھی تشریف لائے ہوئے تھے، ان سے بھی تفصیلی ملاقات ہوگئی۔ بہت اچھے اخلاق کے آدمی ہیں، انہوں نے جدہ کا پتہ لکھوایا اور ہم نے بھی مدرسے کا کارڈ پیش کیا۔

مولانا سید اسجد مدنی سلمہ نے پُر تکلف دعوت کا اہتمام کیا تھا، اصرار کر کے کھلاتے رہے، چائے سے فارغ ہوکر ۹:۳۰؍بجے ہوٹل آگئے۔ شریف بھائی موجود تھے، انہوں نے فرانس کے سفر کی کارروائی سنائی، اور تقریباً ۱۰:۳۰؍بجے نظام الدین کے لیے روانہ ہوئے۔

بدھ ۱۹۸۸/۱۱/۳۰ء: آج بدھ ہے، صبح ناشتہ اور غسل سے فارغ ہوکر پہلے، ولنگڈن ہسپتال میں حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہٗ کی عیادت اور آخری ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ مولانا کی صحت بہتر ہورہی ہے، مسرت کا اظہار فرمایا، ہم لوگ تھوڑی دیر کے بعد دعا کی درخواست کر کے نکل آئے۔ اور ''نظام الدین'' مرکز دعوت پہنچے، وہاں مختلف حضرات سے ملاقات ہوئی، شریف بھائی پی، آئی، اے کے ٹکٹ کا نظم کرنے نکلے اور ہم مولانا عبیداللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے(۱)، مولانا نے فرمایا: سورۂ یٰسین شریف میں جملہ اصولِ دعوت موجود ہیں۔

(۱) مولانا عبیداللہ صاحب بلیاویؒ: تبلیغی جماعت کے روحِ رواں، ''مدرسہ کاشف العلوم دہلی مرکز'' کے سابق شیخ الحدیث، حضرت شیخ رحمہ اللہ کے مُجازِ بیعت، ''مظاہر علوم سہارنپور'' کے قابلِ فخر فاضل، مشہور مبلغ، حجاز کے سابق امیرِ تبلیغ، افسوس کہ امت کا یہ قیمتی سرمایہ ۱۵؍فروری ۱۹۸۹ء کو ہم سب کو داغِ مفارقت دے کر چل بسا۔

اللّٰھم اغفر له وارحمه و أسكنه في بحبوحة جنانک. آمین!

مولانا عبیداللہ صاحب کو بہت سے عوارض ہیں، ایک تکلیف یہ ہے کہ بات کرتے کرتے غنودگی طاری ہوجاتی ہے؛ اس لیے یہ قیمتی باتیں مکمل نہ ہوسکیں۔ مولانا نے بہت شفقت سے چائے بسکٹ سے تواضع فرمائی۔ گفتگو جاری تھی کہ مولانا کے عزیز جناب ڈاکٹر عبدالباری انجم صاحب جدہ سے تشریف لائے، ان کی والدہ مکرمہ کا چندروز پہلے وصال ہوگیا تھا، مولانا نے ان کو تسلی دی اور حاضرین سے تعارف کرایا۔ انجم صاحب قاہرہ میں ۲۴/سال رہ چکے ہیں، اردو، فارسی، عربی کے ماہر ہیں، اور اس وقت جدہ میں ریڈیو پر ہیں۔ ۱۲/بجے دعا میں شرکت کرکے حضرت جی دامت برکاتہم سے آخری ملاقات کی، اور ہوٹل آگئے۔ تھوڑی دیر آرام کیا، نماز ادا کرکے ۳۰:۱۵/کو ایرپورٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ دہلی میں پہلے ''پالم'' کا ہوائی اڈہ تھا؛ مگر اب اندرا گاندھی، بین الاقوامی جدید ہوائی اڈہ بن چکا ہے۔ حاجی یوسف راوت صاحب اور ان کے رفقا کا ٹکٹ تو اوکے تھا اس لیے وہ روانہ ہوگئے؛ مگر بندہ کو جگہ نہ مل سکی، بہت کوشش کے باوجود کوئی سیٹ نہ ملی، اور ہم شریف بھائی کے ساتھ سامان لے کر ''نظام الدین'' واپس آگئے۔ مغرب کی نماز ایرپورٹ پر ہی ادا کرلی گئی تھی، مرکز میں مولوی یعقوب صاحب کے کمرے میں قیام ہوا۔ مولانا احمد لاٹ صاحب تشریف لائے اور بہت ہی محبت سے گفتگو فرماتے رہے۔ دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں لوگوں میں غلط خیالات نیز دینی مراکز کے موجودہ انتشار کے سلسلے میں تفصیلی بات ہوتی رہی۔ انہوں نے کھانے کا نظم فرمایا اور ساتھ ہی کھانا تناول فرمایا۔ نو بجے کے بعد عشا کی نماز ادا کی۔ نماز سے قبل میرے مخلص دوست مولانا الیاس صاحب بارہ بنکی- جو مرکز میں

مدرس بھی ہیں- سے ملاقات ہوگئی، تو بہت خوشی ہوئی۔ نماز کے بعد مولانا اظہار صاحب(۱) نے کتاب سنائی اور اس کے بعد کمرے میں آکر آرام کیا۔ عزیزم مولوی عبداللہ جھانجھی سلمہٗ (۲) نے بستر وغیرہ کا انتظام کیا اور بہت خدمت کرتے رہے۔ جزاہ اللّٰہ خیرا!

جمعرات یکم دسمبر ۱۹۸۸ء: صبح نماز سے پہلے اٹھے، وضو، نماز سے فارغ ہوگئے، تو فجر کی جماعت سے قبل حافظ محمد یوسف بورسدی سلمہٗ چائے اور بسکٹ لائے، اور پھر مسجد میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب مدظلہ کے قریب جگہ ملی، مولانا موصوف نے فرمایا کہ میری یہ عادت ہے کہ علمائے کرام سے عرض کرتا ہوں کہ میرا بیان تنقیدی نقطۂ نظر سے سنیں، اگر کوئی بات ہو تو ضرور فرمادیں۔ بہرحال یہ بات تو مولانا کے تواضع اور حسنِ اخلاق پر دلالت کرتی ہے، مولانا نے پورے ڈھائی گھنٹے تقریر فرمائی، پھر تشکیل ہوئی۔ ناشتے سے فارغ ہوکر ہم شریف بھائی کے ساتھ ٹکٹ کے لیے ٹراویل ایجنٹ کے پاس پہنچے۔ ۳۰:۱۱/بجے یہ اطلاع ملی کہ پی، آئی پر ایرانڈیا کے لیے انڈورز ہوگیا ہے، اور ہم کو فوری طور پر ایرپورٹ جانا ہے۔ آج بھی ٹکٹ اوکے نہیں تھا؛ اس لیے ڈھائی گھنٹے پریشانی میں گزرے، اور بالکل مایوسی

(۱) مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ: عظیم مبلغ، ''مظاہر علوم سہارنپور'' کے فاضل، ''مدرسہ کاشف العلوم دہلی مرکز'' کے مدرسِ حدیث، مجلسِ شوریٰ ''مرکز نظام الدین'' کے سرپرست، ۳/ستمبر ۱۹۱۹ء میں ولادت ہوئی، اور ۱۳/اگست ۱۹۹۶ء کو رحلت فرمائی۔ رحمہ اللّٰہ رحمۃ واسعۃً! ...... (۲) مولانا عبداللہ جھانجھی صاحب دام ظلہ: صاحب زادۂ گرامی حضرت مولانا سلیمان صاحب جھانجھیؒ، فاضل ''دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر''، رکنِ شوریٰ ''دارالعلوم مرکز اسلامی'' اور اکابر کے محبّ ومیزبان۔ حق تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

ہوگئی؛ مگر اتفاقاً ایک ٹکٹ بالکل آخری وقت پر قبول کرلیا۔ کسٹم کی کارروائی بہت جلد ہوگئی، اور ہم انتظار کے کمرے میں آگئے۔ ہوائی جہاز لیٹ ہوگیا تو عصر کی نماز وہیں ادا کرلی۔ ۴:۴۵ر بجے ہوائی جہاز میں داخل ہوگئے اور پندرہ منٹ میں جہاز کراچی کی جانب پرواز کرنے لگا، کوئی دو گھنٹے میں ہم کراچی ایرپورٹ پہنچ گئے۔ کسٹم میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی جانچ ہوئی۔ چوں کہ میرے پہنچنے کی کوئی اطلاع نہیں تھی اس لیے کوئی شناسا ہوائی اڈے پر نہیں تھا؛ مگر حاجی موسیٰ صاحب اور دیگر متعلقین ٹیلیفون کا انتظار کررہے تھے۔ بندہ ٹیکسی کرکے ۹ر بجے حاجی موسیٰ ڈیسائی صاحب کے مکان پہنچ گیا۔ وہاں بہت سے احباب بیٹھے ہوئے تھے، پُرتپاک ملاقاتیں ہوئیں، پھر عشا کی نماز ادا کرکے کھانا کھایا، رات دیر تک پُرلطف مجلس رہی اور پھر آرام کیا۔

جمعہ ۲ر دسمبر ۱۹۸۸ء: صبح فجر ادا کرکے غسل وغیرہ سے فارغ ہوئے، ناشتہ کیا، اور بندے نے ڈیفنس سوسائٹی کی مسجد دیکھی۔ یہ مسجد کراچی کی بڑی مساجد میں ہے اور اپنے مخصوص طرزِ تعمیر اور وسعت میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ مسجد کے اندر کے حصے میں تین ہزار آدمی نماز ادا کرسکتے ہیں، اور صحن وغیرہ میں کل ۳۵۰۰۰ر ہزار آدمی کے لیے گنجائش ہے۔

جمعہ ۳ر دسمبر ۱۹۸۸ء: آج جمعہ ہے، فجر کی نماز وتلاوت سے فارغ ہوکر ناشتہ کیا اور غسل کیا۔ جمعہ کی نماز قریب کی مسجد میں ادا کی، مسجد صاف ستھری ہے، امام صاحب کے خطبے سے قبل مولانا صاحب کی تقریر ہورہی تھی۔ اس کے بعد خطبہ شروع ہوا، امام صاحب اچھے حافظ ہیں؛ مگر عالمیت کی تکمیل نہیں کی، خطبہ کے بعض الفاظ کی

ادائیگی سے اس کا اندازہ ہوگیا تھا، نماز کے بعد ملاقات پر تصدیق بھی ہوگئی۔ نماز کے بعد کھانا کھایا۔ شام کو ''جامعہ اسلامیہ کلنٹن'' کی زیارت کے لیے گئے، عصر کی نماز وہاں ادا کی۔ یہ نیا مدرسہ ہے، اور اس کی بنیاد مولانا مفتی محی الدین صاحب نے ڈالی ہے۔ کلنٹن کا علاقہ کراچی کے اچھے علاقوں میں شمار کیا جاتا ہے، وزرا واُمرا کا قیام اس علاقے میں زیادہ ہے۔ مدرسے کی عمارت سلیقے کی ہے؛ مگر اب طلبا کی رہائش کے لیے دارالاقامہ ناکافی ہورہا ہے۔ پاکستان میں جمعہ کو دفاتر بھی بند رہتے ہیں، مدرسے میں بھی تعطیل تھی؛ اس لیے تعلیمی معیار نہ جان سکے، مدرسے کی زیارت سے فارغ ہوکر دریا کے قریب سیر کرتے ہوئے مکان واپس آگئے۔

شنبہ ۴ر دسمبر ۱۹۸۸ء: آج نماز اور ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر مدرسے کی کتابیں خریدنے ''آرام باغ'' گئے، اور کتب خانہ نور محمد، میر محمد اور قدیمی کتب خانہ سے فہرست میں سے جو کتابیں مل سکیں خرید کرلی گئیں۔ مفتی محی الدین صاحب اور ان کے مدرسے کے ایک استاذ حافظ احمد مانگرولیہ صاحب میرے ساتھ تھے۔ حاجی موسیٰ ڈیسائی صاحب کے فرزند بھائی اقبال سلمہٗ بھی ہمراہ رہے۔ دو بجے مکان آگئے، اور کراچی کے مشہور ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھایا۔ یہ ہوٹل پنج تارہ ہے، صفائی سلیقہ میں ممتاز، کھانے ہر طرح کے موجود، آدمی اپنی پسند کے مطابق خود لے کر کھالیتے ہیں۔ کھانے کے بعد مختلف قسم کی میٹھی چیزیں اور پھل موجود نیز پیٹ بھر کر کھانے کی گنجائش؛ مگر یہ سب کچھ اونچے درجے کے لوگوں کے مناسب، متوسط درجہ اور غریب لوگوں کے لیے اس کا تصور مشکل ہے۔ کھانا کھا کر شہر میں تھوڑی سی سیر کی اور شام گھر واپس آگئے۔

اتوار۵؍دسمبر۱۹۸۸ء: آج صبح بنوری ٹاون ''جامعۃ العلوم الاسلامیہ'' میں حاضری دی، جناب بھائی اقبال صاحب اور ابراہیم قاضی صاحب میرے ساتھ تھے۔ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب، مفتی ولی حسن ٹونکی مدظلہ، اور مولانا مصباح الدین صاحب استاذِ حدیث وغیرہ اساتذہ سے مختصر ملاقات کی۔ حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر حاضر ہوکر دعا کی، اور اجازت لے کر نکل گئے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور سید سلیمان ندویؒ کے مزار پر حاضر ہوئے، اور دعا کرتے ہوئے مکان آگئے۔ مدرسے میں بہت سے علما سے ملاقات نہ ہوسکی؛ اس لیے دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے گھر آگئے۔ گیارہ بجے پھر کتب خانوں کی طرف گئے، راستے میں ایک ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کی جو حضرت مولانا زوار حسین صاحبؒ کے خلفاء میں ہیں، اور شہر کے دیندار صاحب تقویٰ ڈاکٹروں میں ان کا شمار ہے۔ آج ''دارالاشاعت'' کراچی، ''علمی کتاب گھر'' وغیرہ سے بہت ضروری کتابیں دستیاب ہوئیں، اور ۱۲؍بجے روانہ ہوکر جلد گھر آگئے۔ آج ایک دوسرے بڑے ہوٹل میں کھانے کا نظم تھا۔

پیر۶؍دسمبر۱۹۸۸ء: آج ناشتے سے فارغ ہوکر دوبارہ اردو بازار گئے، اور کل کی جمع کردہ کتب لے کر واپس آگئے۔ آج حاجی یوسف صاحب کی روانگی کا دن تھا؛ اس لیے ترکیسر اور اطراف کے بہت سے افراد کو حاجی موسیٰ صاحب نے کھانے پر جمع کرلیا تھا، گھر پر ہی پُرتکلف دعوت ہوئی۔ ظہر کی نماز ادا کی، اور مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ ۳:۳۰؍بجے بین الاقوامی ہوائی اڈہ پہنچے اور حاجی یوسف راوت صاحب عمرہ کرنے جدہ کے لیے روانہ ہوگئے، ہم لوگ گھر آگئے۔

منگل ۷؍دسمبر۱۹۸۸ء: آج ناشتے سے فارغ ہوکر سیدھے ''جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاون'' پہنچے اور مولانا احمد الرحمٰن صاحب مدظلہٗ سے ملاقات کی۔ انہوں نے پورے مدرسے کی سیر کرائی، گھر لے جاکر ناشتہ کروایا۔ مفتی یوسف صاحب لدھیانوی مدظلہٗ مدیرِ ''بینات''، مولانا عبد الرشید نعمانی مدظلہٗ صاحبِ ''ابن ماجہ اور علم حدیث'' اور مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحب سے ملاقاتیں بہت مفید رہیں۔ ان حضرات نے بہت سی قیمتی کتابیں پیش کیں۔ دوپہر کا کھانا مہمان خانے میں کھایا، ظہر مسجد میں ادا کی، نماز کے بعد تنویر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد ملیر مدرسے کی شاخ دیکھنے گئے، وہاں سے ''جامعہ فاروقیہ'' اور سہراب گون جواب گلشنِ عمر کہلاتا ہے پہنچے اور مغرب کے بعد گھر واپس آئے۔

بدھ ۸؍دسمبر۱۹۸۸ء: آج فجر کی نماز اور ناشتے سے فارغ ہوکر ''دارالعلوم کراچی'' جانے کی تیاری کی، جناب قاضی ابراہیم صاحب، اقبال صاحب، جناب گورا پٹیل صاحب، حافظ احمد مانگرولیہ صاحب اور جناب یوسف بھائی وراچھیہ صاحب کے ساتھ ۱۰؍بجے کورنگی پہنچے۔ پہلے استقبالیہ میں تھوڑی دیر رہے، اس کے بعد مولانا تقی عثمانی صاحب کے دفتر میں حاضری دی۔ مولانا تقی عثمانی مدظلہٗ سے تعلیم کے مسئلہ پر تبادلۂ خیالات ہوئے، انہوں نے اپنا ایک مقالہ پیش فرمایا، جو دینی مدرسوں کے بارے میں لکھا تھا۔ دارالعلوم کی عمارتیں بہت وسیع وعریض جگہ میں سلیقے سے بنائی گئی ہیں، دفاتیر، دارالاقامہ، مسجد، درسگاہیں اور کتب خانہ ایک ہی احاطے میں ہے۔ حضرت مولانا تقی عثمانی مدظلہٗ نے کتب خانہ بتلایا، اور پھر چائے ناشتے کے بعد مولانا نے اپنی بعض مطبوعات پیش کیں۔ ہم نے مولانا کو مدارس گجرات کی

زیارت کی دعوت پیش کی ''اضواء'' اور ''صوت الحق'' بھی پیش کیا۔ اس کے بعد بھائی شبیر احمد صاحب کی فیکٹری پر حاضری ہوئی، اور اس کا تفصیلی معائنہ کیا۔ ظہر کی نماز ادا کی اور شہر میں آ کر کھانا کھایا، اور اس کے بعد داؤد بھائی کے کارخانے میں حاضر ہوئے، اور چائے پی۔ اور ڈاکٹر غلام محمد صاحب خلیفہ سید سلیمان ندویؒ کی خدمت میں حاضری دی، ان سے ملاقات کر کے بہت مسرت ہوئی۔ ان کے دفتر میں ''معارف'' اعظم گڈھ نظر سے گزرا، اس میں بندے کا ایک مختصر مقالہ دیکھا گیا۔ ڈاکٹر صاحب سے اجازت لے کر ''معارف'' ساتھ لیا، اور اس کی کاپیاں بنائیں، رات گھر پر آ کر آرام کیا۔

جمعرات ۹/دسمبر ۱۹۸۸ء: آج ''مدرسہ تعلیم الاسلام'' دیکھنے کا نظام تھا۔ ۱۰:۳۰/ بجے وہاں حاضر ہوئے، اور وہاں کے پرنسپل صاحب - جو علی گڈھ کے تعلیم یافتہ ہیں - کے دفتر میں آئے۔ مولانا ریاض احمد صاحب سے ملاقات ہوئی، اس مدرسے میں دینی اور دنیوی تعلیم کے امتزاج والا نصاب ہے؛ مگر انگریزی اور عصری علوم کا غلبہ معلوم ہوتا ہے۔ مختلف درسگاہوں کے سامنے سے گزرے، اور پھر دفتر میں حاضر ہوئے۔ مولانا ریاض احمد صاحب نے علما کے اختلاف اور عصری تقاضوں سے ناواقفیت پر اپنے گہرے رنج کا اظہار فرمایا، نیز بنیادی تعلیم کی طرف سے بے اعتنائی اور ذکر کی کمی کا بھی شکوہ کیا۔

وہاں سے فارغ ہو کر ہم سورتی قبرستان پہنچے، مرحومین کے لیے دعا کی، اور جناب ابراہیم قاضی صاحب کے گھر دعوت میں شریک ہوئے۔ شام کا وقت کچھ ضروری چیزوں کی خریداری میں گزرا، رات ۱۱:۳۰/ بجے کے بعد آرام کیا۔

تاثرات جناب اثر صدیقی صاحب درشانِ حضرت مفکر ملت دام ظلہٗ

کہتے ہیں تیرا علم سَمُندر کی طرح ہے
فیضان تیرا شاخ گُلِ تر کی طرح ہے
کہتے ہیں تیرا علم سَمُندر کی طرح ہے
بٹتی ہے تیرے کوچے میں انوار کی سوغات
تو شہر میں خورشیدِ منوّر کی طرح ہے
مستوں کو پلا دیتا ہے عرفان کی صہبا
کردار تیرا شیوۂ ساغر کی طرح ہے
ہر لفظ تیرا گوہرِ نایاب کے جیسا
ہر حرف تیرا حرفِ معطر کی طرح ہے
ہر آداب تجھے کہتی ہے، ہر رفعتِ افلاک
ہر قلم تیری دولتِ شہِ پر کی طرح ہے
تجسیم ہوتے سنگ تیرا دستِ ہنر سے
ہر درس تیرا تیشۂ آزر کی طرح ہے
تہذیب تیری ایک دبستانِ مکرّم
توفیق تیری مسلکِ عنبر کی طرح ہے
تو خطۂ ساحل پہ ہے اک نور کا مینار
گہرائیٔ دریا میں شناور کی طرح ہے
قرطاسِ عقیدت پہ آثر دے دے گواہی
اس عہد میں وہ شان قلندر کی طرح ہے

الباب الرابع

نبضات

القلب الواعي

مقالات و إنطباعات قدمها

سماحة الداعية الإسلامي العظيم فضيلة الشيخ

عبد اللّٰه بن اسماعيل الكافودروي

في مختلف الندوات العلمية و المجالس الأدبية،

نشرتها المجلات المؤقرة في أزمنة مختلفة.

هٰكذا ينهار الباطل

عند ما كان المسلمون في أنحاء العالم الإسلامي الدانية والقاصية ينتظرون بالفرح والسرور بعد حلول ذي الحجة الحرام للعام الماضي إلى طلوع الفجر لعيد الأضحى المبارک؛ إذ بشروا بانهزام الباطل وفشل ذلک الباطل الذي كان رافعا رأسه منذ ثماني حجج تقريبًا، والذي كان مصابا بجنون العظمة والقوة المصطنعة المختلقة، ففعل ما فعل من الأفاعيل الاستبدادية والوحشية، واستمر في سلوكه العنادي المتعنت ضد الرأي العالمي الراغب في الأمن والسلامة، وعودة الأوضاع والظروف العالمية المتوترة، الملتهبة، المكهوبة بسبب البغضاء والعداء التقليدي بين القوتين العظيمتين إلى الاستقرار والاطمينان.

بشر المسلمون بالإعلان عن قبول قرار مجلس الأمن العالمي رقم ٥٩٨ بصدد إنهاء الحرب الإيرانية العراقية المشئومة، وذلک من قبل قائد هذه الحركة الشيعية الباطلة الذي تولى كبر هذه الحرب المشئومة، التي راحت ضحيتها الآلاف المؤلفة من الأبرياء، وامتصت القناطير المقنطرة من ثروة الدول الإسلامية الهائلة.

فحقا إن الاعتراف بهذا القرار مع عدم استساغته لحلقوم الخميني، واعتباره سما كان يشربه هو المعلم البارز لانهزام هذا الباطل وزهوقه، ولو تأوله بتأويلات والتجأ إلى تسويغات. فقد دمغ هذا الباطل فعلا عسكريا وهو دليل على إنهيار ما في قلوب أهله من عواطف الحماية والتقدير له، وهي البداية لمرحلة الفشل لأية حركة دينية أو نظام حكم سياسي.

ونحن كمسلمين أهل دين النصيحة العامة والداعي إلى السلام نرحب بل نستبشر بهذا الإعلان، ونقدر جميع الجهود المبذولة حاليا من قبل مجلس الأمن العالمي تحت إشراف أمينه العام، ومن الجهات الأخرى المحبة للأمن العالمي لإنهاء هذه الحرب. وندعو حكام إيران لأن يتخلوا عن مذهبهم الشيعي الباطل الهدام، ويعترفوا بالمذهب الحق الذي يخرج الناس من عبادة العباد "من ولاية الفقيه إلى عبادة اللّٰه وحده، إلى ولاية العلي القدير" ذلك الذي يدعو إلى احترام وتقدير جهود وتضحيات الرعيل الأول من جميع الصحابة، وعلى رأسهم الخلفاء الأربعة الأول الراشدين في سبيل نشر الدين بدل أن يوجه إليهم اللعن والتهم المصطنعة الكاذبة. وندعوهم لأن يعتذروا أمام مسلمى العالم عن تعنتهم واستمرارهم في التمسك بالباطل والدعوة إليه. وأن يعلنوا

أمام العالم مصرحين بأن الإسلام بريئ عن الظلم والاستبداد، والأعمال القمعية والإجراءات المخلة في الأمن العالمي، التي صدرت منهم طيلة حوالي ثماني سنوات الماضية، وألصقت على جبين الإسلام وصمة عار وظلم واستبداد. وندعوهم –إن لم يرضوا بالتخلي عن مذهبهم الهدام– لأن يسمحوا لأهل السنة الموجودين في إيران المضطهدين، لأن يمارسوا نشاطهم الديني العلمي والدعوى بالحرية. ويحسنوا الظن بقادة الدول الإسلامية المجاورة، ويقيموا معها العلاقات الودية الضامنة لأمن شعوبها، والحفاظ على مقدساتها، واحترام جوارها، وأن يتخلوا عن إلصاقهم تهم الكفر والنفاق والعمالة للأعداء. وندعو كذلك الطرف الآخر في هذه الحرب لأن يتظاهر بالحب المماثل والاحترام المتبادل حتى يستقر الأمن، ويجرب الشعب الإيراني هذه التجربة الشيعية: أتضمن له لتحقق أحلامه أم تخييبه فيها؟ فإن كانت الأخرى فيتخلى ويرجع إلى الإسلام الحق الذي لا يعترف إلا بولاية اللّٰه، وشريعته المتمثلة في كتابه وسنة نبيه المروية بألسنة الرعيل الأول من الصحابة، والمطبقة بسيرتهم وسلوكهم.

ثورة الخميني

الفتنة الكبرىٰ للأمة الإسلامية

مقالة أعدت لمؤتمر تحفظ الحرمين الشريفين بلندن

من ١/ إلى ٣/ يوليو ١٩٨٨ء

عهد الثورات:

بعد سنة ١٩٥٠م حدثت ثورات كثيرة في العالم الإسلامي، فثورة في مصر، و ثورة في سوريا، و ليبيا، والعراق، و السودان، وباكستان، و بنجلاديش وغير ذالک من البلدان العربية الإسلامية. و أكثرها كانت تحت شعار الوحدة، وإصلاح الاقتصاد في البلاد، ومنع الظلم عن العباد. وكان بعضها باسم الإسلام و نشر العدالة الاجتماعية الإسلامية، وغير ذالک من الشعارات والنعرات. والأمة الإسلامية كانت تفرح بهذه النداء ات، و تأمل من الحكام الجدد أنهم سيقيمون الدين، ويرصفون رأية الإسلام؛ و لكن مع الأسف أن جميع هذه النعرات كانت كاذبة و خادعة للأمة الإسلامية.

فكلما رسخت أقدام الثوار في البلاد، بطشوا على العباد، وعارضوا معارضة شديدة للإسلام و المسلمين، واستوردوا حلولا

غير إسلامية من الشرق أو الغرب، فَجَنَتْ على الأمة الإسلامية تفرقة وانشقاقًا و دمارًا و انحطاطًا فى الأخلاق، والهوان والذل في سباحة العالم.

وكان أكثر قواد هذه الثورات من العسكريين، لاصلة لهم بالدين إلا اسمًا و رسمًا؛ لأنهم تربوا في ظل الحضارة و الثقافة الغربية، القائلة بهذا المبدأ "دع مالقيصر لقيصر و ما لله لله" فكانوا هم و الذين أيدوا هذه الثورات، من المثقفين المقتنعين بنظرية فصل الدين عن الدولة، الساعين الجاهدين في فرض نظرية القومية، والوطنية في بلدانهم، على حساب الدين والعقيدة. فكان من المستبعد أن ينال الدين الإسلامي لديهم مكانا يجعلهم ينفذون مبادئه في مجالات الحياة المختلفة. وهكذا.....

فعم اليأس والقنوط في بلاد المسلمين، إلا أن بعض المخلصين من المؤمنين كا نوا من دعاة الحق، فسلكوا طريق السلف الصالح، من الصادقين المجاهدين، الذين لايخافون في الله لومة لائم. أولئک الذين شمروا عن ساقهم الجد في تهيئة أراضي صالحة لترعرع دوحة الإسلام الغناء وافرة الظلال، مع قيامهم بالمقاومة الشديدة ضد نوايا الحكّام، في تغريب المجتمع و تميعة الحضارة الإسلامية.

بريق أمل:

وكانت الأمة الإسلامية تمر بهٰذه المرحلة القاسية، مرحلة الصراع العنيف بين الحكام والدعاة؛ إذ سمع الناس أن حدثت ثورة في إيران، و أن قائد هذه الثـــورة ليس من العسكريين، ولامن السياسيين الماكرين؛ ولكن يقودها عالم من علماء المسلمين، وآية من آيات اللّٰه الإيرانيين، و إنه ليقصد إقامة الدين، ونشر تعاليم الإسلام، وتكون هذه الثورة نموذجاً صالحًا للحكومة الإسلامية و غير ذالک من الأقاويل.

ففرح المسلمون فرحًا شديدًا، وذالک لحبهم لدينهم، ولحبهم لنبيهم محمد صلى اللّٰه عليه وسلم. وأرسل رؤساء الجماعات الإسلامية برقيات التهاني إلى السيد الخميني وأنصاره، وبعضهم أرسلوا الوفد للتهاني والتأييد لهٰذه الثورة الإسلامية العظيمة.

و كانت أنظار العالم كله تنظر بلهف شديد إلى هذه الحكومة الإسلامية، و تلاحظ ماذايكون مصير هذه الثورة، وكيف يكون السلوک الإسلامي والسياسية الإسلامية؟

خيبة أمل:

ولكن لم تمر شهور إلا وردت الأنباء عن قتل آلاف و آلاف من الرجال والنساء والشباب بتهمة الخيانة وموالاة "الشاه"، فكانت هذه الأخبار حديث المحافل والنوادي، وخاصّة في

غير المسلمين، وأكثرهم يوجهون الأسئلة إلى أصدقائهم المسلمين عن حقيقة الإسلام، وهل يجوز للحاكم أن يقتل آلافًا من المواطنين من غير أن يعطيهم فرصة الدفاع عن أنفسهم.

و كنت في بومبائي في تلک الأيام، و قد حضر إلى الهند وفد من دول السوق المشتركة، فمنهم بريطاني، ومنهم إيطالي، ومنهم فرنسي، وما إلى ذالک. وقد دعا السيد يوسف راوت، أحد تجّار ِرى يونين أركان الوفد إلى مأدبة عَشاء في إحدى الفنادق العظيمة، لسبب معرفتهٖ لبعض أركان الوفد من الفرنسيين. وجلسنا على المائدة ودارالحديث بيننا، وكان فيهم شاب إيطالي، فأقبل إليَّ بالسؤال، وقال: هل تعلم ياشيخ! ماتجري في إيران من أحداث؟ قلت: نعم نقرأ كما تقرؤن، فقال: هل هذا صحيح في دين الإسلام؟ فأجبته أن ما نقرء ها في الجرائد من أخبار القتل و ما إلى ذلک "بشرط صحة هذه الأخبار" فليس له صلة بالإسلام. فقال: نعم هكذا ردّ إليّ عالم من علماء الغرب قبل شهر.

و كيف للحاكم أن يحكم بغير ما أنزل اللّٰه به في اتباع الشريعة الإسلامية؟ و قد روي ابن كثير أن أبا زرعة دخل على وليد بن عبدالملک، فقال الوليد: أخبرني أ يحاسب الخليفة؟ فإنک قد قرأت القرآن و فقهت. فقال: يا أمير المؤمنين! هل أقول و أنا اٰمن؟ قال: قل في أمان اللّٰه، و قال: يا أمير المؤمين! أنت أكرم على اللّٰه أو

داؤد عليه السلام؟ إن اللّٰه تعالىٰ جمع له بين الخلافة و النبوة، ثم توعّده في كتابه، فقال: يداوٗد إنا جعلنك خليفة في الأرض فاحكم بين الناس بالحق و لا تتبع الهوىٰ فيضلك عن سبيل اللّٰه، إن الذين يضلون عن سبيل اللّٰه لهم عذاب شديد بما نسوا يوم الحساب.

(ص: آيت٦) صدق اللّٰه العظيم. (١)

نداء الحق:

و قد ارتفع نداء الحق في كل مكان ضد هذا الظلم والطغيان؛ لأن هذه الأعمال الإجرامية كانت باسم الإسلام، فوجه أصحاب القلوب المؤمنة النصيحة بكل الإخلاص إلى حكام إيران.

كما كتب فضيلة الشيخ محمد رابع الندوي في جريدة "الرائد" الأسبوعية في عدد: ١/ذوالقعدة ١٤٠١هـ: "إن الذي يجري في إيران لا يجوز أن ينسب إلى الإسلام، فإن الإسلام بريء من سفك الدماء بهذه الغزارة. إنه يختار وسائل الدعوة، و يؤثرها على الوسائل الأخرى، ولا يلجأ إلى الأخذ بوسائل الضغط والقتل، إلاّ كالعملية الجراحية لابدّ منها. و ليس معنى العملية الجراحية أن تقطع كل يوم جزءا من أجزاء جسدك؛ ليبقى عندك بعده قلبك وحده، فهل يبقى قلب بدون جسد؟".

(١) ذكره ابن كثير في تفسيره: ج٧/ص٦٣، في تفسير قوله تعالىٰ: يداوٗد انا جعلنك الخ

وكما كتبت "مجلة صوت الحق" الصادرة من النادي العربي التابع "لدارالعلوم فلاح الدارين" بتركيسر، غجرات، الهند. في عددها الأول ربيع الأول ١٤٠٨هـ "و ليست الثورة الإيرانية الخمينية الحالية، إلا امتداد من تلك اللوثة والجرثومة الخبيثة السبائية، التي فعلت ما فعلت من الأفاعيل مع الأمة الإسلامية. وليست نعرة الإسلامية المهدوية التي ينعرون بها في كل مكان، إلا أسلوب من ذلك الخداع الذي مارسه السبائيون في زعزعة الإسلام الحق من داخله. فأين الإسلام من هذا الإرهاب، والقتل و الدمار، وإخلال الأمن العالمي، و حتى في أقدس بقاع العالم، و في أعظم المواسم بركة و عظمة، وإنابة إلى اللّٰه؟ و ذلك أيضا في لباس ذلك الحاج الذي لا يخرجه من بيته إلا حبه للّٰه تعالىٰ ولرسوله وللشعائر المقدسة.

فكروا يا أصحاب العقول! إننا نخاف من أن تكون الثورة الإيرانية الإسلامية قد بدأت تضر بالإسلام، وبالتاريخ الإسلامي أكثرمن أن تنفعه. فإذا لم يستطع أنصارالثورة في إيران أن تنقذوا ثورتهم من سوء السمعة أو الهزيمة، فلا أقل من أن ينقذو الإسلام الذي ربطوه بها من سوء السمعة، ولحوق عارالبربرية والوحشية على جبهته الأمين المشرق. ولكن لهم قلوب لا يفقهون بها، و لهم آذان لايسمعون بها.

تضليل:

و كل ذلک يجري في داخل المملكة، و في جانب آخر لم تزل حكومة إيران تضلل الرأي العام، وخصوصًا في البسطاء من المسلمين بطرق و أساليب مختلفة. و لم تزل تتحدث إليهم للإيقان بأن إيران بسبب ثورتها الإسلامية تحولت إلى الجنة، حيث يوجد فيها الرخاء والأمن و السعادة.

و لم تزل تقيم الحفلات في بلاد أفريقية، و بريطانية، وأمريكا، و باكستان، و الهند باسم الوحدة بين المسلمين، باسم الدين، و باسم الأخوة الإسلامية. و وقع كثير من الشباب في هذه الشبكة المنافقة، و تنفق حكو مة إيران أموالا طائلة في طبع الكتب و النشرات لترويج أفكارها الباطلة، و عقائدها الكفرية.

فنرى خارج المساجد، و خصوصًا يوم الجمعة أن فوجا من الشباب –و أكثرهم إيرانيون– يحملو ن في أيديهم طرودًا للرسائل والنشرات، و يوزّعو ن على كل من يخرج من المسجد. و العجب أن في بعض النشرات طعن صريح على الصحابة رضوان اللّٰه عليهم أجمعين.

كشف النقاب:

و الأن كشف السيد الخميني النقاب عن وجهه، و قد كتب المقالات، و صنّف الكتب و المؤلفات التي أظهرت بكل وقاحة

وصراحة عقائده الباطلة، و تنشره في العالم كله. و من عقائده الباطلة: عقيدة التحريف في القرآن، و تكفير الصحابة، و عقيدة الإمامة. و جعل تعاليم الأئمة كتعاليم القرآن، فقال: إن تعاليم الأئمة كتعاليم القرآن، لا نخص جيلا خاصًا، و إنّما هى للجميع في كل عصر، و لكل مصر إلى يوم القيامة، يجب تنفيذها و اتباعها. و لا داعیَ لإيراد تفاصيل ونصوص الكتب للخميني هناک؛ فإن علماء الحق بسطوا القول، و ردّوا عليه ردًا جميلاً. فجزاهم اللّٰه عن المسلمين خيرًا .

تصدير الإرهاب باسم تصدير الثورة:

و الأن بدأت حكو مة إيران تثير الفتن و الفساد بطرق مختلفة، باسم تصدير الثورة. وتشن حملات عنيفة عن طريق الإذاعة والصحافة، ضد الملوک والرؤساء فى البلاد العربية الإسلامية. وقد صدق الشيخ واضح رشيد الندوي في قوله "لقد وضعت خطة الثورة الإيرانية التي عرفت بالإسلامية حسب النهج الفرنسي، وسارت على هذا الدرب منظمات أخرىٰ، كحزب اللّٰه، ومنظمة الجهاد، وحركة الأمل التي تفتخر بعزوها إلى الإسلام. فإن الوسائل التي تختارها لاتشم منها رائحة الإسلام، وإنما تسير على منهج الفلسفة المادية المعاصرة –وهو تحقيق الغرض بأىّ وسيلة

ممكنة– فتسبب هذه الحركات هدمًا وتدميرًا وتمزيقًا، فضلاً عن أن تكـون أداة بناء و توحـيد، و تأمين كرامة المسلم. وتثير أنانيات و عصبيات ورد ود فعل، تنافي مع الأدب الإسلامي والخلق المسلم .

إن أعـمال القتـل والنهـب واختطاف الأبرياء للضغط على المطالب، التي تلاحظ اليوم في العالم الإسلامي، وأحداث انفجارات في الأماكن العامة تؤدي إلى مصارع الأبرياء، واتباع وسائل الإغراء والضغـط التي في أصلهـا قومية وإشتراكية، و نازية و مجوسية وثورية، ولكنها ليست اسلإمية؛ وإن لصقت بها كلمة الإسلام .

والذين يعتبرونها وسائل إسلامية هم في خداع، ولا تنفع هذه الوسائل في بناء الصرح الإسلامي؛ بل تساعد للهجوم على الإسلام، ووصفه بأنّه دين الإرهاب والتشنج والرجعية.(١)

إشعال نار الحرب:

و قد أشعلت الجمهورية الإسلامية الإيرانية المزعومة نار الحرب تحت مؤامرة اليهودية والقوى الاستعمارية العالمية ضد العراق. وهذه الحرب المشئومة أكلت اليابس و الأخضر. وأضعفت قـوة المسلمين سياسيًا واقتصاديًا، وعلميًا وثقافيًا، ولم ينتفع منهما إلا العدو الغاشم إسرائيل. فقد قرأنا في الجرائد أنه قد

(١) البعث الإسلامي العدد:٢، ٢٢/شوال ١٤٠٧هـ

ذهب أكثر من مليون جندي ضحية الحرب العراقية الإيرانية، وسجن أكثر من سبعين ألف أسرىٰ لدى الطرفين . و هذا يعني إهدار قوة هائلة و ثـــروة كبيرة، من ثروات الأمة الإسلامية. إن معظم هذه الضحايا والأسرى هم من الشباب الذين يحملون على عواتقهم مسئولية النهوض لأمتهم.

وقد دمرت الاف من الدبابات، وأسقطت فئات من الطائرات، والعالم كله يفرح ويضحك، ويفكر كل منهم كيف ينتفع من هذه الفرصة الثمينة ببيع السلاح والمعدات الأخرى. هذه الحرب قد عرقلت فى سبيل كثير من المشاريع البناء ة، والأعمال الخيرية المفـيدة. وأجبرت الحكومات في تخفيض ميزانيتها، وترك برامجها التقدمية. وكذلك أثرت على المعاهد العلمية، والجامعات الإسلامية وغيرها. فكم من مجلات احتجبت! وكم من جامعات قللت من منح دراسية للطلاب!

وقصارى القول أن هذه الحرب المشئومة ألحقت بالإسلام و المسلمين ضررًا لا نظير له في تاريخ الإسلام، سواءً كان دينيًا أو سياسيًا أو اقتصاديًا أو علميًا أو أخلاقيًا. فإنا للّٰه و إنا إليه راجعون...

إفساد في الحرم المبارك:

ولم تثلج صدور حكام إيران من هذه الممارسات الإنسانية،

وإثارة الفتن، و القلاقل في كل مكان. فأرسل أعوانهم إلى مكة المكرمة –أشرف بقاع الأرض وأكرمها– ليفسدوا فيها، وقد جعل اللّٰه مكة حرمًا آمنًا و أرضًا مقدسًا. قال تعالىٰ: و إذ جعلنا البيت مثابة للناس و أمنًا (١). ولكن هذه الطائفة المفسدة تخرج على شوارع مكة المكرمة تهتف بهتافات سخيفة، بدلاً أن يكون لسانهم رطبا بذكر اللّٰه و تلبيته، وتنادي بكبرياء الخميني بدلاً من التكبير والتمجيد والتهليل للّٰه سبحانه وتعالىٰ.

و أدخلوا معهم في هذهِ البقعة المباركة الآمنة، الأسلحة الفتاكة لسفك دماء حجاج بيت اللّٰه الحرام، وليس هدفهم إلاَّ ترويع الحجاج الآمنين، ثم الدعاية الكاذبة ضد الحكومة السعودية التى تبذل كل ما في وسعها في راحة الحجاج وضيوف الرحمان؛ ليتمّموا مناسك الحج فى أمن وراحة. وهذه الطائفة البغيضة تريد التسلط على الحرم، وتوسعة حدود مملكتها إيران إلى دمشق و إلى لبنان، و القبض على الأماكن المقدسة باسم الحفاظ على المقدسات (لا قدر اللّٰه).

ولكن المسلمين في العالم كله يعرفون نواياهم الخبيثة، ويستنكرون على جريمتهم أشد الاستنكار، و خاصة مسلمو الهند يندّدون أشد تنديد على هذا المنكر، وعقدوا حفلات ومؤتمرات

(١) البقرة، الآية: ١٢٥

عديدة في دهلي و لكناؤ و حيدرآباد و في غيرها من المدن، وطلبوا من المملكة العربية السعودية أن تمنع الحجاج الإيرانيين المشاغين من دخول الحرم المبارک. و کتب أصحاب الجرائد و المجلات الإسلامية مقالات کثيرة في هذا المجال في لغات الهند المختلفة. فجزاهم اللّٰه أحسن الجزاء!

وقد أفتى علماء السلف و الخلف بكفر فرقة "الإثنا عشرية" من الشيعة، فلا مانع من أن تمنع الحكومة السعودية دخولهم في الحرم المقدس.

أيها الإخوة الكرام! لاسبيل للنجاة من هذه الحوادث المؤلمة، و الكوارث المتجددة، إلاَّ الرجوع إلى الإسلام قولاً وعملاً، والاتحاد الكامل بين الممالک الإسلامية، و نبذ الخلافات الهامشية، و ترک عيش البذخ والترف، و الإسراف والتبذير، والاستعداد التام لمواجهة التحديات، والتيقظ لما تثير من الفتن الظاهرة والباطنة قوات الاستعمار الغربي والشرقي؛ و تربية الشباب تربيةً إسلاميةً کاملةً عقيدةً وسلوکًا. وللّٰه الأمر من قبل و من بعد!

يآأيها الذين آمنوا إن تنصرو اللّٰه ينصرکم و يثبت أقدامکم(١) واللّٰه غفور الرحيم.

(١) سورة محمد صلى اللّٰه عليه وسلم: الآية: ٧

خطبة ألقاها شيخنا المؤقر في حفلة "دارالعلوم الإسلامية" الأولٰى بـ"كنادا"

أهمية التعليم في الإسلام

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

الحمد للّٰه رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين، و خاتم النبيين، و رئيس المعلمين، سيدنا محمد و علٰى اٰله و أصحابه وأتباعه و علماء أمته إلى يوم الدين. أما بعد!

حضرات العلماء، و الشيوخ الكرام، والضيوف المبجلون، وإخواننا و أخواتنا من المستمعين!

السلام عليكم ورحمة اللّٰه و بركاتهٗ

أيها السادة! من سعادتنا وحسن حظنا أننا اجتمعنا اليوم في هذه الحفلة المباركة، الحفلة الأولى لهذه الدار "دارالعلوم الإسلامية" التي هي قلعة حصينة للإسلام و الشريعة الإسلامية، في هذه المنطقة البعيدة عن بلاد الإسلام، وهي نواة صالحة لتكون مركزا هامًا للدعوة الإسلامية، و إعداد الدعاة المخلصين. إن شاء اللّٰه تعالٰى.

أيها الإخوة والأخوات! إن أول آية نزلت على رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم – وهو في غار حراء – اقرا باسم ربك الذي خلق(١). فأول لفظ في هذه الآية إقرأ، فهذه الأمة مامورة القراء ة والتدريس و التعليم، و أخذ العلم، من أول يوم نزل الوحي فيه، ومن هنا ندرك أهمية التعليم في الإسلام. ثم هناك آيات كثيرة تدل على فضل العلم و العلماء. فقال سبحانه و تعالٰى: هل يستوى الذين يعلمون و الذين لا يعلمون(٢). وقال تعالٰى: يرفع اللّٰه الذين اٰمنوا منكم و الذين أوتوا العلم درجات(٣).

و لكن إذا أنعمنا النظر في أول الآية اقرأ باسم ربك، عِلِمنا أن القراء ة لابد أن يكون باسم الرب. و يكون منهج تعليمنا نحن المسلمين منهجًا إسلاميًا، منهجًا موصلاً إلى اللّٰه تبارك و تعالٰى، وإلى معرفة ذاته تعالٰى، منهجًا معينا للاتصاف بالأخلاق الحميدة.

و الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: إنما بعثت معلمًا. وقال: إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق. و بهذا نستطيع أن نعرف أن هدف التعليم عند المسلمين، هو معرفة الرب سبحانه و تعالٰى، ومعرفة أوامره و نواهيه، و تكميل الأخلاق الحميدة.

(١) العلق:الآية:١ (٢) الزمر:الآية: ٩ (٣) المجادلة: الآية:١١

فالعلوم التي لا توصلنا إلى معرفة اللّٰه تعالىٰ و حقوقه، وحقوق عباده، فهى فجرّد فنّ لا علم. و قد قيل باللغة الفارسية ''علم كه راهِ حق ننمايد جهالتيست'' أي العلم الذي لا يرشد إلى الحق فهو ليس بعلمٍ، بل هي جهالة. فالمطلوب من المسلم أن يتعلم العلم الذي يصلح به الدنيا والآخرة.

أيها الحفل الكريم! إن المعاهد العلمية والكليات العصرية والجامعات الإسلامية تتزايد كل يوم، ويتخرخ عدد هائل من الدارسين كل عام. ولكن مشاكل الإنسانية لا تقل؛ بل تزيد كل لحظة . وصفحات جرائدنا اليومية مملوء ة كل يوم بالأخبار المؤلمة المحزنة، من القتل والنهب والانفجار، و هتك الحرمات والسرقات، وإبادة قوم و تشديد قوم؛ رغم كل ذلك نحن في عصر العلم، في عصر النهضة، في عصر التقدم كما يقولون.

و السبب الرئيسي لهذه الفوضى والقلق خلوّ نظامنا التعليمي باسم الرب سبحانه.

فأساس نظامنا التعليمي لابد أن يكون مبنيا على وحدانية اللّٰه سبحانهٗ، و على حقانية رسالة الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم، و على حساب يوم الآخرة. و لا تضر بعد ذلك دراسة أي فن من الفنون من العلوم العصرية، والصناعات المخترعة الجديدة.

فالطالب الذي يدرس مبادئ الدين و مسائل العبادات، والمعاملات المستنبطة من القرآن الكريم و السنة النبوية، ثم يجتهد على نيل الشهادة في العلوم العصرية، يكون نافعًا له في الدنيا والآخرة. قال تعالىٰ: و أما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فإن الجنة هى المأوى. (١)

أيها المستمعون الكرام! إن هذه الجامعة ''دارالعلوم الإسلامية'' تهدف تعليم أبناء المسلمين، العلوم و بعض ما يحتاج إليه الطالب من العلوم العصرية، مثل اللغة الإنكليزية، والحساب وغيرها. وفيها قسم خاص لتحفيظ القرآن الكريم و تجويده، ويسرنا أننا نخبركم أن طالبًا عمره .... قد ختم اليوم حفظ كتاب اللّٰه العزيز كاملاً. بارك اللّٰه في عمره و علمه و عمله.

فقد وردت أحاديث كثيرة في فضائل حفظ القرآن . فمنها:

فعن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من قرأ القرآن فقد استدرج النبوة بين جنبيه، غير أنه لا يوحى إليه، و لا ينبغي لصاحب القرآن أن يحِدَّ، مع من حَدَّ و لا يجهل مع من جهل، و في جوفه كلام اللّٰه.(٢)

(١) النازعات:الآية: ٤٠ (٢) رواه الحاكم و صححه: ١/٥٥٢، الرقم:٢٠٢٨، وأقره عليه الذهبي، والبيهقي في شعب الإيمان: ص١٧٧، الرقم:٢٣٥٣)

و عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يقال لصاحب القرآن اقرأ وارتق ورتّل كما كنت ترتل في الدنيا، فإن منزلك عند آخر آية تقرأها.(١)

فهذه فضيلة لا تعادلها فضيلة مهما كانت، وفقنا الله جميعا لحفظ كتابه. آمين! ثم إن النبي صلى الله عليه وسلم حرض الأمة، و وجّه الآباء مع تعليم أبنائهم القرآن الكريم و حفظه، كما روي بريدة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرأ القرآن وتعلّمه وعمِل به ألبس يوم القيامة تاجا من نورٍ، ضوءه مثل ضوء الشمس، و يكسىٰ والديه حلتان لا يقوم بهما الدنيا، فيقولان بمَ كسينا؟ فيقال: بأخذ ولدكما القرآن. (٢) فهنيئا له ولوالديه و الاساتذة و القائمين على هذه الدار. فهم جميعا شركاء فى الأجر إن شاء الله تعالىٰ!

و يجب على المسلمين أن يكرموا العلماء و حفاظ القرآن الكريم، فقد ورد في الأحاديث حكم ذلك عن أبي موسىٰ رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن من إجلال الله

(١) رواه أحمد:٢/١٩٢، برقم:٦٧٩٩، و أبوداؤد:برقم:١٤٦٦، والترمذي:برقم:٢٩١٤، وقال: حسن صحيح: ص٣٠٠)

(٢) رواه الحاكم و صححه على شرط مسلم:١/٥٦٧، برقم:٢٠٨٦)

تعالىٰ إكرام ذي الشيبة المسلم، و حاملِ القرآن، غير الغالي فيه والجافي عنه، و إكرام ذي السلطان المقسط. حديث حسن.(١)

و أخيرا أرجوا من إخواننا و أخواتنا أن لايألو جهدا في تعاون مثل هذه المعاهد القيمة، ماديًا و معنويًا و دعاءً ا، فإن هذه المعاهد الإسلامية هي قلاع الإسلام، و حوزة الدين الحنيف، و خاصةً في مثل هذه المناطق الغريبة. فإن بقاء أولادنا على الإسلام، و ارتباطهم مع الرسول صلى الله عليه وسلم و أصحابه، مرتبط على تعليمهم وتربيتهم في مثل هذه المعاهد. و الله ولي التوفيق!

و نقدم الشكر الجزيل إلى فضيلة الشيخ أحمد علي (٢) وأعضاء التدريس ورفاقهم في هذا العمل الجليل، على ما بذلوا من جهودهم في إنشاء هذه الدار، و ندعو الله تعالىٰ أن يجزيهم جزاء حسنا بسدد خطاهم، ويوفقهم وإيانا إلى ما فيه خير الإسلام والمسلمين والإنسانية جمعاء. إنه سميع قريب، مجيب الدعوات.

والسلام عليكم و رحمة الله وبركاتهٗ

(١) رواه أبوداؤد في سننه، باب في تنزيل الناس منازلهم: الرقم:٤٨٤٥

(٢) الشيخ أحمد علي بن الشيخ آدم المانكفوري حفظه الله و رعاه خريج "دارالعلوم بري" بـ"بريطانية"، و مؤسس "دارالعلوم الإسلامية" بـ"كنادا"

نموذج رائع للمقالة التي كتبها فضيلة الشيخ الكافودروي المحترم في جريدة "اليقظة" الشهرية حينما كان مقيما بـ"دارالعلوم ديوبند".

الدعاء سلاح المؤمن

أصيب المسلمون في الأيام الماضية بنكبات شديدة، نكبات تلف الأموال و الأنفس، وابتلاء بالخوف والجوع؛ حتى تغلغت الأرض ببكائهم؛ و لكن عدوان الظالمين هذا، ليس في تاريخ المسلمين بأول حادثة حدثت، وليس بأول واقعة وقعت؛ بل نرى أوراق التاريخ مملوء ة بأخبار مثل هذه النكبات والإبتلاء ات.

وقال تعالیٰ: ولنبلونكم بشيء من الخوف والجوع ونقص من الأموال والأنفس والثمرات، فإذن لا يأس ولا قنوط، ولا خوف ولا رهب؛ بل نصبر على ما أصابنا، ونبتهل إلى الله على ما لقينا، وهو الذي أنزل على رسوله صلى الله عليه وسلم: و بشر الصابرين الذين إذا أصابتهم مصيبة قالوا: إنا لله وإنا إليه راجعون. (١)

(١) البقرة:الآية: ١٥٦

فليكن اعتمادنا على الله، و لتكن استعانتنا بالله، لا بجماعة إنسان و لا بطائفة بشر، فإن المؤمن لا يعتمد إلا على الله العزيز، ولا يستعين إلا بالله القادر الحكيم.

و يجب علينا أن نجعل أقوال الرسول صلى الله عليه وسلم وأفعاله منارة وقدوة نهتدي بها في مثل هذه الحوادث، فقد أخبرتنا كتب السيرة أنه صلى الله عليه وسلم إذا أصيب بمصيبة، كان يدعو ربه ويبتهل إليه. و إنه صلى الله عليه وسلم لما لقي من سفهاء الطائف ما لقي من الشدائد و المآسى لم تكن فكرته أن يستعين بقوة من أفراد الناس؛ بل تضرع إلى ربه وأي تضرع!

تضرع يليق بالعبد المؤمن أمام خالقه، فقال:

اللّٰهم إليک أشكو ضعف قوتي، و قلة حيلتي، و هواني على الناس، أرحم الراحمين! إلى من تكلني؟ إلى عدو يتجهمني أو إلى قريب ملكته أمري؟ إن لم تكن غضبان عليّ فلا أبالي؛ غير أن عافيتک هي أوسع لي. أعوذ بنور وجهک الذي أشرقت له الظلمات، وصلح عليه أمر الدنيا والآخرة من أن تُنزل بي غضبک، أو تحل علي سخطک، لک العتبى حتى ترضى، ولا حول ولا قوة إلا بک. (١)

(١) الدعا للطبراني: ج١/ص٣١٥، الرقم:١٠٣٦)

و عـن ابـن عبـاس رضـي الـلّٰه عنهما أنه قال: كان النبي صلى الـلّٰـه عليه وسلم يدعو عند الكرب: لاإله إلا اللّٰه العظيم الحليم، لاإله إلا اللّٰه رب السمٰوات و الأرض و رب العرش العظيم.(١)

و قد ورد الخبر أنه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ألا أدلكم على مـا يـنـجيـكـم من عدوكم و يدر لكم أرزاقكم؟ تدعون اللّٰه في ليلكم ونهاركم؛ فإن الدعاء سلاح المؤمن. (٢)

و دعا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يوم الأحزاب، فقال:

الـلّٰهـم مـنزل الكتاب، سريع الحساب، اللّٰهم اهزم الأحزاب اللّٰهم اهزمهم و زلزلهم.

أيهـا الإخـوان! أقـول مرة: إن الدعاء مخ العبادة، و إن الدعاء سـلاح الـمؤمن. فلماذا لا نستعمل هٰذا السلاح، و هو أقوى السلاح لـلـمـؤمن الصادق لدفع البليات و النكبات؟ و لماذا لا نتبع سنة نبينا صـلـى الـلّٰـه عـليه وسلم؟ و لماذا لا ندعو ربنا، ولماذا نستمد بخلقه الـضـعيف و نـنظر إليه؟ و لماذا نرجو منهم الخير بعد علمنا أن الخير كله بيد اللّٰه؟.

فعلينا أيها الإخوة أن نقدم حاجاتنا كلها إلى اللّٰه، و ندعو كل يـوم بهـذه الـدعـوات الـمأثورة. وأحب أن أكتب هنا الدعاء المأثور

(١) البخاري: الرقم:٦٣٤٥ (٢) عن جابر مرفوعا، مسند أبي يعلىٰ:٣/٣٤٦، الرقم:١٨١٢

الذي رواه ابن عمر رضي اللّٰه عنهما و قال:

قـلّـمـا كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقوم من مجلسه حتى يدعو بهٰذه الدعوات لأصحابه.

الـلّٰهـم اقسـم لـنــا مـن خشيتك مــا تـحول بـه بيننـا و بين مـعـاصيك، ومن طاعتك ما تبلغنا به جنتك، و من اليقين ما تهون بـه علينا مصائب الدنيا. و متعنا بأسماعنا و أبصارنا و قوتنا ما أحييتنا، واجـعـلـه الـوارث منا، واجعل ثأرنا على من ظلمنا، وانصرنا على من عـادانا، و لا تجعل الدنيا أكبر همنا، ولامبلغ علمنا، و لا غاية رغبتنا، ولا تسلط علينا من لا يرحمنا.

ندعو اللّٰه الكريم أن يوفقنا جميعًا لصالح الأعمال بالدعوات الـمـذكورة في القرآن، والمأثورة عن رسولنا الكريم سيد المرسلين صلى اللّٰه عليه وسلم.

ما هو واجبنا اليوم؟

مما لا يخفى على إخواننا الطلبة المطلعين على تاريخ جامعة "دارالعلوم" من أن إنشاء هاكان بعد ثورة سنة ١٨٥٧م. وكان من أهداف سلفنا الكرام بتأسيسها أن يعِدو في هذه الدار المباركة رجالا يرشدون المسلمين في جميع ما يحتا جون إليه، يرشدونهم في شئونهم الدينية، ويقودونهم في أمورهم السياسية، و في جانب آخر يدافعون عن الإسلام الذي كان قد أصبح هدفا في ذلك العصر لدعاية المسيحيين المبشرين، وعصبية طائفة من العلماء الهندوكيين، الذين اغتنموا الفرصة بسوء حال المسلمين وقتئذ؛ لأن المسلمين الهنود كان قد أصابهم بعض خوف و رهب، بانهزامهم أمام الاستعمار الفرنجي، حتى إن كثيرا منهم رأوا أنه لاخلاص من هذا الموقف الحرِج إلا بالصلح والموالاة مع الإنجليز، فأكبوا على لغتهم، و استمالوا إلى ثقافتهم و أفكارهم حتى اصطبغوا بصبغتهم تماما.

و لقد حاول المستعمرون و أصحابهم الجدد، أن يقضوا على الإسلام قضاء. وأرادو أن يستأصلوه استئصالا كليا، و عبثا

حاولوا؛ فإن اللّٰه تعالىٰ قد قضى قضاء ه المبرم من ذى قبل: يريدون ليطفئوا نور اللّٰه بأفواههم و اللّٰه متمُّ نورهِ و لو كره الكافرون.(١)

فمنّ اللّٰه على أسلافنا حيث اصطفاهم لتأييد قوله بمقاومة أعداء الإسلام، فقاموا بما كلفوا بأدائه خير قيام، بإنشاء حصن حصين يحافظ به على الإسلام، و هو الذي عرفه العالم باسم "جامعة دارالعلوم".

فهؤلآء سلفنا العظام قد أدوا واجبهم الديني و نجحوا في مرامهم، و قد مضى عهدهم، وجاء دورنا، فعلينا أن نسترشد منهم، و نحذو حذوهم؛ فإنه هو الطريق الوحيد الذي يضمن لنا النجاح.

إن الدهر ليس ثابتا على حال واحدة؛ بل دائما يتطور ويتحول، تتبدل الأحوال و الأحداث عهدا بعد عهد، و تتغير الأفكار ووجهات النظر جيلا بعد جيل، ففي الزمن السالف الذي عاش فيه أسلافنا كانت الفتن و الشدائد من نوع لا يكاد يوجد بعضه الآن، فكان أسلافنا قد تسلحوا بسلاح استلزمته الظروف وقتئذ. وأما الآن فقد انقضى عهدهم، و أصبحنا مسؤلين نحو الإسلام والأمة المسلمة.

(١) الصف: الآية:٨

و نحن في عهد قد تطورت فيه طرق الحياة الاجتماعية، وشاعت النظريات الجديدة، والفلسفات الغربية الضالة المضلة، قد تفرقت الشعوب شيعا و أحزابا. فهؤلاء يدعون إلى اللادينية، وهؤلاء ينادون بالشيوعية، و هؤلاء يهتفون بالقومية والوطنية. و بتعبير فضيلة الأستاذ أبي الحسن علي الندوي "ردة و لا أبابكر لها" فواجبنا أن نتسلح بسلاح جديد لمحاربتها و الدفاع عن الإسلام.

إن المسلمين جميعا إخوة مهما بعدت بلادهم و قصيت ديارهم، فعلينا أن نتخذ جميع الوسائل التي تؤدي إلى التآلف والتآخي فيما بيننا؛ لكي نتمكن من إقامة كتلة إسلامية عظيمة قوية يهابها جيمع قوي العالم.

إن اللغات لها خطورة في التاريخ، و من بينها اللغة العربية، ولها خطورة و أهمية عندنا و عند المسلمين جميعا، فعلينا أن نعرف العربية و نتعلمها، لأنها لغة القرآن "و هٰذا لسانٌ عربيٌّ مبينٌ" (١) ولغة النبي صلى الله عليه وسلم، و إنها همزة وصل بيننا و بين العرب المسلمين.

من أجل هذه الأغراض النبيلة أنشأنا "الهيئة العربية" (٢) لنتوسل بها في الوصول إليها.

(١) النحل: الآية:١٠٣ (٢) الهيئة العربية لطلبة "دارالعلوم ديوبند" الهند.

و نشكر لـ"جامعة الأزهر" على أنها أوفدت إلى "دارالعلوم" مبعوثها للمرة الثانية – و هو الأستاذ فضيلة الشيخ محمود عبد الوهاب محمود (١) – قد استفدنا منه كثيرًا، و هو دائمًا حريض على مصلحتنا ورقينا، و يسعى لنا أن نتقدم في العربية في أقرب وقت. فجزاه اللّٰه عنا أحسن الجزاء، و نسأل اللّٰه تعالىٰ أن يكتب لنا النجاح فيما قمنا به. آمين!

طلع البدر علينا
من ثنيات الوداع
وجب الشكر علينا
ما دعا للّٰه داع
أيها المبعوث فينا
جئت بالأمر المطاع

(١) راجع للتعرّف بأحواله الإجمالية إلى كتاب الشيخ الكافودروي المؤقر "روشنی کے مَنار" أي "قناديل النور" يرجى له الطبع في الشهور القادمة. واللّٰه هو المقدر والمعين!

اشاریہ

(Index)

مرتب

عبدالرحمٰن بن یوسف پٹیل

نبیرۂ حضرت مفکر ملت دامت برکاتہم